ایک عظیم کتاب

ماثبت من السنۃ

مع اردو ترجمہ

ما انعم علی الامۃ

ایام ا

مؤلفہ

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث د

مترجمہ

فاضل جلیل علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی مدظلہ

ناشر

ادارۂ نعیمیہ رضویہ هفت روزہ سواد اعظم موچی گیٹ لاہور

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا

کتاب مستطاب

مَا ثَبَتَ مِنَ السُّنَّۃِ

مع ترجمہ مسمّٰی بہ

مَا اَنْعَمَ عَلَی الْاُمَّۃِ

المعروف بہ

ایّامِ اسلام

بارہ ماہ کے مسنون اعمال واشغال اور منہیات ومنکرات کا رد وابطال

از شیخ محقق شاہ محمد عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

مترجمہ فاضل جلیل حامیٔ سنت ناصر ملت حضرت مولانا مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی دامت برکاتہم

ناشر

ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لال کھوہ موچی گیٹ لاہور

قیمت ... روپے　(مطبوعہ پنجاب نیشنل پریس لاہور)　بار دوم

Rs 15.00

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب ما ثبت من السنۃ فی ایام السنۃ مصنفہ راس المحدثین شیخ المحققین حضرت مولانا شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ مورخہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۶۰ء سے شروع ہو کر آج ۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۶۰ء بروز چہار شنبہ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبولیت کے ساتھ کفارہ سیئات فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔ فقیر غلام معین الدین النعیمی غفر لہ

فہرست مضامین ما النعم علی الامۃ ترجمہ ما ثبت من السنۃ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذی جعل الاوقات المبارکة مواسم الخیرات والبرکات ومفاخر لاھل النسك والعبادات، تربح فیھا تجاراتھم، وتضاعف لھم اجورھم، ویصلون الی مقاصدھم، وما یأملون من ثواب الاعمال و اجابة الدعوات، فالخاسر من لم یحضر مواسم التجارة، والمفرط اولٰی بالخسارة۔ والصلوٰة والسلام الاتمان الاکملان علٰی سید المرسلین وامام المتقین محمد الذی بتعلیمه واتباعه حصل العلوم والاعمال وبکرمه وشفاعته ینال الامانی والآمال فی المبدأ والمآل۔ اُستاذ الکل وامام الوجود، ومنبع العلم ومعدن الجود، وعلٰی آله واصحابه واتباعه اجمعین۔ ھداة طریق الحق ومحی علوم الدین۔

امّا بعد فیقول العبد الفقیر الی الله الباری عبد الحق بن سیف الدین الدّھلوی البخاری وفقه الله لسلوك طریق الحق الیقین فی متابعة سید المرسلین۔ قد ثبت الخلاف بین المحدثین والمتنسکین فی ما جاء فی اللّیالی والایّام من الاوراد والصّلوٰة والصّیام، وقد تکلم المحدثون فیما تمسك به النّسّاك وشدّدوا فی الانکار وحکموا ببطلان ما ورد فیھا من الاحادیث والاخبار۔ ولٰکن کنّا قد تکلمنا فی ذٰلك فی رسالة فارسیّة لنا فی الجمع بین الفریقین وسلکنا فیه ایمن الطریقین وذکرنا ما فیه من الاجمال والتفصیل والله یقول الحقّ وھو یھدی السبیل۔ ثم جمعنا فی ھذه الرسالة ما جاء من الاحادیث الصحاح والحسان والضعاف والموضوعات علٰی

قوله تجاراتھم جمع تجارة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم فرمانے والا ہے

تمام خوبیاں اُس اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہیں جس نے متبرک وقتوں کو حسنات و برکات کا مقام گردانا، اور سالکانِ راہِ شریعت و طریقت کے لیے وجہ فخر و مباہات کیا کہ ان اوقاتِ متبرکہ میں (عمل کرکے) اپنی تجارتوں میں فائدہ اٹھائیں، اجر و ثواب دونا اور اپنی مرادیں حاصل کریں، اور با اُمید ہو قبولیت دعا اور ثواب اعمال کی خواہش رکھیں وہ شخص کتنا بدنصیب ہے جو تجارت کے موقع کو پاکر استفادہ نہ کرے، اور جان بوجھ کر نقصان و خسارہ کو اپنا کرے۔

درود و سلام علیٰ وجہ الکمال اُس دربارِ گہر بار میں پیش ہو جو تمام رسولوں کے سردار، متقیوں کے امام ہیں، نام نامی اسم گرامی محمد (مصطفےٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ آپ ہی کی تعلیم و ہدایت اور پیروی و اتباع سے علم و عمل حاصل ہوتے ہیں، اور دونوں جہان میں آپ ہی کے کرم و شفاعت کے ساتھ اُمیدیں اور آرزوئیں وابستہ ہیں۔ آپ ہی سارے جہان کے اُستاد، موجودات کے امام، علم کے منبع اور جود و سخا کے معدن ہیں آپ کی آل پر، آپ کے صحابہ پر، آپ کے اُن تمام فرمانبرداروں پر جو صراطِ مستقیم کے رہبر اور علوم دینیہ کے زندہ کرنے والے ہیں، رحمت و کرمِ الٰہی نازل ہو۔

اما بعد اللہ تعالیٰ کا بندہ فقیر عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری اللہ تعالیٰ اُسکو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں راہِ حق و یقین پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، کہتا ہے کہ دن رات میں اوراد و وظائف، نماز و روزے کتنے مروی ہیں، ان میں محدثین و سالکانِ راہِ طریقت میں اختلاف ثابت ہے۔ محدثین نے سالکانِ راہِ طریقت کے مرویات و معمولات پر کلام کرکے شدت سے

ما تقرر عند المحدثین الذین بیدهم الامر فی هذه المعاملات مع ذکر
اکثر فوائد شریفه وتحقیقات لطیفه فیما انجر الیه الکلام خصوصًا فی شهر
ربیع الاول فی ذکر وفات سید الانام علیه الصلوٰة والسلام مبتدئًا
من شهر المحرم الی ذی الحجة الحرام، والله الموفق ومنه الکمال والاتمام
وسمیته بما ثبت من السنة فی ایام السنة تقبل الله بفضله
الذی لا تأخذه سنة ولا نوم -

شهر المحرم

من جامع الاصول فیما جاء فی الصحیح من الاحادیث من احواله
وفضله وفضل الصوم فیه عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت کان
یوم عاشوراء یصام قبل رمضان فلما نزل رمضان قال من شاء صام
ومن شاء افطر، وفی روایة قالت کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه
وسلم امر بصیام یوم عاشوراء الحدیث، وفی اخریٰ قالت کانوا یصومون
عاشوراء قبل ان یفرض رمضان کان یومًا تستر فیه الکعبة قالت فلما
فرض رمضان قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من شاء ان
یصومه فلیصمه ومن شاء ان یترکه فلیترکه، وفی اخریٰ قالت کان
یوم عاشوراء تصومه قریش فی الجاهلیة فلما قدم المدینة صامه و
امر بصیامه فلما فرض رمضان ترک عاشوراء فمن شاء صامه و
من شاء ترکه، وفی اخریٰ فلما فرض رمضان قال من شاء صامه ومن شاء
ترکه، وفی اخریٰ ان قریشًا کانت تصوم عاشوراء فی الجاهلیة ثم امر
رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بصیامه حتی فرض رمضان فقال

انکار کیا ہے، اور جو احادیث و اخبار وہ لائے ہیں اُنکے باطل ہونے کا حکم دیا ہے لیکن اس باب میں، ہم نے اپنے فارسی رسالہ میں فریقین (یعنی محدثین اور متوسلین) کے اقوال کے ملانے کی کوشش کی ہے، اور دونوں راستوں میں سے محفوظ و مامون راستہ اختیار کیا ہے، اور اس میں اجمال و تفصیل کے ساتھ ہمنے بیان کیا ہے کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ توفیق ہی فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتاتا ہے۔

اس کے بعد ہم نے اس رسالہ کی ترتیب دی اس نہج پر جسطرح محدثین احادیث کی روایت میں صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع لاتے ہیں۔ کیونکہ احادیث کی تنقیح انہی کا کام ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے فوائد شریفہ اور لطیف تحقیقات کا اضافہ جس کا کلام مقتضی تھا، شامل کیے ہیں، بالخصوص ماہِ ربیع الاول میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر، اب ماہِ محرم سے ماہِ ذی الحجہ تک بیان کو شروع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں تمام کرنے اور مکمل کرنے کی توفیق ہے

میں نے اس رسالہ کا نام "ما ثبت من السنۃ فی ایام السنۃ" رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس کو نہ کبھی اونگھ آئے اور نہ نیند گھیرے اپنے فضل سے قبول فرمائے

آمین

اس ترجمہ کا نام

مَا اَنعَمَ عَلَى الاُمَّه

مترجم عفی لہٗ نے تجویز کیا۔

رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من شاء یصوم فلیصمہ ومن شاء یفطر فلیفطرہ اخرجہ البخاری ومسلم، واخرج مالک وابوداؤد والترمذی الروایۃ الرابعۃ وقالوا فیہا فکان لوکان ھو الفریضۃ بعد قولہ فلما فرض رمضان، وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان اھل الجاھلیہ کانوا یصومون یوم عاشوراء وان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صامہ والمسلمون قبل ان یفرض رمضان فلما افترض رمضان قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یوم عاشوراء یوم من ایام اللہ تعالیٰ فمن شاء صامہ، وفی روایۃ قال ذکر عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم عاشوراء فقال ذلک یوم کان یصومہ اھل الجاھلیۃ فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ اخرجہ البخاری ومسلم، وللبخاری صام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشوراء وامر بصیامہ فلما فرض رمضان ترکہ وکان عبد اللہ لایصومہ الا ان یوافق صومہ، ومسلم مثل الثانیۃ وقال فمن احب منکم ان یصومہ فلیصمہ ومن کرہ فلیدعہ، واخرج ابوداؤد نحو الروایۃ الاولیٰ، وعن ابو موسیٰ قال کان یوم عاشوراء یوم یعظمہ الیہود ویتخذونہ عیداً فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصوموہ انتم، وفی روایۃ فکان اھل الخیبر یصومون یوم عاشوراء ویتخذونہ عیداً ویلبسون نساءھم فیہ حلیھم وشارتھم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموہ انتم اخرجہ البخاری ومسلم، وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ فرأی الیہود تصوم یوم عاشوراء فقال ما ھذا قالوا یوم صالح انجی اللہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل من عدوھم فصامہ فقال انا احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ

ماہِ محرّم الحرام

جامع الاصول کی وہ حدیثیں جو ماہِ محرم کے حالات و فضائل اور اس میں روزہ رکھنے کی فضیلت بھی مروی ہیں

اُمّ المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ فرضیتِ روزۂ رمضان سے قبل عاشورہ کے دن روزہ رکھا جاتا تھا، جب روزۂ رمضان کی فرضیت نازل ہوئی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا (الحدیث)

دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ فرضیتِ رمضان سے قبل عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ اور یہی وہ دن ہے جس دن خانۂ کعبہ کا غلاف چڑھتا تھا۔ فرماتی ہیں جب رمضان فرض ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے کہ روزہ رکھے' تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے، اور جو چاہے کہ رکھے، تو وہ چھوڑ سکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں' عاشورہ کے دن زمانۂ جاہلیت میں قریش بھی روزہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینۂ طیبہ رونق افروز ہوئے، تو آپ نے اس کے روزہ کا حکم دیا، پھر جب رمضان فرض ہوئے، تو عاشورہ کا روزہ ترک فرمادیا، اب جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے

ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان فرض ہوئے، تو آپ نے فرمایا جو چاہے رکھے، جو چاہے ترک کر دے۔

ایک روایت میں ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر حضور

وفی روایة فقال لهم ما هذا الیوم الذی تصومونه قالوا هذا الیوم عظیم
انجی الله فیه موسیٰ وقومه وغرق فیه فرعون وقومه فصامه موسیٰ شکراً
فنحن نصومه تعظیماً له اخرجه البخاری ومسلم، واخرج ابوداؤد اخر۔
وعن جابر بن سمرة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یأمر
بصیام یوم عاشوراء ویحثنا علیه ویتعاهدنا عنده فلما فرض رمضان
لم یأمرنا ولم ینهنا عنه ولم یتعاهدنا عنده اخرجه مسلم، وعن علقمة
ان الاشعث بن قیس دخل علیٰ عبد الله وهو یطعم یوم عاشوراء فقال
یا ابا عبد الرحمٰن ان الیوم یوم عاشوراء فقال قد کان یصام قبل ان ینزل
رمضان فلما نزل رمضان ترک فان کنت مفطراً فاطعم اخرجه البخاری ومسلم
وعن سلمة بن الاکوع ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امر رجلاً
من اسلم ان اذن فی الناس من کان اکل فلیصم بقیة یومه ومن لم یکن
اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء، وفی روایة انه قال لرجل من اسلم[له]
اذن فی قومک او فی الناس بالشک اخرجه البخاری ومسلم والنسائی ۔
وعن عبد الرحمٰن بن سلمة نحوها اخرجه ابوداؤد، وعن الربیع
بنت معوذ رضی الله عنها قالت ارسل رسول الله صلی الله علیه وسلم غداة
عاشوراء الی قری الانصار التی حول المدینة من کان اصبح صائماً فلیتم
صومه ومن اصبح مفطراً فلیتم بقیة یومه فکنا بعد ذلک نصومه ونصومه
صبیاننا الصغار منهم ونذهب الی المسجد فنجعل لهم اللعبة من
العهن فاذا بکی احدهم علی الطعام اعطیناها ایاه حتی یکون عند الافطار
اخرجه البخاری ومسلم وفی روایة اخری مثله، وعن قیس بن سعد
بن عبادة رضی الله تعالیٰ عنهما قال کنا نصوم عاشوراء ونؤدی زکوٰة الفطر

[له] ای من قبیلة بنی اسلم ۱۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو روزہ رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے، جو چھوڑنا چاہے وہ افطار کر سکتا ہے۔ اس کی تخریج بخاری و مسلم نے کی ہے۔ اور امام مالک و ابوداؤد اور ترمذی نے چوتھی روایت نقل کی ہے، یہ حضرات اس روایت میں فلما فرض رمضان کے بعد فکان لو کان ھو الفریضۃ کہتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے، اور فرض رمضان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی خود روزہ رکھا اور سب مسلمانوں نے بھی، پھر جب رمضان فرض ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کا دن اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ہے لہٰذا جو چاہے روزہ رکھے۔

ایک اور روایت میں نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یوم عاشورہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھا جاتا تھا، اب جو روزہ رکھنا چاہے رکھے، اور ترک کرنا چاہے چھوڑ دے اسکی تخریج بخاری و مسلم نے کی۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اسکا حکم دیا، پھر جب رمضان فرض ہوئے تو آپ نے ترک کر دیا، اور عبداللہ (راوی حدیث) روزہ نہیں رکھتے تھے، سوائے اسکے کہ اسکا اتفاق پڑ جائے۔ (مطلب یہ کہ روزہ رکھنے والے دنوں کے درمیان میں یہ دن آجائے، چونکہ آپ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے۔ مترجم)

اور مسلم نے دوسری روایت کی مثل بیان کی، اور کہا کہ جو تم میں روزہ رکھنا پسند کرے وہ رکھے، اور جو ناپسند جانے چھوڑ دے۔ اور ابوداؤد پہلی روایت کی طرح بیان کیا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عاشورہ کے دن کی یہود بڑی تعظیم کرتے تھے اور اس دن کو وہ عید گردانتے تھے، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی روزہ رکھو۔

فلما نزل رمضان ونزلت الزکوٰة لم تؤمر بہ ولم ننہ عنہ وکنّا نفعلہ اخرجہ النسائی، وآخرج عن محمد بن الصیفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء أمنکم احد اکل الیوم ؟ فقالوا منا من صام و منا من لم یصم قال فاتموا بقیۃ یومکم وابعثوا الی اھل العروض فلیتموا بقیۃ یومھم، وروی مالک بلغہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ارسل الی الحارث بن ھشام ان غداً یوم عاشوراء فصم وأمر اھلک ان یصوموا اخرجہ فی الموطا، وعن عبید⁽¹⁾ اللہ بن ابی یزید⁽²⁾ انہ سمع ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سئل عن صیام یوم عاشوراء فقال ما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم یطلب فضلہ علی الایام الا ھذا الیوم ولا شھراً الا ھذا الشھر یعنی رمضان۔ وفی حدیث عبد اللہ بن موسیٰ قال ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحرّی صیام یوم فضلہ علی غیرہ الا ھذا الیوم یوم عاشوراء وھذا الشھر یعنی رمضان، اخرجہ البخاری ومسلم، وعن ابی قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صیام عاشوراء انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ اخرجہ الترمذی۔ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصوم یوم عاشوراء یوم العاشر اخرجہ الترمذی، وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومنّ التاسع مع یوم عاشوراء وفی روایۃ قال حین صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء۔ وامر بصیامہ فقالوا یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیہود والنصاریٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا کان العام القابل ان شاء اللہ صمنا الیوم التاسع فلم یأت العام المقبل حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وفی روایۃ

(۱) عبید. (۲) یزید.

ایک روایت میں ہے کہ خیبر والے (جو یہودی تھے) عاشورہ کے دن روزہ رکھتے عید مناتے، اور اپنی عورتوں کو اس دن کپڑے، زیور پہناتے تھے، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی روزہ رکھو۔ بخاری و مسلم نے اسکی تخریج کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ نے اُن سے دریافت فرمایا "یہ کیا ہے؟" تو انھوں نے کہا کہ یہ اچھا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو انکے دشمنوں سے نجات دی، انھوں روزہ رکھا۔ اُسوقت آپ نے فرمایا "تم سے زیادہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے کے مستحق ہیں۔ پس آپ نے روزہ رکھا اور اسکا حکم دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اُن سے فرمایا "یہ کونسا دن ہے، جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا یہ بڑا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور انکی قوم کو نجات دی، اور فرعون اور اُسکی قوم کو غرق کیا، تو حضرت موسیٰ نے شکریہ میں روزہ رکھا، اب ہم اسکی عظمت میں روزہ رکھتے ہیں۔ بخاری و مسلم نے اسکی تخریج کی اور ابو داؤد نے دوسری روایت تخریج کی۔

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم عاشورہ کے روزہ کا حکم فرماتے، اور اسکی ہمکو رغبت دلاتے اور عہد کراتے تھے پھر جب رمضان فرض ہوا، تب ہمیں نہ اسکا حکم دیتے اور نہ منع فرماتے اور نہ عہد کراتے۔ مسلم نے اس کی تخریج کی۔

حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ اشعث بن قیس حضرت عبداللہ کے پاس آئے، اور وہ عاشورہ کے دن کھانا کھا رہے تھے۔ پس کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! یہ تو عاشورہ کا دن ہے؟ انھوں نے کہا کہ فرضیت رمضان سے پہلے روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب

حکم بن الاعرج قال انتہیت الی ابن عباس رضی اللہ عنہما وھو متوسد ردائہ فی زمزم فقلت اخبرنی عن صوم یوم عاشورآء فقال اذا رأیت ھلال المحرم فاعدد واصبح یوم التاسع صائما قال ھٰکذا کان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم یصومہ قال نعم اخرجہ مسلم واخرجہ ابوداؤد الثانیۃ والثالثۃ، وفی روایۃ ذکرھا رزین عن عطآء قال سمعت ابن عباس رضی اللہ عنہما یقول صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیہود، وعن حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت اربع لم یکن یدعھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صیام عاشورآء والعشر وثلاثۃ ایام من کل شھر ورکعتان قبل الفجر اخرجہ النسائی، وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصیام بعد شھر رمضان شھر اللہ المحرم وافضل الصلوٰۃ بعد المکتوبۃ صلوٰۃ اللیل، وفی روایۃ قال سئل ای الصلوٰۃ افضل بعد المکتوبۃ قال صلوٰۃ اللیل وای الصیام افضل بعد شھر رمضان قال صیام شھر اللہ المحرم اخرجہ مسلم وابوداؤد، واخرج الترمذی والنسآئی الاول، وعن علی رضی اللہ عنہ انہ سأل رجل قال ای شھر تأمرنی ان اصوم بعد شھر رمضان؟ فقال لہ ما سمعت احدا یسأل عن ھٰذا الا رجلا سمعتہ یسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا قاعد عندہ فقال یارسول اللہ ای شھر تأمرنی ان اصوم بعد شھر رمضان قال ان کنت صائما بعد شھر رمضان فصم المحرم فانہ شھر اللہ تعالیٰ فیہ یوم تاب فیہ علی قوم ویتوب فیہ علی قوم اٰخرین اخرجہ الترمذی۔ ھٰذہ احادیث جاءت فی الکتب الستۃ مذکورۃ فی الجامع الاصول ونتبعہا باحادیث ذکرت فی جامع الکبیر تالیف سیدنا ومولانا الشیخ العارف باللہ علی المتقی الذی رتبھا وبوّبھا من جمع

رمضان فرض ہوا تو چھوڑ دیا گیا۔ لہٰذا اگر تم نے روزہ نہیں رکھا ہے تو کھاؤ۔ بخاری و مسلم نے اس کی تخریج کی۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اسلمی مرد کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو باخبر کر دے، جس نے سحری کھائی ہے، وہ باقی دن کا روزہ رکھے، اور جس نے نہیں کھائی ہے وہ بھی روزہ رکھے، کیونکہ یہ دن یوم عاشورہ ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک اسلمی مرد سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کو خبردار کر دو یا فرمایا کہ لوگوں کو خبردار کرو، شک راوی ہے۔ اسکی تخریج بخاری و مسلم اور نسائی نے کی ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن سلمہ سے اسی کی مثل ابوداؤد نے تخریج کی۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کی صبح کو اطراف مدینہ کے انصاریوں کے گاؤں کی طرف کہلا بھیجا کہ جو شخص روزہ دار ہو کر صبح کرے اسکو روزہ پورا کرنا چاہیئے، اور جو بے روزہ دار ہو، وہ بقیہ دن کو روزہ دار کی طرح گزارے۔ پس اسکے بعد ہم خود بھی روزہ رکھتے اور اپنے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھاتے اور ہم مسجد چلے جاتے۔ اور ان بچوں کیلیے ہم اون کے کھلونے بنا دیتے، جو بچہ کھانے کے لئے روتا ہم یہ کھلونا اسے دیدیتے یہانتک کہ افطار کا وقت آجاتا۔ بخاری و مسلم نے اسکی تخریج کی۔ اور ایک دوسری روایت بھی اسی کے مثل ہے۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مروی، کہتے ہیں کہ ہم عاشورہ کا روزہ رکھتے، اور فطرہ کا صدقہ ادا کرتے تھے، پھر جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی اور زکوٰۃ کا حکم اترا تو ہمیں اس کا نہ تو حکم دیا گیا اور نہ منع کیا گیا، اسی طرح ہم کرتے رہے۔ نسائی نے اس کی تخریج کی۔

محمد بن صیفی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

الجامع" للسيوطي وفيه احاديث السنة بطرق اخر لاحاجة الى اعادتها بعد ذكرها
بطرقها، اللّٰهم الا ان يكون بالفاظ اخر لم يذكره في الجامع وحديث اخر
متاعدن اه ولنذكرها وعن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله تعددها
عليه وسلم ان كنت صائما بعد شهر رمضان فصم المحرم فانه شهر الله
تعالى فيه يوم تاب فيه على قوم ويتوب فيه على قوم اخرين وحث الناس
على تجديد توبة النصوح في يوم عاشوراء وترجيه بقبول التوبة فمن تاب
فيه الى الله عزوجل من ذنوبه تاب عليه كما تاب على من قبلهم ويتوب
فيه على اخرين رواه الترمذي، وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صوموا اليوم عاشوراء وخالفوا فيه
اليهود وصوموا قبله يوما وبعده يوما رواه احمد، وعنه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لئن بقيت امرت بصيام يوم قبله اويوم بعده يعني يوم
عاشوراء رواه البيهقي في شعب الايمان، وعن ابي هريرة صوموا يوم
عاشوراء وهو يوم كانت الانبياء تصومه فصوموه رواه ابن ابي شيبه
وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء عيد من
قبلكم فصوموه انتم رواه البزار والديلمي، وعن انس رضي الله تعالى عنه
قال من صام ثلثة ايام من شهر الحرام الخميس والجمعة والسبت
كتب له عبادة سنتين، وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا كان العام المقبل صمنا يوم التاسع، وعنه انه
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عشنا خالفناهم وصمنا اليوم
التاسع، وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من صام يوم الزينة ادرك ما فاته من صيام السنة يعني يوم عاشوراء

عاشورہ کے دن دریافت فرمایا، کیا تم میں سے کسی نے آج کھایا ہے؟ عرض کیا ہم میں سے کچھ تو روزہ دار ہیں اور کچھ بے روزہ دار۔ فرمایا، تم سب باقی دن کو پورا کرو اور گرد و نواح کے لوگوں کو اطلاع کر دو کہ وہ اپنا بقیہ دن یونہی پورا کریں۔

حضرتِ امام مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انکو روایت پہنچی کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حارث بن ہشام کو اطلاع کرائی کہ کل یوم عاشورہ ہے تم روزہ رکھنا اور اپنی اہل کو حکم دینا کہ وہ بھی روزہ رکھیں۔ موطا میں اس کی تخریج ہے۔

حضرتِ عبید اللہ بن ابی یزید رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انھوں نے حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ان سے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا، میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی ایسے دن کا روزہ رکھا ہو، اور اس دن کے سوا دوسرے دنوں پر اس کی فضیلت طلب کرتے ہوں (ایسے ہی) کوئی مہینہ اس مہینہ یعنی رمضان سے افضل

اور عبد اللہ بن موسیٰ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے دن کے روزہ کی جستجو فرماتے ہوں جکو دوسرے دن پر فضیلت ہو سوائے اس دن یوم عاشورہ اور یہ مہینہ یعنی رمضان کے۔ بخاری مسلم نے اس کی تخریج کی۔

ابی قتادہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یوم عاشورہ کے روزے رکھنے پر میں گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گزشتہ سال بھر کے سیئات کا کفارہ بنا دے۔ اس کی تخریج ترمذی نے کی۔

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دسویں محرم یعنی یوم عاشورہ کے روزہ کا حکم فرمایا، ترمذی نے اسکی تخریج کی

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وروى ابو الشيخ فى الثواب انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نوحا هبط من السفينة على الجودىّ يوم عاشوراء فصام نوح وامر من معه بصيامه شكرا لله وفى يوم عاشوراء تاب الله على آدم وعلى اهل مدينة يونس وفيه فلق البحر لبنى اسرائيل وفيه ولد ابراهيم وابن مريم عليهم السلام وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من وسّع على عياله يوم عاشوراء لم يزل فى سعة سائر سنته وعن على رضى الله تعالى عنه سيد الناس آدم وسيد العرب محمد صلى الله عليه وعليه وسلم وسيد الروم صهيب وسيد الفرس سلمان وسيد الحبش بلال وسيد الجبال طور سيناء وسيد الشجرة السدرة وسيد الاشهر محرم وسيد الايام الجمعة وسيد الكلام القرآن وسيد القرآن البقرة وسيد البقرة آية الكرسى اما ان فيها خمس كلمات فى كل كلمة خمسون بركة رواه الديلمى فى مسند الفردوس وهو ضعيف ، قال العبد الضعيف وقد ورد فى حديث آخر من هذا الباب ان افضل الشهر شهر رمضان وهو ما رواه الطبرانى عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا اخبركم بان افضل الملائكة جبرئيل وافضل الايام يوم الجمعة وافضل الشهور شهر رمضان وافضل الليالى ليلة القدر وافضل النساء مريم بنت عمران اللهم الا يفرق بين الافضلية والسيادة فتدبر وبالله التوفيق -

قال الشيخ[1] شهاب الدين بن الحجر الهيتمى المصرى مفتى بلد الله الحرام وشيخ الفقهاء والمحدثين فى اداءه بذلك المقام فى الصواعق المحرقة - اعلم ما اصيب به الحسين رضى الله تعالى عنه فى عاشوراء

---

[1] نام مصنف صواعق محرقہ شہاب الدین ابن حجر مکی ۱۲

نے فرمایا، اگر اگلے سال میں حیاتِ (ظاہری میں) رہا تو ضرور نویں اور عاشورہ کا روزہ رکھوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو وہ دن ہے جسکی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سال نویں کا بھی روزہ رکھونگا۔ پس آئندہ سال ایسا آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پاچکے تھے۔

حکم بن اعرج کی روایت میں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس اُسوقت پہنچا جب وہ زمزم شریف سے اپنی چادر لپیٹے ٹیک لگائے بیٹھے تھے میں نے کہا عاشورہ کے روزہ کے بارے میں فرمائیے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تم محرم کا چاند دیکھو، تو گِنو اور نویں کا روزہ رکھو۔ کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے تھے؟ فرمایا، ہاں! اسکو مسلم نے بیان کیا، اور ابوداؤد نے دوسری اور تیسری کو۔

ایک روایت میں رزین نے حضرتِ عطاؔ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ نویں اور دسویں کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت کرو۔

اُم المومنین حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں، چار عمل ایسے ہیں جنکو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی نہیں چھوڑا۔ عاشورہ، عشرۂ ذوالحجہ اور ہر ماہ کے تین روزے، اور فجر سے پہلے دو رکعتیں (تہجد یا سنتِ فجر) نسائی نے اس کو بیان کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ماہ رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا روزہ، اللہ کا مہینہ محرم (عاشورہ) ہے،

ائمتهم والشهادة التي اكرمه الله على مزيد حظوته ورفعة درجته عند ربه والحاقه بدرجات أهل البيت الطاهرين فمن ذكر في ذلك اليوم مصابه لا ينبغي ان يشتغل الا بالاسترجاع امتثالاً للأمر واحرازاً لما رتب الله تعالى عليه بقوله أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ، ولا يشتغل ذلك اليوم الا بذلك ونحوه من عظائم الطاعات كالصوم وإياه ثم إياه ان يشتغل ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والنياحة والحزن اذ ليس ذلك من أخلاق المؤمنين والا لكان يوم وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم أولى بذلك واحرى او ببدع الناصبة المتعصبة على أهل البيت او الجهال المقابلين للفاسد بالفاسد والبدعة بالبدعة والشر بالشر من اظهار غاية الفرح والسرور واتخاذه عيداً واظهار الزينة فيه كالخضاب والاكتحال ولبس جديد الثياب وتوسيع النفقات وطبخ[ف١] الاطعمة والحبوب الخارجة عن العادات واعتقادهم ان ذلك من السنة والمعتاد في السنة ترك ذلك كله فانه لم يرد في ذلك شيء يعتمد عليه ولا اثر يرجع اليه. وقد سئل بعض ائمة الحديث والفقه عن الكحل والغسل والحناء وطبخ الحبوب ولبس الجديد واظهار السرور يوم عاشوراء فقال لم يرو فيه حديث صحيح عنه صلى الله عليه وسلم ولا عن احد من اصحابه ولا استحبه احد من ائمة المسلمين لا من الاربعة ولا من غيرهم ولم يرو في الكتب المعتمدة في ذلك صحيح ولا ضعيف، وما[ف٢] قيل ان من اكتحل يوم عاشوراء لم يرمد ذلك العام ومن اغتسل لم يمرض ذلك كذلك ومن وسع على عياله فيه وسع الله عليه سائر سنته وامثال ذلك مثل فضل صلوة فيه وانه كان فيه توبة آدم عليه السلام واستواء السفينة على الجودي وانجاء ابراهيم عليه السلام من النار وفداء الذبيح بالكبش ورد يوسف على يعقوب

ف١ يعني الائمة يستحقون الخضاب والاكتحال وغيره فالشان لم يرد به في ذلك -

ف٢ كل ذلك موضوع الاحاديث الثوم وفيه ايضاً تكلم لبعض -

اور فرائض پنجگانہ کے بعد سب سے زیادہ شرف والی نماز صلوٰۃ اللیل (نمازِ تہجد) ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ راوی نے کہا کہ پوچھا گیا کہ کونسی نماز فرائضِ مکتوبہ کے بعد افضل ہے؟ حضور نے فرمایا "صلوٰۃ اللیل (نمازِ تہجد)۔ اور کونسا روزہ رمضان کے بعد افضل ہے؟ فرمایا "اللہ کا مہینہ محرم (عاشورہ)" اسکی مسلم و ابوداؤد نے تخریج کی، اور ترمذی و نسائی نے پہلی کی تخریج کی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کونسا مہینہ رمضان کے بعد ہے جس میں آپ مجھے حکم دیں کہ میں روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا "میں نے نہیں سُنا کہ کسی نے اس بارے میں دریافت کیا ہو، بجز اسکے کہ میں نے سُنا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا درانحالیکہ میں حضور کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُس نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ رمضان مبارک کے بعد آپ کس مہینہ کا حکم فرماتے ہیں کہ میں روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا "اگر تم رمضان مبارک کے بعد روزہ دار رہنا چاہتے ہو، تو محرم کا روزہ رکھو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے" اس میں ایک دن ایسا ہے جس میں ایک قوم کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول کی، اور دوسری قوم کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا۔ ترمذی نے اس کی تخریج کی۔

یہ وہ حدیثیں ہیں جو صحاح ستہ کی ہیں، اور "جامع الاصول" میں مذکور ہیں، اسکے بعد ہم ان حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جو "جامع کبیر" میں ہیں جسکو سیدنا و مولانا الشیخ عارف باللہ علی متقی رحمۃ اللہ نے تالیف فرمایا، اور اسکو علامہ سیوطی نے ترتیب و تبویب کر کے "مجمع الجوامع" میں لکھا۔ اگرچہ اس میں احادیثِ مذکورہ بھی دوسری سندوں کے ساتھ مروی ہیں یہاں اسکے اعادہ کی حاجت نہیں، کیونکہ وہ صحاح کی سندوں کے ساتھ بیان ہو چکیں۔ البتہ اگر دوسرے لفظوں کے ساتھ ذکر ہوئیں جو "جامع الاصول" میں نہیں ہیں تو وہ بیان کر دی جائیں۔ انکے علاوہ جو حدیثیں ہیں اُن کو ہم بیان کرتے ہیں۔

عليهما السلام فكل ذلك موضوع الا حديث التوسعة على العيال لكن في سنده
من تكلم فيه فصار هؤلاء لجهلهم يتخذونه موسما واولئك لرفضهم يتخذونه
ماتما وكلاهما مخطئ مخالف للسنة كذا ذكره جميعه بعض الحفاظ - وقد صرح
الحاكم بان الاكتحال يومه بدعة مع رواية اخبر انه من اكتحل بالاثمد
يوم عاشوراء لم ترمد عينه ابدا لكن، قال انه منكر، ومن ثم اورده
ابن الجوزي في الموضوعات من طريق الحاكم قال بعض الحفاظ ومن
غير ذلك الطرق ونقل المجد اللغوي عن الحاكم ان سائر الاحاديث في
فضله غير الصوم وفضل الصلوة والانفاق والخضاب والادهان والاكتحال
وطبخ الحبوب وغير ذلك كله موضوع ومفترى، وبذلك صرح ابن القيم
ايضا فقال حديث الاكتحال والادهان والتطيب يوم عاشوراء من وضع الكذابين
والكلام فيمن خص يوم عاشوراء بالكحل، وما مر ان التوسعة فيه لها اصل
هو كذلك فقد اخرج حافظ الاسلام الزين العراقي في اماليه من طريق البيهقي
ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ومن وسع على عياله واهله يوم عاشوراء
وسع الله عليه سائر سنته ثم قال عقبه هذا حديث في اسناده لين لكن
حسن على رأي ابن حبان وله طريق اخر صححه الحافظ ابو الفضل محمد بن ناصر
وفيه زيادات منكرة وظاهر كلام البيهقي ان حديث التوسعة حسن على رأي
غير ابن حبان ايضا فانه رواه من طرق عن جماعة من الصحابة مرفوعا ثم
قال وهذه الاسانيد وان كانت ضعيفة لكنها اذا ضم بعضها الى بعض احدثت
قوة، وانكار ابن تيمية ان التوسعة لم يرو فيها شيء عنه صلى الله عليه وسلم وهم
لما علمت وقول احمد انه لا يصح اي لذاته فلا ينفي قوله حسنا لغيره والحسن
لغيره يحتج به كما بين في علم الحديث انتهى . وفي المقاصد الحسنة للشيخ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ماہِ رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہتے ہو تو محرم کا روزہ رکھو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، اس ایک دن ایسا ہے جس میں ایک قوم کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی، اور دوسری قوم کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا۔ اور حضور نے لوگوں کو رغبت دلائی کہ عاشورہ کے دن توبۃ النصوح کی تجدید کریں اور قبولِ توبہ کے خواستگار ہوں۔ پس جس نے اس دن اللہ عزوجل سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی، تو اللہ تعالیٰ اُسکی توبہ ویسے ہی قبول فرمائیگا جیسے اُن سے پہلوں کی توبہ قبول کی ہے۔ اور اس دن دوسروں کی بھی توبہ قبول فرمائیگا۔ ترمذی نے اسکو روایت کیا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یوم عاشورہ کا روزہ رکھو، اور اس میں یہود کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو۔ امام احمد نے اس کی روایت فرمائی۔

اور انہی سے مروی ہے کہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں حیات (ظاہری میں) رہا، تو عاشورہ سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کے روزے رکھنے کا بھی حکم دونگا۔ بیہقی نے "شعب الایمان" میں اس کی روایت کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ عاشورہ کا روزہ رکھو، کیونکہ اس دن انبیاء روزہ رکھتے تھے تو تم بھی روزہ رکھو۔ اس کو ابنِ ابی شیبہ نے بیان کیا۔

اور انہی سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یوم عاشورہ تم سے پہلوں کی عید ہے تم بھی روزہ رکھو۔ اسکو بزار اور دیلمی نے روایت کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہا کہ جس نے محرم الحرام کے تین دن کے روزے رکھے جمعرات، جمعہ اور ہفتہ، اُسکے لیے دو سال کی عبادت لکھی جائے گی۔

محمد السخاوی حدیث من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینه ابدا رواه الحاکم والبیهقی فی الثالث والعشرین فی الشعب والدیلمی من حدیث جبیر عن ضحاک عن ابن عباس مرفوعا، وقال الحاکم انه منکر بل موضوع اورده ابن الجوزی فی الموضوعات من هذا الوجه، ومن حدیث ابی هریرة رضی الله عنه بسند لین فیه احمد بن منصور الشونیزی فکانه ادخل علیه، انتهی حدیث من وسع علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها رواه الطبرانی والبیهقی فی شعب الایمان وفضائل الاوقات، وابو الشیخ عن ابن مسعود والاولان فقط عن ابی سعید والثانی فقط فی الشعب عن جابر وابی هریرة وقال ان اسانیده کلها ضعیفة ولکن اذا ضم بعضها الی بعض افاد قوة بل قال العراقی فی امالیه لحدیث ابی هریرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ و اورده ابن الجوزی من طریق سلیمان بن عبد الله عنه وقال سلیمان مجهول وسلیمان ذکره ابن حبان فی الثقات والحدیث حسن علی رأیه قال وله طریق اخری عن جابر علی شرط مسلم اخرجها ابن عبد البر فی الاستذکار من روایة ابی الزبیر عنه وهی اصح طرقه ورواه هو والدارقطنی فی الافراد بسند جید عن عمر موقوفا علیه، والبیهقی فی الشعب من جهة محمد بن المنتشر قلت واستدرک علیه شیخنا کثیرا لم نذکره وتعقب اعتماد ابن جوزی فی الموضوعات قول العقیلی فی هیصم بن شداخ راوی حدیث ابن مسعود انه مجهول لقوله بل ذکره ابن حبان فی الثقات والضعفاء انتهی وفی تنزیه الشریعة فی الاحادیث الموضوعة شیخ الامام الحافظ العلامة عالم المدینة النبویة فی زمانه الشیخ علی بن محمد بن العراقی حدیث من صام تسعة ایام من اول المحرم بنی الله له قبة فی الهواء میلا فی میل لها اربعة ابواب رواه ابو نعیم عن انس وفیه موسی الطویل

الاستیعاب المنتشر هیصم

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آئندہ سال آئیگا، تو ہم نویں کا بھی روزہ رکھینگے۔ اور انہی سے منقول ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آئندہ سال آئیگا، تو ہم نویں کا بھی روزہ رکھینگے۔ اور انہی سے منقول ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں حیات رہا تو یہود کی مخالفت کرونگا اور نویں کا بھی روزہ رکھوں گا۔

حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے یوم الزینت کا روزہ رکھا، اُس نے سال بھر کے فوت شدہ روزے پا لیے، یعنی یوم عاشورہ کا روزہ، اور

ابوالشیخ نے کتاب الثواب میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرتِ نوح علیہ السلام عاشورہ کے دن اپنی کشتی سے جودی پہاڑ پر اُترے اور روزہ رکھا اور ساتھیوں کو شکرِ الٰہی میں روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اور اسی عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ اور حضرتِ یونس علیہ السلام کی شہر والوں پر۔ اور اسی دن بنی اسرائیل کے لیے دریا پھاڑ دیا گیا۔ اور اسی دن حضرتِ ابراہیم اور ابنِ مریم حضرت عیسیٰ علیہما السلام پیدا ہوئے۔

حضرتِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عاشورہ کے دن جس نے اپنے گھر والوں پر رزق کی کشادگی کی، سال بھر تک برابر کشادگی رہے گی۔

حضرتِ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرتِ آدم سید الناس ہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید العرب ہیں، اور حضرتِ صہیب سید الروم، اور حضرتِ سلمان، فارس کے سردار ہیں، اور حضرتِ بلال سردارِ حبش ہیں، اور پہاڑوں کا سردار طورِ سینا ہے، اور درختوں کا سردار سدرہ (بیری کا درخت) ہے اور مہینوں کا سردار محرم،

فهو آفته وحديث من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة بصيامها وقيامها ومن صام يوم عاشوراء اعطى ثواب عشرة آلاف ملك ومن صام يوم عاشوراء اعطى ثواب الف حاج ومعتمر، ومن صام يوم عاشوراء اعطى ثواب عشرة آلاف شهيد، ومن صام يوم عاشوراء كتب الله له اجر سبع سموات، ومن اشبع جائعا في يوم عاشوراء فكانما اطعم جميع فقراء امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم واشبع بطونهم، ومن مسح على رأس يتيم يوم عاشوراء رفعت له بكل شعرة على رأسه درجة في الجنة وخلق الله السموات يوم عاشوراء والارض كمثله، وخلق القلم يوم عاشوراء واللوح كمثله، وخلق جبرئيل يوم عاشوراء والملئكة والملئكة يوم عاشوراء وخلق آدم يوم عاشوراء، وولد ابراهيم يوم عاشوراء وانجاه الله من النار يوم عاشوراء، وفدى اسمعيل عليه السلام يوم عاشوراء، وغرق فرعون يوم عاشوراء، ورفع ادريس يوم عاشوراء، وتاب الله على آدم يوم عاشوراء، و غفر ذنب داؤد يوم عاشوراء، واستوى الرب العرش يوم عاشوراء، وتقوم القيامة يوم عاشوراء، موضوع ذكره ابن الجوزي عن ابن عباس رضي الله عنهما وفيه حبيب بن حبيب وهو آفته وحديث ان الله افترض على بني اسرائيل صوم من السنة وهو يوم عاشوراء وهو يوم العاشر من المحرم فصوموا و وسعوا على اهليكم فيه فان من وسع على اهله من ماله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته فصوموه فانه اليوم الذي تاب الله فيه على آدم، وهو اليوم الذي رفع الله فيه ادريس مكانا عليا، وهو اليوم الذي نجى الله فيه ابراهيم من النار، وهو اليوم الذي اخرج فيه نوحا من السفينة، وهو اليوم الذي انزل فيه التورية على موسى، وفيه فدى الله اسمعيل من الذبح

ف: من اشبع جائعا اى جائعا يوم عاشوراء

اور دنوں کا سردار جمعہ، اور کلام کا سردار قرآنِ کریم، اور قرآنِ کریم میں سردار سورۃ بقرہ اور سورۃ البقرہ میں سردار آیۃ الکرسی ہے۔ خبردار آیۃ الکرسی میں پانچ کلمے ہیں اور ہر کلمہ میں پچاس برکتیں ہیں۔ دیلمی نے اپنی مسند الفردوس میں بیان کیا' اور یہ ضعیف ہے۔

(حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں) :- اس بارے میں دوسری حدیثوں میں وارد ہے کہ سب سے افضل مہینہ، ماہِ رمضان ہے۔ اور وہ روایت جسکو طبرانی نے حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' کیا میں تمکو اس امر سے باخبر نہ کروں کہ ملائکہ میں افضل حضرت جبریل' اور دنوں میں افضل' یوم جمعہ، اور مہینوں میں افضل' ماہِ رمضان اور راتوں میں افضل' لیلۃ القدر، اور عورتوں میں افضل' مریم بنتِ عمران ہیں۔

خدایا' مگر یہ کہ افضلیت اور سیادت میں بہت فرق ہے، خوب غور کرو، اور اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت کرتا ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین بن حجر الہیتمی مصری مفتی مکہ مکرمہ اور اپنے زمانہ کے شیخ الفقہاء والمحدثین (مصنف کتاب صواعق محرقہ) اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں اس مقام پر فرماتے ہیں کہ

خبردار! حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یوم عاشورہ کو جو مصائب درپیش آئے، درحقیقت یہ شہادت ہے' جس سے علوِ مرتبت، رفعتِ منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھتی ہے، اور یہ کہ اہلِ بیتِ اطہار کو درجوں بلند کرنا مقصود تھا لہٰذا جو بھی اس دن کے مصائب و آلام کا تذکرہ کرے' اسکو مناسب ہے کہ حکمِ الٰہی کو بجالانے کے لیے استرجاع یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے پڑھنے میں مشغول ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو اس پر ثواب مرتب فرمایا ہے' اسکا سزاوار بنے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ الآیہ (یہی تو

وهو اليوم الذي اخرج الله يوسف من السجن، وهو اليوم الذي رد الله
على يعقوب بصره، وهو اليوم الذي كشف الله فيه عن ايوب البلاء
وهو اليوم الذي اخرج الله فيه يونس من بطن الحوت، وهو اليوم الذي
فلق الله فيه البحر لبني اسرائيل، وهو اليوم الذي غفر الله فيه لمحمد
صلى الله عليه وسلم ذنبه ما تقدم وما تأخر، وفي هذا اليوم عبر موسى البحر
وفي هذا اليوم انزل الله التوبة على قوم يونس فمن صام هذا اليوم كان
كفارة اربعين سنة، واول يوم خلق الله من الدنيا يوم عاشوراء، واول
يوم نزل المطر من السماء يوم عاشوراء، فمن صام يوم عاشوراء فكانما صام
الدهر وهو صوم الانبياء وموسى، ومن احيى ليلة عاشوراء فكانما عبد الله
مثل عبادة اهل السموات السبع، ومن صلى اربع ركعات تقرأ في كل ركعة
بالحمد لله مرة وخمسين مرة قل هو الله احد غفر الله له ذنوب خمسين عاما
ماضية وخمسين عاما مستقبلة وبنى الله له في الملأ الاعلى الف منبر من نور،
ومن سقى شربة ماء فيه فكانما لم يعص الله طرفة العين، ومن اشبع
اهل البيت مساكين يوم عاشوراء مر على الصراط كالبرق الخاطف،
ومن تصدق صدقة فيه فكانما لم يرد سائلا قط، ومن اغتسل يوم عاشوراء
لم يمرض الا مرض الموت، ومن اكتحل يوم عاشوراء لم ترمد عيناه
احسن الى السنة كلها، ومن أمرّ يده على رأس يتيم فكانما امرّ يتامى ولد آدم كلهم
ومن عاد مريضا يوم عاشوراء فكانما عاد مرضى ولد آدم كلهم
ذكره ابن الجوزي في الموضوعات وقال رجاله ثقات
فالظاهر ان بعض المتأخرين وضعه وركبه على هذا
الاسناد انتهى —

وہ حضرات ہیں جن پہ انکے رب کی جانب سے رحمت وکرم ہوتا ہے۔) اس دن کسی اور جانب التفات نہ کرے سوائے اسکے، یا اس کی مثل بڑی بڑی نیکیاں وغیرہ جیسے روزہ
خبردار، خبردار! روافض کی بدعات میں مشغول نہ ہونا، مثلاً گریہ وزاری، ماتم ونوحہ وغیرہ کیونکہ مسلمانوں کے اخلاق سے بہت بعید ہے۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا دن اس سے زیادہ غم کا سزاوار ہوتا (مگر وہاں بھی ماتم ونوحہ حرام ہے)۔ (اسی طرح) متعصب خارجیوں کی بدعات سے بچو، جو اہلِ بیت کی قدح کرتے ہیں۔ (اسی طرح) جاہلوں کی بدعات سے بچو، جو فاسد کو فاسد سے، بدعت کو بدعت سے، برائی کو برائی سے تقابل کرتے ہیں کہ وہ لوگ (اس یوم عاشورہ کو) انتہائی فرحت و سرور کا اظہار کرتے، عید مناتے، زینت کی نمائش کرتے، جیسے خضاب، سُرمہ اور نئی پوشش اور فضول خرچی خلاف عادت (رنگ برنگے) کھانے پکانے وغیرہ ہیں، اور انکا یہ اعتقاد ہے کہ یہ سنت سے ہیں اور امورِ عادیہ میں سے ہیں، حالانکہ ان تمام باتوں کا چھوڑنا سنت ہے اسلیے اس بارے میں نہ کوئی قابلِ اعتماد روایت ہے نہ اثر جس کی جانب رجوع کیا جائے۔

درحقیقت بعض ائمہ حدیث اور فقہاءِ کرام سے عاشورہ کے دن سُرمہ لگانے، غسل کرنے، مہندی لگانے، کھچڑا پکانے، نئے لباس پہننے اور خوشی وانبساط کے اظہار کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو فرمایا اس بارے میں نہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی روایت ہے، اور نہ کسی صحابی سے، اور نہ ائمہ مسلمین سے کسی نے نہ ائمہ اربعہ اہلِ سنت، اور نہ انکے علاوہ اور کسی نے مستحب بتایا، اور نہ کسی قابلِ اعتماد کتبِ حدیث میں کوئی روایت ہے نہ صحیح نہ ضعیف۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر عاشورہ کے دن سُرمہ لگایا تو اس سال میں آنکھیں نہ دکھیں گی، اور یہ کہ جس نے غسل کیا وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا، اور یہ کہ جس نے اپنے عیال میں رزق کی وسعت کی اللہ تعالیٰ سال بھر رزق میں کشادگی فرمائیگا، اور اس قسم کی اور باتیں، اور یہ کہ اس دن نماز افضل ہے، اور یہ کہ

ذکر مقتل سیدنا الامام الشہید السعید سبط رسول الله الامام ابی عبد الله الحسین سلام الله علی نبینا وعلیه وعلی ابائه الکرام

عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخبرنی جبرئیل ان حسینا یقتل بشاطئ الفرات رواه ابن سعد، وعن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابنی الحسین یقتل بعدی بارض الطف وجاءنی بهذه التربة واخبرنی ان فیها مضجعه رواه ابن سعد والطبرانی فی الکبیر، وعن ام الفضل بنت الحارث قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان امتی ستقتل ابنی هذا یعنی الحسین من تربة حمراء رواه ابوداؤد والحاکم فی المستدرک وعن ام سلمة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخبرنی جبرئیل ان ابنی یقتل بارض الفرات فقلت لجبرئیل ارنی تربة الارض التی یقتل فیها فجاء بها فهذه تربتها رواه ابن سعد، ان ابنی هذا یعنی الحسین یقتل بارض هو بارض العراق یقال لها کربلاء فمن شهد ذلك منکم فلینصره رواه البغوی وابن السکن والباوردی وابن منده وابن عساکر عن انس بن الحارث بن منبه قال البغوی لا اعلم روی غیره وقال ابن السکن لیس یروی الا من هذا الوجه ولا یعرف لانس غیره ان جبرئیل اخبرنی ان ابنی الحسین یقتل وهذه تربة تلك الارض رواه خلیل فی الارشاد عن عائشة وام سلمة معا ان جبرئیل کان معنا فی البیت فقال اتحبه فقلت اما فی الدنیا فنعم فقال ان امتك ستقتل هذا بارض یقال لها کربلاء فتناول جبرئیل من تربته فاراه رواه الطبرانی فی الکبیر

الباوردی

اس دن حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی۔ جودی پہاڑ پر کشتی قایم ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی۔ حضرت اسمٰعیل کے ذبح کے وقت دُنبہ کا فدیہ آیا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام واپس آئے۔ یہ سب موضوع ہیں سوائے حدیث عیال پر وسعتِ رزق کے، لیکن اسکی سند میں کلام ہے۔ لہٰذا خارجیوں، ناصبیوں نے اپنی جہالت کے سبب اس دن کو موسم سُرور بنا لیا اور رافضیوں نے ماتم کا دن۔ حالانکہ یہ دونوں خطا کار اور مخالف سنت ہیں۔ ان سب کو چند حفاظِ حدیث نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

بلاشبہ حاکم نے تصریح کی ہے کہ اس دن سُرمہ لگانا بدعت ہے۔ دوسری روایت میں جو یہ ہے کہ اس دن جس نے سُرمہ لگایا کبھی اُسکی آنکھ کو آشوب نہ ہوگا اسکے لیے بھی کہا کہ منکر ہے۔ ابنِ جوزی نے اپنی موضوعات میں حاکم کی سند سے اسی مقام پر بیان کیا ہے۔ اور بعض حافظوں نے دوسری سندوں سے بھی نقل کیا ہے۔ مجدالدین لغوی (صاحبِ قاموس)، حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ کے سوا تمام وہ حدیثیں جو عاشورہ کی فضیلت اور نماز، انفاق، خضاب، تیل و سُرمہ غلہ پکانے وغیرہ کی فضیلت میں منقول ہیں، سب موضوع اور بہتان ہیں۔ اسی طرح ابنِ قیم نے تصریح کرتے ہوئے کہا کہ سُرمہ لگانے، تیل ملنے اور خوشبو لگانے کی حدیث عاشورہ کے دن کے لیے جھوٹوں کی من گھڑت ہے۔ یہ کلام اُس شخص کے لیے ہے جو عاشورہ کے دن کے لیے سُرمہ لگانا خاص کرے، اور وہ جو گزرا کہ اس دن رزق میں فراخی و کشادگی کرے اس کی اصل ہے، جیسا کہ حافظ الاسلام زین عراقی نے "امالیہ" میں بیہقی کی سند سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال میں رزق کی فراخی و کشادگی کی اللہ تعالیٰ سال بھر رزق میں وسعت فرمائیگا۔ پھر اسکے بعد کہا کہ یہ حدیث اپنی سند میں لین ہے، لیکن ابن حبان کی رائے پر

عن أم سلمة ان جبرئيل اخبرني ان امتي هذا يقتل وانه اشتد غضب الله
على من يقتله رواه ابن عساكر عن ام سلمة ان جبرئيل اراني التربة التي
يقتل عليه الحسين فاشتد غضب الله على من يسفك دمه فيا عائشة
والذي نفسي بيده انه يحزنني فمن هذا من امتي يقتل حسينا بعدي
رواه ابن سعد عن عائشة رضي الله عنها ان جبرئيل اتاني فاخبرني ان
ابني يقتله امتي فقلت فارني تربته فاتاني تربة حمراء رواه الطبراني في الكبير [illegible]
عن زينب بنت جحش اوحى الله تعالى الي اني قتلت بيحيى بن زكريا
سبعين الفا واني قاتل بابن بنتك سبعين الفا وسبعين الفا رواه الحاكم
في المستدرك عن ابن عباس قام عندي جبرئيل من قبل فحدثني ان
الحسين يقتل بشط فرات وقال هل لك ان اشمك من تربته قلت نعم
فمد يده فقبض قبضة من تراب فاعطانيها فلم املك عيني ان فاضتا [illegible]
رواه احمد وابو يعلى وابن سعد والطبراني في الكبير عن علي رضي الله عنه
وعن ابي امامة وعن انس وعن عائشة وروى ابن عساكر عن ام سلمة
وعن أم الفضل بنت الحارث زوجة العباس وابن سعد عن عائشة و
ابو يعلى عن زينب ام المؤمنين كاني انظر الى كلب ابقع يلغ في دماء اهل بيتي [illegible]
رواه ابن عساكر عن الحسين بن علي يا عائشة الا اعجبك لقد دخل علي
ملك انفا ما دخل علي قط فقال ان ابني هذا مقتول وقال ان شئت اريتك
تربة يقتل فيها فتناول الملك بيده فاراني تربة حمراء رواه الطبراني في الكبير
عن عائشة يزيد لا بارك الله في يزيد الطعان اللعان اما انه نعي الي حبيبي [illegible]
وسخيلي حسين اتيت بتربته ورأيت قاتله اما انه يقتل بين ظهراني قوم
فلا ينصرونه الا عمهم الله بعقاب رواه ابن عساكر عن ابن عمر يقتل الحسين

حسن ہے۔ انکی دوسری سند ہے جسے حافظ ابو الفضل محمد بن ناصر نے صحیح کہا ہے اس میں زیادات منکرہ ہیں، اور بیہقی کا ظاہر کلام یہ ہے کہ حدیثِ توسع ابن حبان کی رائے کے علاوہ بھی حسن ہے۔ کیونکہ انھوں نے مختلف سندوں کے ساتھ جماعتِ صحابہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ پھر کہا کہ یہ سندیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن جب انکو باہم ملایا جائے تو ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

اور ابنِ تیمیہ کا انکار کہ توسع کی کوئی روایت حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے، یہ وہم ہے جیسا کہ تم ابھی جان چکے ہو۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صحیح نہیں ہے یعنی صحیح لغایتہ نہ ہونے سے انکی نفی نہیں ہوتی کہ وہ حسن لغیرہ بھی نہیں ہے۔ حالانکہ حسن لغیرہ بھی علم حدیث میں قابلِ حجت ہوتی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ انتہی

اور حضرت شیخ محمد سخاوی کی کتاب "مقاصدِ حسنہ" میں یہ حدیث ہے کہ جس نے عاشورہ کے دن اثمد کا سرمہ لگایا تو اسکی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی، اسکو حاکم اور بیہقی نے "شعب الایمان" کی تیئسویں شعب میں روایت کی۔ اور دیلمی نے حضرت جبیر کی حدیث کو ضحاک سے انھوں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت کی۔ اور حاکم کہتے ہیں کہ یہ منکر ہی نہیں بلکہ موضوع ہے، اسکو اسی وجہ کے ساتھ ابنِ جوزی اپنی موضوعات میں لائے ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اسلئے ضعیف ہے اس میں احمد ابنِ منصور شونیزی ہے، گویا یہ حدیث "مدخل علیہ" ہے۔ انتہی

اور یہ حدیث کہ جس نے عاشورہ کے دن میں اپنے گھر والوں پر رزق کی فراخی و کشادگی کی، اللہ تعالی اُس پر پورے سال فراخی و کشادگی فرمائے گا۔ اسے طبرانی اور بیہقی نے "شعب الایمان" اور "فضائل اوقات" میں روایت کی ہے۔ اور ابو الشیخ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ اور صرف پہلی دونوں حدیثیں حضرت ابو سعید سے اور صرف دوسری شعب میں حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، اور کہا کہ ان سب کی

على رأس ستين سنة من مهاجري رواه الطبراني في الكبير، والخطيب وابن عساكر عن أم سلمة وفيه سعد بن طريف متروك وقال ابن حبان يضع الحديث واورده ابن الجوزي في الموضوعات يقتل الحسين حين يعلوه القتير رواه الطبراني في الكبير وفيه سعيد بن طريف نعى الي الحسين واتيت بتربته واخبرت بقاتله رواه الديلمي عن معاذ، وفي جامع الاصول من حديث الترمذي عن سلمى امرأة من الانصار قالت دخلت على ام سلمة وهي تبكي قلت ما يبكيك قالت رأيت الآن رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام وعلى رأسه ولحيته التراب وهو يبكي فقلت مالك يا رسول الله؟ قال شهدت قتل الحسين آنفا، وفيه من حديث البخاري والترمذي عن انس قال اتي عبيد الله بن زياد برأس الحسين فجعل في طست فجعل ينكت وقال في حسنه شيئا قال انس فقلت والله انه كان اشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم وكان مخضوبا بالوسمة وفي رواية قال كنت عند ابن زياد فجيئ برأس الحسين فجعل يضرب بقضيب في انفه ويقول ما رأيت مثل هذا حسنا فقلت اما انه كان اشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم اخرج الرواية الاولى البخاري والثانية الترمذي، وفيه عن عمارة بن عمير قال لما جيئ برأس عبيد الله بن زياد واصحابه نضدت في المسجد في الرحبة فانتهيت اليهم وهم يقولون قد جاءت قد جاءت فاذا حية قد جاءت تخلل الرؤس حتى دخلت في منخر عبيد الله بن زياد فمكثت هنيهة ثم خرجت فذهبت حتى تغيبت ثم قالوا قد جاءت قد جاءت ففعلت ذلك مرتين او ثلثا اخرجه الترمذي، وفي تاريخ الخلفاء للسيوطي واخرج البيهقي في الدلائل عن ابن عباس قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم نصف النهار اشعث اغبر بيده قارورة فيها دم فقلت بابي انت وأمي يا رسول الله

سندیں ضعیف ہیں، لیکن جب سب کو ایک کو دوسرے کے ساتھ باہم ملائیں تو "قوت" کا فائدہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بلکہ عراقی نے اپنی کتاب "امالی" میں کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی اسناد میں سے بعض کو ابن ناصر حافظ نے صحیح کہا ہے۔ اور ابن جوزی موضوعات میں اس حدیث کو سلیمان بن ابی عبیداللہ جو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں بلائے ہیں اور کہا کہ سلیمان مجہول ہے۔ حالانکہ سلیمان کو ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کرایا ہے، اور یہ حدیث انکی رائے میں حسن ہے، اور اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مسلم کی شرط کے موافق ہے مروی اسکی تخریج عبدالبر نے "استیعاب" میں بروایت ابو زبیر از جابر رضی اللہ عنہ کی ہے اور یہ سب سے زیادہ صحیح ہے، اور اسکو انھوں نے اور دار قطنی نے "افراد" میں جید سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف علیہ اور بیہقی نے "شعب" میں محمد بن منتشر کی سند سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر ہمارے مشائخ نے بکثرت مواخذے کیے ہیں، لیکن ہم نے اسکا ذکر نہیں کیا۔ اور اعتماد ابن جوزی نے "موضوعات" میں عقیلی کے قول کے بعد جو ہیصم ابن شداخ راوی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ یہ مجہول ہے تعاقب کیا ہے، بلکہ اس کا ذکر ابن حبان نے ثقات اور ضعفاء میں کیا ہے۔ انتہیٰ

شیخ امام حافظ علامہ، عالم مدینہ منورہ اپنے زمانہ میں الشیخ علی بن محمد بن عراقی کی کتاب "تنزیہ الشریعۃ فی احادیث الموضوعہ" میں حدیث ہے کہ "جس نے محرم کے پہلے نو دنوں کے روزے رکھے اُسکے لیے اللہ تعالیٰ ہوا میں ایک قبہ بنائیگا جس کی پیمائش میل در میل ہوگی اور اسکے چار دروازے ہونگے۔" اسکو ابو نعیم نے حضرت انس سے روایت کی ہے چونکہ اس سند میں موسیٰ طویل ہے، وہ ایک آفت تھا (یعنی خوب گھڑا کرتا تھا)۔

ما هذا؟ قال وهو الحسين واصحابه ام ازل التقطه منذ اليوم فاحصي ذلك اليوم فوجد وقد قتل يومئذ۔ واخرج ابونعيم في الدلائل عن ام سلمة قال سمعت الجن تبكي على الحسين وتنوح عليه۔ واخرج الثعلبي في اماليه عن ٦ الثعلبي
ابي جبان الكلبي قال اتيت كربلا فقلت لرجل من الاشراف بها بلغني انكم تسمعون نوح الجن فقال ما تلقى احدا الا اخبرك انه سمع ذلك قلت فاخبرني ما سمعت انت قال سمعتهم يقولون شعر:-

مسح الرسول جبينه فله بريق في الخدود
ابواه من عليا قريش وجده خير الجدود

واخرج ابويعلى بسند ضعيف عن ابي عبيدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال امر امتي قائما بالقسط حتى يكون اول من يثلمه رجل من بني امية يقال له يزيد۔ واخرج الروياني في مسنده عن ابي الدرداء سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اول من يبدل سنتي رجل من بني امية يقال له يزيد، وقال نوفل بن ابي الفرات كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد فقال امير المؤمنين يزيد بن معاوية فقال تقول امير المؤمنين وامر به فضرب به عشرين سوطا انتهى،

له سورانجزانتا ادر ١٢٠١

استطراد بذكر مصالحة امام المسلمين حسن بن علي ومعاوية بن ابي سفيان رضي الله عنهم

اعلم ان في سنة احدى واربعين خرج معاوية على الامام السيد حسن بن علي رضي الله عنهما فنزل له الحسن عن الخلافة فسمي هذا العام الجماعة لاجتماع الامة فيه على خليفة واحدة وفيه ولى معاوية مروان بن الحكم المدينة

اور یہ حدیث کہ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسکے لیے ساٹھ سال کی عبادت جس میں روزہ نماز ہے لکھے گا، اور جس نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اُسکو دس ہزار فرشتوں کا ثواب دیا جائیگا، اور جس نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اُسے ایک ہزار حج وعمرہ کا ثواب دیا جائیگا، اور جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اُسے دس ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جائیگا، اور جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ساتوں آسمانوں کا ثواب لکھے گا۔

اور جس نے عاشورہ کے دن کسی بھوکے کو کھانا کھلایا اُس نے گویا اُمتِ محمدیہ کے تمام فقراء کو کھانا کھلایا اور اُن کو سیر کردیا، اور جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا، تو اُسکے سر کے ہر ہر بال کے بدلے جنت میں بلند درجہ ملے گا، اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن جبریل کو پیدا کیا، اور عاشورہ ہی کے دن فرشتوں کو پیدا کیا، اور عاشورہ کے دن آدم کو پیدا کیا، اور عاشورہ کے دن حضرتِ ابراہیم پیدا ہوئے اور اُسی دن آگ سے اُن کو نجات ملی، اس دن اسمٰعیل کا فدیہ آیا، اور عاشورہ ہی کے دن فرعون غرق ہوا، اور عاشورہ کے دن ادریس کو اُٹھایا، اور یوم عاشورہ کو آدم کی توبہ قبول ہوئی، اور یوم عاشورہ کو داؤد کی لغزش معاف ہوئی، یوم عاشورہ کو اللہ تعالیٰ نے عرش پر استویٰ کیا، اور یوم عاشورہ کو قیامت قائم ہوگی" یہ سب موضوع ہیں اسے ابن جوزی نے حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے، چونکہ اس سند میں حبیب ابن حبیب ہے جو فتنہ پرداز تھا۔ (اسی طرح) یہ حدیث کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن کا روزہ فرض کیا وہ عاشورہ کا دن ہے اور وہ محرم کی دسویں ہے۔ لہٰذا روزہ رکھو اس دن' اور اپنے اہل پر رزق کی فراخی وکشادگی کرو، کیونکہ جس نے اپنے اہل پر اپنے مال میں سے یوم عاشورہ کو وسعت کی' تو اللہ تعالیٰ اُس پر تمام سال فراخی کریگا۔ روزہ رکھو' کیونکہ یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے

وفي سنة ثلاث واربعين فتح الري وغيرها من بلاد سجستان وكوران من
بلاد سودان وفيها استخلف معاوية زياد بن امية وهي اول قضية غير فيها
حكم النبي صلى الله عليه وسلم في الاسلام ذكره الثعلبي وغيره - وفي سنة خمسين
دعا معاوية اهل الشام الى البيعة بولاية العهد من بعده لابنه يزيد
فبايعوه وهو اول من عهد بالخلافة لابنه واول من عهد بها في صحته
ثم انه كتب الى مروان بالمدينة ان يأخذ البيعة له فخطب مروان
فقال ان امير المؤمنين رأى ان يستخلف عليكم ولده يزيد على سنة
ابي بكر وعمر رضي الله عنهما فقام عبد الرحمن بن ابي بكر الصديق فقال
بل سنة كسرى وقيصر ان ابا بكر وعمر لم يجعلاها في اولادهما ولا في احد
من اهل بيتهما ثم حج معاوية سنة احدى وخمسين واخذ البيعة
لابنه فبعث الى ابن عمر فتشهد وقال اما بعد يا ابن عمر انك كنت تحدثني
انك لا تحب تبيت ليلة سوداء ليس عليك فيها امير واني احذرك ان تشق
عصا المسلمين او تسعى في فساد ذات بينهم فحمد ابن عمر الله واثنى عليه
ثم قال اما بعد فانك قد كانت قبلك خلفاء لهم ابناء وليس ابنك خير
من ابنائهم فلم يروا في ابنائهم ما رأيته في ابنك ولكنهم اختاروا للمسلمين
حيث علموا الخيار وانك تحذرني ان اشق عصا المسلمين ولم اكن لافعل انما
انا رجل من المسلمين فاذا اجتمعوا على امر فانما انا رجل منهم فقال يرحمك الله
فخرج ابن عمر ثم ارسل الى ابن ابي بكر فتشهد ثم اخذ في الكلام فقطع عليه
كلامه وقال انك والله لوددت انا وكلناك في امر ابنك الى الله والله لا نفعل
والله لتردن هذا الامر شورى بين المسلمين ولنعيدنها عليك خدعة ثم
وثب ومضى فقال معاوية اللهم اكفنيه بما شئت ثم قال على رسلك

حضرتِ آدم کی توبہ قبول کی۔ یہ وہ دن ہے جس دن حضرتِ ادریس کو بلند مرتبہ پر فائز کیا اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ابراہیم کو آگ سے نجات دی۔ اور یہ وہ دن ہے جس دن حضرتِ نوح کو کشتی سے اُتارا۔ اور یہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ پر توریت اُتاری۔ اور یہ کہ حضرتِ اسمٰعیل کا بوقتِ ذبح فدیہ اُتارا۔ اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرتِ یوسف کو جیل خانہ سے نکالا۔ اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرتِ یعقوب کی بصارت واپس فرمائی۔ اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرتِ ایوب سے بلاؤں کو دور کیا۔ اور یہ وہ دن ہے کہ اللہ نے اس دن حضرتِ یونس کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔ اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے دریا پھاڑا۔ اور یہ وہ دن ہے جس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخشے۔ اور یہ وہ دن ہے جس دن حضرت موسیٰ نے دریا عبور کیا۔ اور یہ وہ دن ہے جس دن حضرتِ یونس کی قوم پر توبہ اُتاری۔ پس جو شخص اس دن کا روزہ رکھے گا چالیس سال کا کفارہ ہوگا۔ اور پہلا دن ہے کہ اللہ نے دنیا میں یوم عاشورہ کو پیدا کیا۔ اور یہ پہلا دن ہے کہ آسمان سے بارش اُتاری۔ پس جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا گویا تمام زمانہ کا روزہ رکھا۔ اور یہ انبیاء اور موسیٰ علیہم السلام کا روزہ ہے۔ اور جس نے شبِ عاشورہ کو شب بیداری کی گویا اُس نے ساتوں آسمان والوں کی برابر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ اور جس نے چار رکعت نماز پڑھی جس کی ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور قل ھو اللہ احد پچاس بار پڑھی تو اللہ تعالیٰ اُسکے گزشتہ پچاس اور آئندہ کے پچاس سال کے گناہ بخش دیگا، اور اللہ تعالیٰ اُسکے لیے ملاء اعلیٰ میں نور کے ایک ہزار منبر بنائیگا۔ اور جس نے ایک گھونٹ پانی پلایا گویا کہ اُس نے ایک آن بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ اور جس نے اہلِ بیت کے مسکینوں کا پیٹ عاشورہ کے دن بھرا تو وہ صراط پر چمکتی بجلی کی طرح گزر جائیگا۔ اور جس نے کوئی خیرات کی گویا اُس نے کبھی بھی کسی سائل کو نہیں لوٹایا۔

ايها الرجل لا تشرفن على اهل الشام فانى اخاف ان يسبقونى بنفسك حتى
اخبر العشيرة انك قد بايعت ثم اكن بعد ذلك على ما بدا لك من امرك
ثم ارسل الى ابن الزبير فقال يا ابن الزبير انما انت ثعلب رواغ كلما خرج من
جحر دخل جحرا آخر وانك عمدت الى هذين الرجلين فنفخت فى مناخرهما
وحملتهما على غير رأيهما فقال ابن الزبير ان كنت قد مللت الامارة فاعتزلها
وهلم ابنك فلنبايعه ارأيت اذا بايعنا ابنك معك لايكما نسمع ونطيع لا نجمع
لكما البيعة ابدا ثم راح وصعد معاوية المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم
قال انا وجدنا احاديث الناس ذات عوار زعموا ان ابن عمر وابن ابى بكر و
ابن الزبير لن يبايعوا يزيد وقد سمعوا واطاعوا وبايعوا له فقال اهل الشام
والله لا نرضى حتى يبايعوا له على رؤس الاشهاد والا ضربنا اعناقهم قال
سبحان الله ما اسرع الناس الى قريش بالشر لا اسمع هذه المقالة من احد
منكم بعد اليوم ثم نزل فقال الناس بايع ابن عمر وابن ابى بكر وابن الزبير
وهم يقولون لا والله فيقول الناس بلى وارتحل معاوية فلحق بالشام - قال
الحسن البصرى افسد امر الناس اثنان عمرو بن العاص يوم اشار على
معاوية برفع المصاحف فحملت وقال ابن القراء فحكم الخوارج ولا يزال
هذا التحكيم الى يوم القيمة والمغيرة بن شعبة فانه كان عامل معاوية
على الكوفة فكتب اليه معاوية اذا قرأت كتابى فاقبل معزولا فابطأ عنه
فلما ورد عليه قال ما ابطأ بك قال امر كنت اوطيه واهيئه قال وما هو
قال البيعة ليزيد من بعدك قال اوفعلت قال نعم قال ارجع الى عملك
فلما خرج قال له اصحابه ما وراءك قال وضعت رجل معاوية فى غرز غى
لا يزال فيه الى يوم القيمة - وقال ابن سيرين وفد عمرو بن حزم على معاوية

رواغ اى روغنده ١٢

اور جس نے یوم عاشورہ کو غسل کیا سوائے مرض موت کے کبھی بیمار نہ ہوگا۔ اور جس نے اس دن سرمہ لگایا سال بھر تک اسکی آنکھیں آشوب نہ کرینگی۔ اور جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا گویا اس نے تمام اولادِ آدم کے یتیموں کے ساتھ بھلائی کی۔ اور جس نے کسی مریض کی عیادت کی گویا اس نے تمام اولادِ آدم کے مریضوں کی عیادت کی۔ ان سب کو ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعد والوں نے اسکو وضع کر کے ان سندوں کے ساتھ ترتیب دیدی ہے۔ انتہیٰ

شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید الامام، شہید باسعادت، سبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام ابو عبداللہ الحسین سلام اللہ علی جدہ وعلیہ وعلی آبائہ الکرام کی شہادت کا بیان

امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو جبریل نے خبر دی کہ حسین فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے۔ ابن سعد نے اس کی روایت کی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا فرزند حسین میرے بعد طف کے میدان میں شہید کیا جائیگا، اور یہ مٹی میرے پاس لائے ہیں، اور مجھکو خبر دی ہے کہ یہ انکے مدفن کی جگہ ہے۔ ابن سعد اور طبرانی نے "کبیر" میں روایت کی ہے۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عنقریب میری امت میرے اس فرزند حسین کو شہید کریگی، اور انکے مدفن کی جگہ کی سرخ رنگ کی مٹی میرے پاس لائی گئی، ابو داؤد

فقال له اذكر الله في امة محمد بمن تستخلف عليها فقال نصحت وقلت برأيي وانه لم يبق الا ابني وابناؤهم وابني احق، وقال عطية ابن قيس خطب معاوية فقال اللهم ان كنت عهدت ليزيد لما رأيت من فضله فبلغه ما املت واعنه وان كنت انما حملني حب الوالد لولده وانه ليس لما صنعت به اهلا فاقبضه قبل ان يبلغ ذلك ولد[1] يزيد الشقي المريد سنة خمس او ست وعشرين وجعله ابوه ولي عهد واكره الناس على ذلك كما تقدم فلما مات معاوية وذلك في شهر رجب سنة ستين بايعه اهل الشام ثم بعث الى اهل المدينة من يأخذ له البيعة فابى الحسين وابن الزبير ان يبايعا وخرجا من ليلتهما الى مكة فاما ابن الزبير فلم يبايع ولا دعا الى نفسه، واما الامام حسين فكان اهل الكوفة يكتبون اليه يدعونه الى الخروج اليهم زمن معاوية وهو يأبى فلما بويع يزيد اقام على ما هو مهموما يجمع الى الاقامة مرة ويريد المسير اليهم اخرى فاشار اليه ابن الزبير بالخروج وكان ابن عباس يقول له لا تفعل وقال له ابن عمر لا تخرج فان رسول الله صلى الله عليه وسلم خيره الله بين الدنيا والأخرة فاختار الأخرة وانك بضعة منه ولا تنالها يعني الدنيا فاعتنقه وبكى وودعه فكان ابن عمر يقول غلبنا حسين بالخروج ولعمري لقد رأى في ابيه واخيه عبرة وكلمه في ذلك ايضا جابر بن عبد الله وابو سعيد وابو واقد الليثي وغيرهم فلم يطع احدا وصمم على المسير الى العراق فقال ابن عباس والله لاظنك تقتل بين ابنائك ونسائك وبناتك كما قتل عثمان فلم يقبل منه فبكى ابن عباس وقال اقررت عين ابن الزبير ولما رأى ابن عباس عبد الله بن زبير قال قد

[1] له ولد يزيد في ٢٥ھ او ٢٦ھ في خلافة سيدنا عثمان رضي الله عنه ن ولد

اور حاکم نے "مستدرک" میں اس کو روایت کیا۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا فرزند سرزمین فرات میں شہید کیاجائیگا میں نے جبریل سے کہا اُنکے مقتل کی مٹی لاکر دکھاؤ، پس وہ وہاں کی مٹی لائے ہیں۔

ابنِ سعد نے اسکو روایت کیا۔ "میرے اس فرزند" سے مُراد حسین ہے، جو سرزمینِ عراق میں شہید ہونگے، جسکو کربلا کہا جاتا ہے، پس جو کوئی اُسوقت موجود ہو اُنکی نصرت و مدد کرے۔ بغوی، ابن السکن، باوردی، ابنِ مندہ اور ابنِ عساکر نے حضرت انس ابن حارث کی سند سے اسکی روایت کی ہے۔ بغوی کہتے ہیں میں نہیں جانتا اسکے سوا کسی اور نے روایت کی ہو، اور ابن السکن نے کہا کہ انس کی اسکے سوا کوئی اور روایت سوائے اس سند کے نہ تو کوئی مروی ہے اور نہ معلوم ہے۔

جبریل نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسین شہید کیا جائیگا اور یہ اُس زمین کی مٹی ہے خلیلی نے "ارشاد" میں اسکو نقل کیا۔ اور حضرت عائشہ اور اُم سلمہ سے مروی ہے کہ جبریل ہمارے ساتھ گھر میں تھے، اُنھوں نے کہا کہ آپ انکو محبوب رکھتے ہیں؟ حضور نے فرمایا "یقیناً دنیا میں ہاں۔ پھر جبریل نے عرض کیا آپ کی اُمت اُس سرزمین میں انکو شہید کردے گی جسکو "کربلا" کہا جاتا ہے۔ پھر جبریل نے وہاں کی مٹی مجھے لاکر دکھائی طبرانی نے "کبیر" میں اس کو بیان کیا۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جبریل نے مجھے خبر دی کہ میرا یہ فرزند شہید کیا جائے گا، اور یہ کہ جو انکو قتل کرینگے اُن پر اللہ کا شدید غضب ہے ابنِ عساکر سے روایت کی۔

اُم سلمہ سے مروی ہے کہ جبریل نے اُس جگہ کی مٹی لاکر دکھائی جہاں امام حسین کی شہادت ہوگی۔ پس اللہ کا سخت غضب ہے اُس شخص پر جو انکا خون بہائے۔

الیٰ ما احبت هٰذا الحسین یخرج ویترک الحجاز وتمثل ۔ شعر

مالک من قنبرة بمعمر خلی لک الجو فابیضی واصفری
ونقری ما شئت ان تنقری صیادک الیوم علیک فابشری

وابعث اهل العراق الی الحسین الرسل والکتب یدعونه الیهم فخرج من مکة متوجهاً الی العراق فی عشر ذی الحجة ومعه طائفة من اهل بیته رجالاً ونساء وصبیانا فکتب یزید الی والیه بالعراق عبید الله بن زیاد بقتاله فوجه الیه جیشا اربعة الاف امّر علیهم عمرو بن سعد بن ابی وقاص فخذله اهل الکوفة کما هو شانهم مع ابیه من قبله فلما ارهقته السلاح عرض علیهم الاستسلام والرجوع والمضی الی یزید فیضع یده فی یده فابوا الا قتله فقتل وجیٔ برأسه فی طست حتی وضع بین یدی ابن زیاد لعن الله قاتله وابن زیاد معه ویزید ایضاً، وکان قتله بکربلا وفی قتله قصة فیها طول لا یحتمل القلب ذکرها فانا لله وانا الیه راجعون ۔
وقتل معه ستة عشر رجلاً من اهل بیته، ولما قتل الحسین مکث الدنیا سبعة ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرة والکواکب یضرب بعضها بعضاً، وکان قتله یوم عاشوراء کسفت الشمس ذلک الیوم واحمرت افاق السماء ستة اشهر بعد قتله ثم لا زالت الحمرة تری فیما بعد ذلک الیوم ولم تکن تری فیما قبله، وقیل انه لم یقلب حجر بیت المقدس یومئذ الا وجد تحته دم عبیط وصار الورس[1] الذی فی عسکرهم رماداً ونحروا ناقة فی عسکرهم فکانوا یرون فی لحمها النیران وطبخوها فصارت مثل العلق وتکلم رجل فی الحسین بکلمة فرماه الله بکوکب من السماء فطمس بصره قال الثعلبی روت الرواة من غیر وجه عن

---

[1] درس الحنطة درساً ودراساً داسها ۱۲ ق

اے عائشہ! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مجھ کو انتہائی ملال ہے کہ میری اُمت میں کون ایسا ہوگا جو میرے حسین کو قتل کرے گا۔ ابنِ سعد نے اس کو بیان کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جبریل میرے پاس خبر لیکر آئے کہ میرے فرزند کو میری اُمت قتل کردیگی، میں نے کہا کہ وہاں کی مٹی لاکر دکھاؤ، تو سُرخ رنگ کی مٹی لاکر اُنھوں نے دکھائی۔ طبرانی نے "کبیر" میں روایت کی۔

حضرت زینب بنت جحش سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ ابن زکریا کے بدلے ستر ہزار قتل کرائے اور آپ کے فرزند کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار قتل کراؤں گا۔ حاکم نے اسے "مستدرک" میں بیان کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میرے پاس پہلے سے جبریل کھڑے تھے مجھ سے کہا کہ فرات کے کنارے حسین شہید کیے جائینگے، اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو آپ کو وہاں کی مٹی سنگھادوں۔ میں نے کہا ہاں! تو اُنھوں نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ایک مُٹھی مٹی لیکر مجھے دی، تب میری آنکھیں قابو میں نہ رہیں اور آنسو بہنے لگے۔ اس حدیث کو احمد، ابو یعلیٰ، ابنِ سعد اور طبرانی نے "کبیر" میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابی امامہ اور انس اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ اور ابن عساکر نے اُم سلمہ، اُم الفضل بنت الحارث زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے، اور ابنِ سعد نے حضرت عائشہ سے، اور ابو یعلیٰ زینب اُم المومنین سے روایت کرتے ہیں کہ گویا میں اُس چتکبرے کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میری اہل بیت کے خون میں مُنھ ڈال کر پی رہا ہے۔ ابن عساکر نے اسے سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اے عائشہ کسقدر تعجب انگیز خبر ہے کہ ابھی ابھی میرے پاس وہ فرشتہ آیا جو کبھی نہیں آیا تھا، اُس نے مجھ سے کہا کہ میرا یہ فرزند مقتول ہے، اور کہا کہ اگر آپ

عبد الملك بن عمرو الليثي قال رأيت هذا القصر واشار الى قصر الامارة بالكوفة رأس الحسين بن علي رضي الله عنهما بين يدي عبيد الله بن زياد على ترس ثم رأيت رأس عبيد الله بن زياد بين يدي المختار بن عبيد ثم رأيت رأس المختار بين يدي مصعب بن الزبير ثم رأيت رأس مصعب بن الزبير بين يدي عبد الملك، فحدثت بهذا الحديث عبد الملك فتطير منه وفارق مكانه

ولما قتل الحسين وبنو ابيه بعث ابن زياد برؤسهم الى يزيد فسر بقتلهم اولا ثم ندم لما مقته المسلمون على ذلك وابغضه الناس وحق لهم ان يبغضوه. وفي سنة ثلث وستين بلغه ان اهل المدينة خرجوا عليه وخلعوا فارسل جيشا كثيفا وامرهم بقتالهم ثم المسير الى مكة لقتال ابن الزبير فجاؤا وكانت وقعة الحرة على باب طيبة وما ادراك ما وقعة الحرة وقعة لا يسع القلب ذكرها ولا يحتمل السمع استماعها ذكرها الحسن مرة فقال والله ما كان ينجو منهم احد قتل فيها خلق من الصحابة وغيرهم ونهبت المدينة وافتض فيها الف عذراء فانا لله وانا اليه راجعون

قال النبي صلى الله عليه وسلم من اخاف المدينة اخافه الله وكانت عليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين رواه مسلم.

كان سبب خلع اهل المدينة له ان يزيد اسرف في المعاصي واخرج الواقدي من طرق ان عبد الله بن حنظلة الغسيل قال والله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا ان نرمي بالحجارة من السماء انه رجل ينكح امهات الاولاد والبنات والاخوات ويشرب الخمر ويدع الصلوة، قال الذهبي ولما فعل يزيد باهل المدينة ما فعل مع شرب الخمر واتيانه المنكرات اشتد عليه الناس وخرج عليه غير واحد ولم يبارك الله في عمره

چاہیں تو انکے مقتل کی مٹی لاکر دکھاؤں۔ پھر فرشتے نے ہاتھ اٹھایا، اور سرخ رنگ کی مٹی لاکر دکھائی۔ طبرانی نے "کبیر" میں اسکو بیان کیا۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یزید! اللہ تعالیٰ اس یزید قاتل ملعون میں برکت نہ کرے؟ سنو! میرے پیارے محبوب فرزند حسین کی خبر شہادت کے ساتھ انکے مقتل کی مٹی میرے پاس لائی گئی۔ میں نے انکے قاتل کو دیکھا ہے، سنو! جن لوگوں کے سامنے انکو شہید کیا جائیگا وہ ان کی مدد نہ کرینگے، اس بنا پر اللہ تعالیٰ اُن پر عذاب عام مسلط کریگا۔ ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

اور حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) ہجری سن ساٹھ کی ابتداء میں شہید کیے جائینگے۔ اسکو طبرانی نے "کبیر" میں اور خطیب و ابن عساکر نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا اور اس میں سعد ابن طریف راوی ہے جو متروک ہے۔ اور ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ شخص حدیثیں گھڑا کرتا تھا، اور ابن جوزی اسکو موضوعات میں لائے ہیں۔

حضرت حسین اسوقت شہید کیے جائینگے جبکہ ان پر سن کہولت آنیوالا ہوگا۔ اسکو طبرانی نے "کبیر" میں بیان کیا، اس میں بھی سعد بن طریف راوی ہے۔

مجھے حسین کی شہادت کی خبر دی گئی اور وہاں کی مٹی لائی گئی، اور یہ کہ اُن کے قاتل سے باخبر کیا گیا۔ اس کو دیلمی نے معاذ سے روایت کی۔

اور "جامع الاصول" میں ترمذی کی حدیث سلمیٰ سے مروی ہے جو کہ ایک انصاری عورت تھی۔ اس نے کہا کہ حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو وہ رو رہی تھیں میں نے کہا کیوں روتی ہو؟ کہا میں نے ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، اور آپ کے سر اور داڑھی کے بال گرد آلود تھے اور آپ بھی گریہ کناں تھے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا

وسار جيش الحرة الى مكة لقتال ابن الزبير فمات امير الجيش فاستخلف عليهم اميرا فوافوا مكة فحاصروا ابن الزبير وقاتلوه ورموه بالمنجنيق وذلك فى صفر سنة اربع وستين واحترقت من شرارة عن نيرانهم واستار الكعبة وسقفها وقرنا الكبش الذى فدى به اسمٰعيل وكانا فى السقف واهلك الله يزيد فى نصف ربيع الاول من هذا العام فجاء الخبر بوفاته۔

شهر صفر

اعلم انه قد وقع نفى صفر والنهى عن التطير به فى احاديث كثيرة بطرق متعددة فلنذكر اولاً الاحاديث الواردة فيه ثم نبين المراد به نقلاً عما قال علماء الاحاديث من "جامع الاصول" عن جابر رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا عدوى ولا صفر ولا غول اخرجه مسلم۔ وعن ابى هريرة قال ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لا عدوى ولا صفر ولا غول ولا هامة فقال اعرابى يا رسول الله فما بال ابل يكون فى الرمل كانها الظباء فيأتى البعير الاجرب فيدخل فيها فيجربها قال فمن اعدى الاول اخرجه البخارى ومسلم وابو داود۔ وفى رواية البخارى لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، ولمسلم لا عدوى ولا هامة ولا نوء ولا صفر وله فى اخرى ولا غول۔ وعن ابن عطية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا عدوى ولا هامة ولا صفر ولا يحل الممرض على المصح حيث شاء قالوا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ذلك قال انه اذى اخرجه مالك فى الموطأ۔ احاديث الجامع الكبير لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم كما تفر من الاسد رواه احمد فى مسنده

میں ابھی ابھی مقتلِ حسین سے آرہا ہوں"۔ اور اس میں بخاری و ترمذی کی حدیث بروایتِ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد (گورنرِ کوفہ) کے پاس حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک لایا گیا اور ایک طشت میں رکھا گیا، پس اُس نے چھڑی سے چھیڑنا شروع کیا اور انکے حُسن کے بارے میں کچھ کہا۔ حضرتِ انس فرماتے ہیں، میں نے کہا خدا کی قسم! یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہ تھے درانحالیکہ اُس وقت وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا میں ابنِ زیاد کے پاس بیٹھا ہُوا تھا کہ حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک لایا گیا، تو وہ چھڑی سے آپکی ناک میں چھیڑنے لگا، اور کہتا تھا میں نے ایسا صاحبِ حُسن کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے کہا، سنو! بیشک یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ پہلی روایت کو بخاری نے اور دوسری کو ترمذی نے تخریج کی۔ اور اس میں عمارہ بن عمر سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اُسکے ساتھیوں کا سر کاٹ کر لایا گیا، میں نے قصد کیا کہ صحنِ مسجد کی طرف جاؤں، تو میں پہنچ گیا (اچانک) وہ لوگ کہنے لگے کہ وہ آیا وہ آیا! ناگاہ ایک بڑا سانپ سروں کے درمیان گھُسا، یہانتک کہ عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا، کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر نکل کر چلا گیا، حتیٰ کہ وہ غائب ہو گیا پھر لوگ کہنے لگے وہ آیا! وہ آیا! پس اس سانپ نے اسطرح تین مرتبہ کیا۔ اسکو ترمذی اور علامہ سیوطی نے "تاریخ الخلفاء" میں نقل کیا، اور بیہقی نے دلائل میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوپہر کے وقت دیکھا کہ پراگندہ بال و غبار آلودہ ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ

والبخاری عن ابی هریرة لا یعدی شیء شیئا فمن اجرب الاول لا عدوی
ولا صفر خلق الله کل نفس فکتب حیاتها ورزقها ومصابها رواه احمد فی مسنده
والترمذی عن ابن مسعود لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر ولا غول
رواه احمد ومسلم عن جابر لا عدوی ولا صفر ولا هامة رواه احمد و
البیهقی وابوداؤد عن ابی هریرة، ورواه احمد ومسلم عن السائب بن یزید
لا صفر ولا هامة ولا یعدی سقیم صحیحا رواه القاضی محمد بن عبد الباقی الانصاری
فی خبر من حدیثه عن شیوخه عن علی لا صفر ولا هامة ولا عدوی ولا یتم (ن: فی جزء من حدیثه)
شهران ستین یوما ومن خفر ذمة الله لم یرح ریح الجنة رواه الطبرانی
فی المعجم الکبیر، وابن عساکر عن عبد الرحمن بن ابی عمیرة المزنی ورواه الطبرانی
عن ابی امامة ایضا بلفظ لا عدوی ولا صفر ولا هامة ولا یتم شهران ثلثین
یوما ومن خفر ذمة الله لم یرح رائحة الجنة لا عدوی ولا هامة ولا صفر
خلق الله کل نفس فکتب حیاتها وموتها ومصیباتها ورزقها رواه احمد والخطیب
عن ابی هریرة لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر فمن اعدی الاول رواه
احمد وابن ماجة، والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس لا عدوی ولا هامة ولا صفر
ولا یحل الممرض علی المصح ولیحل المصح حیث شاء قیل ولم قال ذلک قال
لانه اذی ورواه البیهقی عن ابی هریرة لا عدوی ولا هامة ولا صفر واتقوا
المجذوم کما تتقون الاسد لا عدوی ولا هامة ولا غول ولا صفر، رواه
ابن جریر عن ابی هریرة وعن ثعلبة بن یزید الحمانی قال سمعت علیا یقول (ن: الحمانی)
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا صفر ولا هامة ولا یعدی سقیم صحیحا
قلت انت سمعت هذا من رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم سمع اذنی و
بصر عینی رواه ابن جریر وصححه، واذا فرغنا عن سوق الاحادیث حان

میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے ؟ فرمایا، یہ حسین اور اُنکے ساتھیوں کا خون ہے، میں اسکو فلاں دن سے جمع کر رہا ہوں۔ جب میں نے شمار کیا تو وہی دن تھا جس دن وہ شہید کیے گئے تھے۔

ابو نعیم نے "دلائل" میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا، وہ کہتی ہیں کہ میں نے سُنا کہ جن، حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ پر روتے اور نوحہ کرتے تھے،

اور ثعلب نے "امالی" میں ابو جناب کلبی سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں کربلا میں آیا، میں نے دریافت کیا، یہاں کے کون لوگ شریف ہیں؟ میں نے سُنا ہے کہ تم لوگ جنوں کے نوحے سُنا کرتے ہو؟ اُس نے کہا تم یہاں جس سے بھی ملاقات کرو گے وہ تم کو یہی بتائے گا کہ میں نے ایسا سُنا ہے۔ تو میں نے کہا بتاؤ تم نے کیا سُنا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں نے جنوں کو یہ شعر کہتے سُنا ہے ؎ (ترجمہ)

رسول نے ان کی پیشانی پر دستِ مبارک پھیرا
تو ان کے رُخساروں سے روشنی چمکتی ہے
ان کے والدین قریش کے بزرگ تر تھے
اور اِن کے نانا سب سے بہتر تھے

ابو یعلٰی نے سندِ ضعیف کے ساتھ ابو عبیدہ سے روایت کی، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ہمیشہ میری اُمت کا معاملہ حق و انصاف پر قائم رہیگا یہاں تک کہ پہلا ایک آدمی بنی اُمیہ میں سے ہو گا جسے یزید کہینگے وہ رخنہ ڈالے گا

رویانی نے اپنی مُسند میں ابو الدرداء سے روایت کی کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، پہلا وہ شخص جو میری سُنت کو بدلے گا وہ بنی اُمیہ میں سے ایک آدمی ہو گا جس کا نام یزید ہو گا۔

اور نوفل بن ابو الفرات نے کہا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے

ان نشرع في بيان ما قالوا في المراد بصفر فنقول قال ابن الاثير في النهاية هو في زعم العرب حية في البطن تصيب الانسان اذا جاع وتوذيه وانها تعدى فابطله الاسلام، وفي الكرماني شرح البخاري هو بفتحتين حية في البطن اعتقدوا انها اعدى من الجراب، وفي الطيبي شرح المشكوة زعموا انها تعض اذا جاع وما يوجد عند الجوع من الالم فمن عضه وقيل هو الشهر المعروف زعموا ان فيه تكثر الدواهي والفتن فنفاه الشارع وفي النهاية وقيل اراد به النسئ وهو تاخير المحرم الى صفر ويجعلون المحرم صفرا وهو شهر الحرام، وفي شرح الامام النواوي على صحيح مسلم الصفر دواب في البطن وهي دود تهيج عند الجوع وربما قتلت، ودواب بدال مهملة دبلو موحدة عند الجمهور وروى ذوات بذال المعجمة ومثناة فوقانية وله وجه وفي النهاية ومن الاول صفرة في سبيل الله خير من حمر النعم اى جوعه والصفر الينا دود تقع في الكبد وشراسيف الاضلاع فيصفر عنه الانسان جدا وربما قتلت، وفي مشارق الانوار للقاضي عياض قوله ولا صفر قيل المراد الشهر المعلوم وتغيير اهل الجاهلية حكمه ورسمه في النسئ وتاخيرهم المحرم اليه وتحريمه وهذا قول مالك وغيره، وقيل بل معناه الاصفر والمراد به دواب في البطن كالحيات تصيب الانسان اذا جاع وتعدى فابطل الاسلام العدوى وفي جامع الاصول قال ابوداؤد وقال بقيه سألت محمد بن راشد من قوله لا هامة فقال كان اهل الجاهلية يقولون ليس احد يموت فيدفن الا خرج من قبره هامة وعن قوله لا صفر فقال يستشئمون بدخول صفر فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا صفر قال وسمعت من يقول هو وجع يأخذ في البطن يزعمون انه يعدى قال ابوداؤد وقال مالك كان اهل الجاهلية

پاس تھا، ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا، اُس نے کہا "امیر المومنین یزید بن معاویہ" اُنھوں نے فرمایا تو اسکو "امیر المومنین" کہتا ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس کے بیس کوڑے مارے جائیں۔ انتہیٰ

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح

سیدنا امام حسن بن علی مرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کی مصالحت کے ذکر میں

جاننا چاہیے کہ جب ۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہ نے حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم پر چڑھائی کی، تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے انکے حق میں خلافت سے دست برداری اختیار فرمائی۔ تب سے اس سال کا نام "عام الجماعۃ" پڑ گیا، کیونکہ اس سال میں ایک خلیفہ پر اُمت نے اجماع کیا۔ اور اسی سال حضرت امیر معاویہ نے مروان بن حکم کو مدینہ منورہ کا گورنر بنایا۔ اور ۴۳ھ ہجری میں "رے" کو فتح کیا، اور اسکے علاوہ سجستان کے کچھ شہروں کو، اور سوڈان کے نواحی علاقہ کو بھی فتح کیا۔ اور اسی سال حضرت امیر معاویہ نے اُمیّہ کے بیٹے زیاد کو نائب بنایا۔ یہ پہلا قضیہ ہے کہ اسلام میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تبدیلی عمل میں آئی۔ اس کو ثعلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

۵۰ھ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شامیوں کو اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کی ولیعہدی کی بیعت پر بلایا، تو سب نے اُسکی بیعت کی۔ یہ پہلا شخص ہے جو اپنے بیٹے کی خلافت کے لیے عہد لیا گیا، اور یہ کہ اپنی صحت کی حالت میں اپنا ولیعہد بنایا۔ پھر یہ کہ مروان کو مدینہ میں خط بھیجا کہ وہاں اس پر بیعت لے۔ چنانچہ مروان

يحلون صفر اعاماً ويحرمونه عاماً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صفر وفيه فى شرح غريب الطاء قد ذكر فى الحديث وتفسير قوله لا صفر والعرب تزعم ان فى البطن حية تصيب الانسان اذا جاع وتوذيه وانها تعدى فابطله الاسلام. قال العبد الضعيف اصلح الله حاله وخفف اثقاله هكذا جاءت الاقوال مختلفة فى بيان المراد بصفر وحاصلها يؤل الى ثلثة اما الشهر المعروف او الدود فى البطن او النسئ المذكور وذكره فى باب التطير يؤيد الاول وفى باب العدوى الثانى والله اعلم واذا بين المراد بصفر ناسب ان نبين المراد (ف معنی عدوی)
من الالفاظ الاخر التى وقعت فى الاحاديث العدوى يقال اعدى المرض اذا اصابه مثله لمقارنته ومجاورته او مواكلته ومباشرته وقد ابطله الاسلام كذا فى جامع الاصول. الطيرة فى شرح جامع الاصول لمصنفه (ف معنی طیرہ) الطيرة ما يتشاءم به من الفاعل الردى وغيره واشتقاقه من الطير وكانت العرب تطير الغراب والاحل ونحوهما من الطيور ويتشاءم به ويرى ان ذلك مانع من الخير فنفى الاسلام ذلك وقال لا طيرة وهو مصدر كالتطير تطير الرجل تطيرا وطيرة كما قالوا تخيرت الشئ تخيرا وخيرة ولم يجئ من المصادر على هذا القياس غيرهما، والفال واصله بالهمزة وقد تخففت وهو مثل (ف معنی فال) ان يكون الرجل مريضاً ويسمع آخر يقول يا سالم او يكون طالباً فيسمع آخر يقول يا واحد فيقع فى ظنه انه يبرأ من مرضه ويجد ضالته وهو محبوب وسيجئ تحقيقه، قال العدوى اسم من الاعداء كالبقوى من الابقاء و (ف معنی العدوی) اعداه الداء بان يصيبه مثل ما اصاب لصاحب الداء بان يكون ببعير جرب مثلاً فيتقى مخالطة بابل اخرى حذراً ان يتعدى ما به من الجرب اليها ويظنون انه بنفسه يتعدى فابطله الاسلام واعلمه النبى صلى الله عليه وسلم

ك كالدعوى والتقوى من الادعاء والاتقاء ١٢ مجمع البحرين

خطبہ دیا کہ امیر المومنین کی منشاء ہے کہ تم پر اپنے بیٹے یزید کو بطریق سنتِ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ بنا دیا جائے، اسوقت حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر فرمایا، نہیں! قیصر و کسریٰ کی سنت پر! کیونکہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہ تو اپنی اولاد کو خلیفہ نامزد کیا، اور نہ کسی گھر والوں کو۔

پھر ۵۱ھ ہجری میں حضرت امیر معاویہ نے حج کیا، اور اپنے بیٹے کے واسطے بیعت طلب کی۔ چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا، وہ تشریف لائے اُن سے حضرت معاویہ نے کہا، اے ابنِ عمر! تم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ کیا یہ بات تمکو پسند نہیں کہ کسی شب تاریک میں سو جاؤ، درانحالیکہ تمہارے اوپر اسوقت امیر نہ ہو۔ اب میں تمکو بچانا چاہتا ہوں کہ تم مسلمانوں کی لاٹھی کو ٹکڑے کرو یا اُن میں فساد ڈال دو۔ اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا کہ بعد حمد و ثناء کے تمکو معلوم ہے کہ تم سے پہلے بھی خلفاء گزرے ہیں، اور اُنکے فرزند، اولاد بھی تھی، اور تمہارا بیٹا اُنکی اولاد سے زیادہ بہتر بھی نہیں ہے لیکن اُنھوں نے پھر بھی اپنی اولاد کے لیے یہ تجویز نہ کیا جو تم اپنی اولاد کے لیے تجویز کر رہے ہو۔ لیکن اُن خلفاء نے مسلمانوں کو اختیار دیا کہ وہ جہاں بہتر سمجھیں اور تم مجھے اس سے ڈراتے ہو کہ میں مسلمانوں کی لاٹھی کو دو ٹکڑے نہ کروں، حالانکہ میں ایسا ہرگز نہ کروں گا، میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ جب تمام مسلمان کسی ایک بات پر مجتمع ہو جائینگے، تو میں بھی اُن میں کا ایک فرد ہونگا۔ حضرت امیر معاویہ نے کہا خدا تم پر رحمت کرے۔ اسکے بعد حضرت ابنِ عمر چلے گئے۔ پھر حضرت ابنِ ابو بکر رضی اللہ عنہما کو بلوایا، وہ آئے اور اُن سے گفتگو شروع کی۔ اُنھوں نے گفتگو قطع کر کے کہا، بیشک تم نے خدا کی قسم یہ چاہا ہے کہ ہم نے تمکو تمہارے بیٹے کے معاملہ میں اللہ کی طرف سے وکیل بنا دیا ہے؟ خدا کی قسم ایسا نہ کرو! خدا کی قسم ہم اس معاملہ کو

باذن الله يمرض ويتنزل الداء ولذا قال فمن اعدى الاول اى من اين صار فيه الجرب، وقال التوربشتى فى شرح المصابيح العدوى مجاوزة العلة والخلق الى الغير وهو يزعم الطب فى سبع الجذام والجرب والجدرى والحصبة والبخر والرمد والامراض الوبائية، وفى المشارق للقاضى عياض العدوى ماكانت يعتقده الجاهلية من تعدى داء ذالداء الى من يجاوره ويلاصقه ممن ليس به داء فنفاه الشرع، وقوله صلى الله عليه وسلم لاعدوى يحتمل النهى عن قول ذلك واعتقاده او النفى لحقيقة ذلك كما قال لايعدى شئ شيئا. وقوله فمن اعدى الاول وكلاهما مفهوم من الشرع الهام جمع هامة وهو طائر كانت العرب تزعم ان عظام الميتة تصير هامة فتطير وكانوا يقولون ان القتيل يخرج من هامة اى من رأس هامة ولايزال يقول اسقونى حتى يقتل قاتله. وفى النهاية الهامة هى الرأس واسم طائر وهو المراد فى الحديث وذلك انهم كانوا يتشاومون بها وهو من طير الليل وقيل هى البومة وقيل كانت العرب تزعم ان روح القتيل الذى لايدرك بثاره تصير هامة فتقول اسقونى فاذا ادرك بثاره طارت، وقيل كانوا يزعمون ان عظام الميتة وقيل روحه تصير هامة فتطير ويسمونه الصدى فنفاه الاسلام ونهاهم عنه، وقال الطيبى الهامة اسم يتشاءم به الناس وكانت العرب تزعم ان عظام الميت اذا بليت تصير هامة وتخرج من القبر وتتردد وتأتى بالخبار اهله فابطل صلى الله عليه وسلم هذا الاعتقاد وقيل هى البومة اذا سقطت على دار احد هم رآها ناعية له اولبعض اهله وهو بتخفيف الميم على المشهور وقيل بتشديدها، وقال القاضى عياض الهام طائر يألف الموتى والقبور وهو الصدى ايضا وهو ما يطير بالليل وهو غير البوم يشبهه

مسلمانوں کے سامنے مجلسِ مشاورت میں صاف کرینگے ہم اسے تمہارے نفس کا فریب جانتے ہیں۔ پھر وہ جھپٹ کر چلے گئے۔ اسکے بعد امیرِ معاویہ نے کہا، اے خدا مجھکو اسکے شر سے جسطرح تو چاہے بچا۔ پھر کہا اے شخص ٹھہر جا۔ شامیوں کے پاس نہ جانا، کیونکہ مجھکو یہ خوف ہے کہ وہ میرے لیے تم پر سبقت نہ کر جائیں، حتیٰ کہ میں سب کو یہ خبر نہ سنا دوں کہ تم نے بیعت کر لی ہے، اسکے بعد جو دل میں آئے سو کرنا۔

پھر حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا، ان سے کہا، اے ابنِ زبیر! تم چالاک لومڑی ہو کہ جب کبھی ایک بل سے نکلتے ہو، تو جھٹ دوسرے بل میں داخل ہو جاتے ہو۔ یقیناً تم ان دونوں شخصوں سے ملے ہو، اور ان کے نتھنوں میں پھونک ماری ہے، اور ان دونوں کو انکی رائے کے خلاف بھکا دیا ہے۔ حضرت ابن زبیر نے جواب دیا، اگر تم امارت کے مالک ہو، تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ، اور اپنے بیٹے کو پھر لاؤ، پھر ہم اس سے بیعت کر لینگے۔ تم غور نہیں کرتے جب ہم نے تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کی بھی بیعت کر لی تو ہم کس کس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔ تم دونوں کی بیعت ایک ساتھ کبھی جمع نہیں ہو سکتی۔ اسکے بعد وہ چلے گئے۔

پھر امیرِ معاویہ منبر پر چڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پڑھ کے کہا، میں نے لوگوں کو شرمناک باتیں کرتے پایا ہے، وہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر اور ابنِ ابوبکر اور ابنِ زبیر رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت نہیں کی؟ حالانکہ ان سب نے سُنا اور مانا اور اسکی بیعت کی ہے۔ اس پر شامیوں نے کہا ہم اُس وقت تک ہرگز تسلیم نہیں کرینگے جبتک کہ وہ سب کے سامنے آکر بیعت نہ کریں، ورنہ ہم اُنکی گردن مار دینگے۔ امیر معاویہ نے کہا، سبحان اللہ! لوگ قریش کے ساتھ کتنی جلدی بُرائی کرنے پر آمادہ ہیں۔ آج کے دن کے بعد کبھی تم سے میں ایسی باتیں نہ سنوں۔

پھر نیچے اتر آئے، اور اسکے بعد لوگ چرچا کرنے لگے کہ حضرت ابنِ عمر، حضرت ابنِ ابوبکر

وكانت العرب تزعم ان الرجل اذا قتل فلم يدرك بثاره خرج من
هامته وهو على رأسه طائر يصيح على قبره اسقوني فانا عطشان حتى يُقتل
قاتله واشعارهم في هذا كثيرة، وقال بعضهم يخرج من رأسه دودة
فتنسلخ عن طائر فيحلي ذلك، فنهى النبي صلى الله عليه وسلم ويحتمل انه
نهى عن هذا واليه ذهب غير واحد واليه يحيى الحربي وابو عبيد
وقال مالك في تفسيره اراد الطيرة التي يقال لها الهامة، قال القاضي
وقد يحتمل انه اراد الطير بها فان العرب ايضاً كانت يتطير بالطائر
المسمى بالهام، ومنهم من كان يتيمن به والى هذا ذهب شمر بن حمد
ويه وحكاه عن ابن الاعرابي قال ابو عبيد كانت العرب تزعم ان عظام
الموتى تصير هامة تطير ويسمون الطائر الذي يخرج من هامة الميتة
اذا بلي وهو الصدى - **الغول** في شرح جامع الاصول هو الحيوان الذي
كانت العرب تزعم انه تعرض لها في بعض الاوقات والطرق فيغتال الناس
وانه ضرب من الشياطين وليس قوله ولا غول نفياً لعين الغول ووجوده
وانما فيه ابطال زعم العرب في اغتياله وتلونه في الصور المختلفة يقول
لاتصدّقوا بذلك، وفي النهاية الغول واحد الغيلان وهو جنس من
الشيطان والجن كانوا يزعمون ان الغول في الفلاة تترآى الناس
فتتغوّل تغولاً اى يتلوّن في صور شتّى ويغولهم اى يضلهم عن الطريق
ويهلكهم فنفاه صلى الله عليه وسلم وابطله وقيل لا غول ليس نفياً
لعين الغول بل ابطال زعم العرب في تلوّنه في الصور المختلفة واغتياله
اى انها لا تضل احداً، ويشهد له حديث لا غول ولكن السعالي وهي سحرة
الجن اى ولكن في الجن سحرة لهم تخييل وتلبيس، ومنه حديث اذا

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم نے بیعت کر لی ہے۔ حالانکہ وہ حضرات فرماتے رہے کہ خدا کی قسم ہم نے بیعت نہیں کی۔ پھر لوگ کہتے ہاں نہیں کی۔ اس کے بعد امیر معاویہ شام واپس چلے گئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے لوگوں کے معاملہ میں فساد برپا کیا۔ ایک تو عمرو بن العاص ہیں کہ نیزوں پر قرآن اٹھانے کا امیر معاویہ کو اشارہ کیا سو اٹھائے گئے۔ اور ابن الفراء نے کہا پھر خارجیوں کو حکم دیا کہ یہ تحکیم قیامت تک باقی رہے گی۔

دوسرے مغیرہ بن شعبہ ہیں، کیونکہ یہ کوفہ میں حضرت امیر معاویہ کے گورنر تھے انھوں نے انکو خط لکھا کہ جب تم اسکو پڑھو تو فوراً معزول ہو کر چلے آؤ۔ لیکن مغیرہ نے دیر لگائی، جسوقت وہ حضرت معاویہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے دیر کرنے پر باز پرس کی۔ کہا کہ ایک معاملہ پیش آگیا تھا، اسکو نبٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دریافت کیا وہ کونسا معاملہ ہے؟ کہا کہ تمہارے بعد یزید کی بیعت! پوچھا کیا تم نے اسکو انجام دے لیا؟ کہا ہاں! امیر معاویہ نے کہا اپنی جگہ بحال ہو کر چلے جاؤ۔ وہاں سے جب مغیرہ اپنے ہمراہیوں کے پاس آئے، تو پوچھا، کیا معاملہ پیش آیا؟ کہا کہ میں نے معاویہ کے پاؤں چمڑے کی رکاب میں ایسے رکھ دیئے ہیں کہ قیامت تک اُس میں رہینگے۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ عمرو بن حزام قاصد بنکر امیر معاویہ کے پاس آیا ان سے کہا، امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے حق میں خدا سے ڈرو، ان پر کسکو خلیفہ مقرر کرتے ہو۔ جواب میں کہا تم نے اپنی نصیحت سُنی، اور تو نے کہا میری یہ رائے ہے حالانکہ میرے بیٹے اور اُنکے بیٹوں کے سوا کوئی باقی نہیں ہے اور میرا بیٹا زیادہ حق دار ہے۔ اور عطیہ بن قیس نے کہا کہ امیر معاویہ نے خطبہ میں کہا، اے خدا!

تحقيق ن
تغولت الغيلان فبادروا بالاذان اى ادفعوا شرها بذكر الله تعالى فانهم يتفرقون وهو يدل على انه لم يرد بنفيها عدمها، وقال البغوى بل اخبر انها لا تقدر على شئ من الاضلال والاهلاك الا باذن الله تعالى.
ويقال ان الغيلان سحرة الجن تفتن الناس بالاضلال، وفى المفاتيح شرح المصابيح هو بالفتح مصدر غاله اهلكه وبالضم اسم كانوا يزعمون انها تراءت الناس فنفاه الشرع، ويحتمل انه دفع ببعثته صلى الله عليه وسلم كما دفع الاستراق، قال الطيبى واما حديث اعوذ بك ان اغتال فهو من الغول وهو هلاك الشئ من حيث لا يحس، قلت ويؤيده ما ورد فى نهاية واعوذ بك

تحقيق ن
من ان اغتال من تحتى اى ادهى من حيث لا اشعر يريد به الخسف كذا فى النهاية، وقال القاضى عياض فى المشارق قوله ولا غول بضم الغين جاء فى الحديث تفسيرها بالغول التى تغول بفتح التاء والغين يريد تلون فى صور مثل الغيلان سحرة الجن وكانت العرب تقول ان الغيلان تتراءى الناس فتغول تغول اى تتلون لهم وتضلهم عن الطريق وتهلكهم فابطل النبى صلى الله عليه وسلم هذا الشان.

معنى نوء ن
النوء فى شرح جامع الاصول النوء واحد الانواء وهى ثمانية وعشرون نجما هى منازل تسقط فى الغرب ثلثة عشر ليلة منها منزلة مع طلوع الفجر فتطلع اخرى مقابلها فتنقضى هذه الثمانية وعشرون مع انقضاء السنة وكانت العرب تزعم ان سقوط المنزلة وطلوع نظيرها يكون مطر فينسبون المطر الى المنزلة ويقولون مطرنا بنوء كذا وانما يسمى نوءا لانه اذا سقط الساقط منها بالمغرب فاتى الطالع بالمشرق ينوء نوءا اى نهض وطلع وقيل ان النوء هو الغروب وهو من الاضداد، قال ابو عبيد ولم يسمع فى النوء انه السقوط

اگر میں نے یزید کو اسکی قابلیت دیکھ کر ولیعہد کیلئے ہے تو اسکو تو اس پر پہنچا جو میں نے چاہا ہے اور اسکی مدد کر۔ اور اگر میں نے محبتِ پدری میں جو اولاد کے ساتھ ہوتی ہے ایسا کیا ہے اور وہ اس کام کا اہل نہیں، تو اسے ولیعہدی پر پہنچنے سے قبل ہی موت دے دے۔

یزید بدبخت شقی و سرکش ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوا، اور اس کے باپ نے اسکو ولیعہد بنایا، درانحالیکہ لوگ سخت ناپسند کرتے تھے جیسا کہ گزرا۔ جسوقت حضرت معاویہ کا انتقال ہوا اور یہ واقعہ رجب ۶۰ھ کا ہے، تو شامیوں نے اسکی بیعت کرلی۔ پھر اہلِ مدینہ کی طرف قاصد بھیجا کہ وہ اس کی بیعت لے تب حضرتِ امام حسین اور حضرتِ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت سے انکار کردیا اور راتوں رات مکہ مکرمہ کی طرف چلے گئے۔ لیکن حضرتِ ابنِ زبیر نے نہ تو اسکی بیعت کی، نہ اپنی طرف کسی کو بلایا۔

لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے آپ کی طرف امیر معاویہ کے زمانہ میں ہی خطوط لکھے تھے اور خروج کی طرف بلا رہے تھے، مگر آپ انکار کرتے رہے، پس جب یزید کی بیعت لی گئی، تو یہ اسوقت تردد لاحق ہوگیا، کبھی اقامت، یعنی ٹھہرے رہنے کا ارادہ فرماتے، کبھی انکی طرف تشریف لیجانے کا عزم کرتے۔ حضرتِ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما نے روانگی کا مشورہ دیا، اور حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایسا عزم نہ کیجئے، اور حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آپ نہ جایئے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت دونوں کا اختیار دیا تھا، لیکن آپ نے آخرت کو پسند فرمایا، چونکہ آپ حضور ہی جگر گوشہ ہیں اسلیے آپ کو بھی دنیا نہ ملے گی۔ اسکے بعد وہ گلے مل کر روئے اور رخصت کردیا۔ اسکے بعد حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ روانگی کے

الا فى هذا الموضع وانما غلظ النبى صلى الله عليه وسلم فى امر الانواء لان العرب كانت تنسب المطر اليها فاما من جعل المطر من فعل الله عزوجل واراد بقوله مطرنا بنوء كذا اى فى وقت كذا وهو هذا النوء الفلانى فان ذلك جائز، وقد قيل ان عمر بن الخطاب اراد ان يستسقى فنادى بالعباس بن عبد المطلب كم بقى من نوء الثريا فقال ان العلماء بها يزعمون انها تعرض فى الافق سبعا بعد وقوعها فما مضت تلك السنة حتى غيث الناس واراد عمر كم بقى من الوقت الذى قد جرت العادة انه اذا تم اتى الله بالمطر، وفى النهاية فى حديث امر الجاهلية الانواء هى ثمان وعشرون منزلة وينزل القمر كل ليلة فى منزلة منها ومنه والقمر قدرناه منازل وباقى كلامه مثل كلام شرح جامع الاصول الا المنقول من ابى عبيد، وقال الكرمانى فى شرح صحيح البخارى النوء بفتح النون و سكون واو فهمزة زعموا ان المطر لاجل ان الكوكب نوء اى غرب او طلع و من زعمه انه فاعل محدث فيه فليس من الوقت فى غيرها الا وهو معروف بنوع من مرافق العباد ثم حكى قصة الاستسقاء زمن عمر على ما حكاه فى جامع الاصول وقال القاضى ابن العربى من انتظره منها على انها فاعلة من دون الله او بجعل الله شريكا فيها فهو كافر لان الخلق من الله وحده، ومن انتظره منها على اجراء العادة فلا شئ عليه، وقال النواوى لكنه يكره لانه شعار الكفر وموهم له - قال الطيبى يكره كراهة تنزيهية، وقال القاضى عياض وكذا من امر الجاهلية ذكر الانواء ومن قال مطرنا بنوء كذا النوء عند العرب سقوط نجم من نجوم المنازل الثمانية والعشرين وهو مغيبه بالمغرب مع طلوع الفجر وطلوع مقابله حينئذ من المشرق وعندهم انه لابد ان يكون مع ذلك لاكثرها نوء من

بارے میں حضرتِ امام حسین ہم پر غالب آگئے۔ قسم ہے مجھے اپنی عمر کی، بیشک انھوں نے اپنے والد (حضرتِ علی مرتضیٰ) اور اپنے بھائی (حضرت امام حسن) سے عبرت دیکھی ہے (کہ کس طرح کوفیوں نے انکے ساتھ بے وفائیاں کی ہیں) اسی قسم کی گفتگو آپ سے حضرتِ جابر بن عبداللہ اور ابوسعید خدری اور ابو واقد لیثی وغیرہ نے کی (یہ سب روانگی سے باز رکھتے رہے) مگر آپ نے کسی کی بات نہ مانی اور عراق کی جانب روانگی کا عزم مصمم کر لیا۔ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، خدا کی قسم میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ شاید آپ اپنے صاحبزادوں، عورتوں اور صاحبزادیوں کے درمیان شہید کر دیئے جائینگے، جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، مگر حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ نے قبول نہ فرمایا۔ اس پر حضرتِ ابنِ عباس رونے لگے، اور کہا کہ آپ نے حضرتِ ابنِ زبیر کی خواہش پوری کر دی، اور جب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے حضرتِ ابنِ زبیر کو دیکھا تو فرمایا، اب تو تمہاری آرزو پوری ہو گئی، یہ امام حسین تشریف لیے جا رہے ہیں، اور حجاز تمہارے لیے چھوڑے جاتے ہیں، اور یہ شعر پڑھا سے (ترجمہ)

اے قبرہ پرندے کشادہ سبزہ زار تیرے لیے کیا ہے
تیرے لیے پورا میدان خالی ہے پس تو اب انڈے بچے دے
اور اب جہاں چاہے تو دانہ پانی حاصل کر
آج تیرا شکاری بیمار ہے تجھے مبارک ہو

عراقیوں نے حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس متعدد قاصد اور خطوط بھیجے جس میں وہ آپ کو اپنی طرف بلاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے دس ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے اہلبیت کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں مرد، عورتیں اور بچے بھی تھے عراق کی طرف کوچ فرمایا اس وقت یزید نے گورنر کوفہ عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا

مطر او رياح عاصفة وشبهها فمنهم من يجعله لذلك الساقط ومنهم من يجعله للطالع لانه هو الذي ناء اي نهض فينسبون المطر اليه فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن اعتقاد ذالك، وقوله وكفر فاعله لكن العلماء اختلفوا في ذلك واكثرهم على ان النهي والتكفير لمن اعتقد ان النجم فاعل ذلك دون من اسنده الى العادة، ومنهم من كرهه على الجملة كيف كان لعموم النهي، ومنهم من اعتقده في كفر بكفر النعمة وقد فصّلنا الكلام فيه في غير هذا الكتاب، ولما اشتهر امر الطير والعدوى واشتد ابتلاء الناس بهما اعماداً واعتقاداً وكثر وقوع الاحاديث فيهما اردنا ان نفردهما بالذكر في بابين -

الباب الاول في الطيرة

في الطيبي الطيرة بكسر الطاء وفتح الياء وقد تسكن هي التشاؤم بالشيء وهو مصدر تطير طيرة تخير خيرة ولم يجئ من المصادر هكذا غيرهما وكان ذلك يصدهم عن مقاصدهم فنفاه الشرع وابطله ونهى عنه واخبر انه ليس له تاثير في جلب نفع او دفع ضرر، والفال مهموز فيما يسر ويسوء والطيرة لا تستعمل الا فيما يسوء وربما استعملت فيما يسر. قلت كان ماذكره اصل اللغة والا فاستعمال الشرع على ان الفال اختص بما يسر والطيرة بما يسوء نعم قد يستعمل الفال مقيدا فيما يسوء كما يقال الفال السيئ والفال المكروه، وقد قال الطيبي والفرق بين الفال والطيرة يفهم مما روى انس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال لا عدوى ولا طيرة ويعجبني الفال قالوا وما الفال قال كلمة طيبة، وفي الكرماني

کہ وہ آپ سے جنگ کرے۔ پس اُس نے چار ہزار کا لشکر بھیجا، ان پر عمرو بن سعد بن وقاص کو سردار بنایا۔ چنانچہ کوفہ والوں نے اپنی عادت کے موافق آپ سے دغا اور بیوفائی کی، جیسا کہ آپ کے والد ماجد (حضرت علی مرتضیٰ) کے ساتھ کی تھی۔ اور آپ کی مدد نہ کی۔ جس وقت آپ ہتھیار بندوں نے گھیر لیا، تو آپ نے اُن پر اطاعت و رجوع اور یزید کے پاس جانا سامنے رکھا، تاکہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھیں، تو ان لشکریوں نے انکار کیا مگر یہ کہ وہ آپ کو شہید کر دیں، پس آپ شہید کر دیئے گئے، اور آپ کا سر مبارک طشت میں رکھکر ابنِ زیاد کے سامنے لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو آپ کے قاتل اور اُسکے ساتھ ابنِ زیاد اور یزید پر بھی۔ حضرت امام حسین کی شہادت کربلا میں واقع ہوئی۔ آپ کی شہادت کا قصہ بہت طویل ہے، دل کو اسکے ذکر کی برداشت نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آپ کے ساتھ اہلِ بیت میں سے سولہ مرد شہید ہوئے۔ اور جب حضرت امام حسین شہید ہوئے تو سات دن دنیا روئی، اور سورج کی روشنی دیواروں پر ایسی تھی جیسے کسُم کی رنگی ہوئی سُرخ چادر، اور ستارے باہم ٹکراتے تھے، اور آپ کی شہادت عاشورہ کے دن ہوئی، اُس دن سورج کو گہن لگا۔ آپ کی شہادت کے بعد چھ مہینے تک آسمان کے کنارے سُرخ رہے، اُس روز سے ہمیشہ یہ سُرخی دکھائی دیتی ہے، اس سے پہلے وہ نظر نہ آتی تھی۔ مروی ہے کہ اُس دن بیت المقدس کا جو پتھر بھی اُلٹا جاتا اُسکے نیچے تازہ خون پایا جاتا، اسکے لشکریوں کے تمام کپڑے راکھ ہو گئے۔ اُنھوں نے اپنے لشکر میں اونٹ ذبح کیا تو اُسکے گوشت میں آگ دیکھتے تھے، اور جب اُسکو پکایا تو وہ گوشت جل کر کڑوا ہو گیا۔ ایک آدمی نے حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ بدگوئی کی، تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک شہاب ثاقب (چمکتا ستارہ) مارا تو وہ اُسکو اندھا

شرح البخاری اصله انهم کانوا ینفرون الظباء والطیور فاذا اخذت
ذات الیمین یتبرکوا وان اخذت ذات الشمال یتشاءموا، قال النووی
فی شرح مسلم وهو شرک ان اعتقده وضابطه ان مالم یقع ضرره ولا
اطرد به عادة خاصة ولا عامة فهو المنکر وهو الطیرة وما یقع عنده ضرر
عمومًا لایخصه ونادرًا لا متکررًا کالوباء فلا یقدم علیه ولا یخرج منه وما
یخصه ولا یعم کالدار والفرس والمرأة فیباح الفرار منه، وفی النهایة
الفال بالهمزة فیما یسر ویسوء والطیرة فیما یسوء الا نادرًا، وقد اولع الناس
بترک همزته تخفیفاً وانما احب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الفال
لان الناس اذا أملوا فائدة من اللّٰه ورجوا عوائده عند کل سبب ضعیف
او قوی فهم علی خیر ولو غلطوا اقوی فهم علی جهة الرجاء فان الرجاء
لهم خیر واذا قطعوا املهم ورجاءهم من اللّٰه کان ذلک من الشیء، واما
الطیرة فان فیها سوء الظن باللّٰه وتوقع البلاء وذلک مذموم بین العقلاء
ومنهی عنه من جهة الشرع، والتفاؤل ان یسمع المریض او طالب الضالة
یا سالم او یا واجد فیظن برءه ووجدان مطلوبه، قلت هذا معنی ما
ورد فی الحدیث کلمة طیبة، وفی النهایة وقد جاءت الطیرة بمعنی الجنس
والفال بمعنی النوع ومنه اصدق الطیرة الفال قلت یحتمل ان یکون هذا
من قبیل المشاورة فان الطیرة لاشک انه فی اللغة بمعنی التشاؤم واما
عموم الفال فمسلم، قال فی القاموس الطیرة ما یتشاءم به من الفال الردی
واذا عرفت معنی التطیر والتفاؤل فنسرد الاحادیث الواردة فی هذا الباب
فاعلم انه قد اجتمع فی بعض الاحادیث ذکر العدوی والطیرة کما ذکرناه منهما
فی احدهما لم نذکره فی الاخر وکذلک حال ما نقلناه من الاحادیث فی صفر

تحقیق التطیر والتفاؤل

کر گیا۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ عبدالملک بن عمر ولیثی سے راویوں نے کئی طرح روایت کی ہے۔
کہتے ہیں کہ میں نے اس قصر (گورنمنٹ ہاؤس) میں، اور اشارہ کیا کوفہ کی دارالامارۃ کا، حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سرِ مبارک کو ایک ڈھال میں عبیداللہ بن زیاد کے سامنے رکھا دیکھا۔ پھر عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار بن عبید کے سامنے دیکھا۔ پھر مختار کا سر مصعب بن زبیر کے سامنے دیکھا۔ پھر مصعب کا سر عبدالملک کے سامنے دیکھا۔ پھر عبدالملک سے میں نے یہ بات کہی، تو اُس نے بدشگونی لی، اور اس دارالامارۃ کو چھوڑ دیا۔
جب حضرتِ امام حسین اور اُنکے خاندان کے افراد شہید ہو گئے، تو ابنِ زیاد نے اُن سروں کو یزید کے پاس بھیجدیا، تو وہ پہلے تو اس سے خوش ہوا۔ لیکن جب مسلمان اُسکے اس فعل سے ملامت کرنے لگے اور اُسکو برا جاننے لگے تو پھر وہ شرمندہ ہوا۔ مسلمانوں کا اسکو مبغوض جاننا حق بجانب تھا۔
سنہ ۶۳ھ میں یزید کو خبر ملی کہ اہلِ مدینہ نے اس پر خروج کیا ہے، اور اسکی بیعت توڑ دی ہے، تو ایک بھاری لشکر بھیجا، اور ان سے قتال کرنیکا حکم دیا اسکے بعد مکہ مکرمہ پر چڑھائی کا حکم دیا کہ وہ حضرتِ ابنِ زبیر سے جنگ کریں۔ پس وہ لشکر آیا اور بابِ طیبہ پر حرہ واقع ہوا۔ تم کیا جانو کہ جنگِ حرہ کیا ہے، یہ وہ واقعہ ہے جسکے ذکر کی دل میں گنجائش نہیں، اور نہ کان اسکے سننے کی طاقت رکھتے ہیں۔ صرف ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے، پس فرمایا کہ خدا کی قسم ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔ اس میں صحابہ وغیرہ کی ایک جماعت شہید ہوئی اور مدینہ لٹ گیا، اور ہزار ہا کنواری لڑکیوں سے زنا کیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اہلِ مدینہ کو خوفزدہ کیا

اللّٰهم الا لغرض وباعث ينشأ فى اثناء البيان -

احاديث جامع الاصول

عن بريدة قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يتطير من شئ وكان اذا بعث عاملا سأله عن اسمه فاذا اعجبه فرح به ورأى بشر ذلك فى وجهه وان كره رأى كراهة ذلك فى وجهه واذا دخل قرية سأل عن اسمها فاذا اعجبه فرح بها ورأى بشر ذلك فى وجهه وان كره اسمها رأى كراهة ذلك فى وجهه اخرجه ابوداؤد - وعن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعجبه اذا خرج لحاجة ان يسمع يا راشد يا نجيح اخرجه الترمذى - وعن عروة بن عامر القرشى قال ذكرت الطيرة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم قال احسنها الفال ولا ترد مسلما فاذا رأى احدكم ما يكره فليقل اللّٰهم لا يأتى بالحسنات الا انت ولا يدفع بالسيئات الا انت ولا حول ولا قوة الا بك اخرجه ابوداؤد - وعن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الطيرة شرك الطيرة شرك وما منا الا ولكن الله يذهبه بالتوكل اخرجه ابوداؤد - وفى رواية الترمذى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الطيرة من الشرك وما منا ولكن الله يذهبه بالتوكل - قال الترمذى سمعت محمد بن اسمٰعيل يقول كان سليمان بن حرب يقول فى هذا الحديث وما منا لكن الله يذهبه بالتوكل هذا عندى قول عبد الله بن مسعود وعن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عدوى ولا طيرة ويعجبنى الفال قالوا يا رسول الله! وما الفال قال كلمة طيبة اخرجه البخارى ومسلم وللبخارى مشابهة الا يعجبنى الفال الصالح الكلمة الحسنة ولمسلم مثله

اللہ تعالیٰ اُس پر خوف مسلط کر دیگا، اور اُس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

اہلِ مدینہ نے جو بیعت کو فسخ کیا اُس وجہ یہ ہے کہ یزید کے معاصی حد سے زیادہ ہو گئے تھے۔ واقدی نے کئی طرح سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم یزید پر خروج نہ کرتے یہاں تک کہ ہم خوف زدہ تھے کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو، کیونکہ بعض لوگ تو اُمہاتِ الاولاد، اور بیٹیوں، بہنوں سے نکاح کرنے لگے تھے، اور شرابیں پیتے اور نمازیں ترک کرتے تھے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ پر یزید نے جو کرنا تھا کیا باوجودیکہ شراب پیتا اور منکرات پر عمل کرتا تھا، تب اس پر لوگوں نے سختی کی، اور بکثرت لوگوں نے اس پر خروج کیا، اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت نہ دے۔

پھر یہ لشکرِ حرہ حضرت ابنِ زبیر سے جنگ کرنے کے لیے مکّہ کی طرف روانہ ہوا تو لشکر سردار مر گیا تو دوسرا اس کا قائم مقام بنا دیا، اس نے مکّہ میں گھس کر حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کر لیا اور جنگ شروع کر کے منجنیق کے ذریعہ پتھر پھینک پھینک کر مارے۔

یہ واقعہ ۶۴ھ ہجری کے ماہ صفر کا ہے، اور ان کی آگ کے شعلوں سے خانہ کعبہ کے غلاف اور اس کی چھتیں جل گئیں، اور اُس مینڈھے کے دونوں سینگ جو (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ میں آیا تھا، اور) خانہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھے جل گئے، اور اللہ تعالیٰ نے اُسی سن کے نصف ربیع الاول میں یزید کو ہلاک کیا، اور اسکے ہلاک ہونے کی خبر آگئی۔

وقال الكلمة الطيبة وفي رواية ابي داؤد مثل البخاري، واخرج الترمذي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاعدوى ولاطيرة وانما الشوم في ثلث في الفرس والمرأة والدار - وفي رواية قال ذكروا الشوم عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال ان كان الشوم ففي الدار والمرأة والفرس اخرجه البخاري والمسلم في المرأة والفرس والمسكن، واخرج في المؤطا ابوداؤد والترمذي والنسائي الرواية الاولى ولم يذكر العدوى والطيرة - وعن سهل بن سعد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان كان في شئ ففي الفرس والمرأة والمسكن يعني الشوم اخرجه البخاري ومسلم وفي المؤطا مثله وقال في حديثه ففي الربع والخادم والفرس واخرجه مسلم والنسائي - وعن حكيم بن معاوية قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لاشوم وقد يكون اليمن في الدار والمرأة والفرس اخرجه الترمذي - وعن ابي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لاطيرة وخيرها الفال قيل يارسول الله وما الفال؟ قال الكلمة الصالحة يسمعها احدكم اخرجه البخاري ومسلم - وعن سعد بن مالك عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول العيافة والطيرة والطرق من الجبت اخرجه ابوداؤد وقال الطرق الزجر والعيافة الخط - وقال في شرحه العيافة زجر الطير والتفاؤل بها كما كانت العرب تفعله عاف الطير يعيفه اذا زجره والطرق الضرب بالحصى وقيل هو الخط في الرمل كما يعمله المنجم لاستخراج الضمير ونحوه والجبت كل ما يعبد من دون الله وقيل هو الكاهن والشيطان وقال الطيبي العيافة زجر الطير والتفاؤل باسمائها واصواتها وممرها وهو

ماہِ صَفَر

باخبر ہونا چاہیئے کہ صَفر کی نفی اور اس سے بدشگونی لینے کی ممانعت متعدد طریقوں سے بکثرت حدیثوں میں وارد ہے۔ پہلے ہم اُن حدیثوں کا ذکر کرتے ہیں جو ماہِ صفر کے بارے میں مروی ہیں، پھر اسکے بعد جو اُنکا مفہوم و مطلب ہے اسکو بیان کرینگے۔ علماء نے ان حدیثوں کو جامع الاصول سے نقل کیا ہے۔

حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں، صفر میں نہ بیماری ہے نہ نحوست ہے اور نہ بھوت و شیطان۔ مُسلم نے اس کی تخریج کی۔

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نہ تو بیماری کا لگنا ہے اور نہ نحوست نہ بھوت و شیطان۔ مُسلم نے اس کی تخریج کی۔

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا، نہ بیماری کا لگنا ہے، نہ نحوست اور نہ شیطان کا بھٹکنا۔ ایک بدوی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ اُونٹ میں کیا ہے جو دوڑتا جھپٹتا ہے، گویا کہ وہ ہرن ہے جسے خارش ہے، پھر وہ اُونٹوں میں گھس جاتا ہے، اور سب کو خارش ہو جاتی ہے؟ فرمایا پھر پہلے اُونٹ کو خارش کس نے لگائی۔ بخاری و مُسلم، ابو داؤد نے اس کی تخریج کی۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ نہ بیماری کا لگنا ہے اور نہ بدشگونی اور نہ چُغل نہ بدفالی۔ اور مُسلم کی روایت میں ہے کہ نہ چُغل، نہ ستاروں کی رفتار اور نہ بدفالی۔ اور مُسلم کی دوسری روایت میں ہے، اور نہ بھوتوں کا دخل۔

ابنِ عطیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

من عادة العرب کثیراً فی اسفارهم لیقال عاف یعیف اذا زجر وحدس وظن، والطرق هو الضرب بالحصی الذی یفعله النساء، وقیل هو الخط فی الرمل، والجبت هو السحر والکهانة وقیل هو کل ما عبد من دون الله وقیل هو الساحر، وقوله من الجبت معناه من عمل الجبت وقالوا لیست بعربیة وعن سعید بن جبیر هی حبشیة وقال قطرب الجبت هو الذی لاخیر عنده، وعن انس قال قال رجل یارسول الله انا کنا فی دار کثیر فیها عددنا وکثیر فیها اموالنا فتحولنا الی دار اخری فقل فیها عددنا وقل فیها اموالنا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذروها ذمیمة اخرجه ابوداؤد وعن یحیی بن سعید قال جاءت امرأة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت دار سکناها والعدد کثیر والمال وافر فتحولنا الی دار اخری فقل العدد وذهب المال فقال دعوها ذمیمه اخرجه فی الموطا احادیث الجامع الکبیر، الطیرة تجری بقدر رواه الحاکم فی المستدرك عن عائشة الطیرة شرك رواه الترمذی واحمد والبخاری فی الادب، و ابن ماجة والحاکم فی المستدرك عن ابن مسعود وکان اهل الجاهلیة یقولون انما الطیرة فی المرأة والدابة والدار رواه الحاکم فی المستدرك والبیهقی فی شعب الایمان الشوم فی ثلث فی المرأة والمسکن والدابة رواه الترمذی والنسائی عن ابن عمر وان کان الشوم فی شیء ففی الدار والمرأة والفرس رواه احمد والبخاری عن سهل بن سعد والبیهقی عن ابن عمر والنسائی عن جابر فی الانسان ثلثة الطیرة والظن والحسد فمخرجه من الطیرة ان لایرجع ومخرجه من الظن ان لایحقق ومخرجه من الحسد ان لایبغی رواه البیهقی فی شعب الایمان عن ابی هریرة، ورواه ابن صیصری

نہ بیماری لگتی ہے، نہ شیطان کا چنگل (ہام) ہے اور نہ بدفالی۔
بیمار اونٹ، تندرست اونٹوں میں نہ اترے، اور تندرست اونٹ جہاں چاہے پھرے۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسکا سبب کیا ہے؟ فرمایا وہ ایذا دیتا ہے۔ حضرتِ امام مالک نے "مؤطا" میں اس کی تخریج کی۔
"جامع کبیر" کی حدیثیں یہ ہیں کہ نہ بیماری لگتا ہے، نہ بدشگونی، نہ نحوست اور نہ بدفالی ہے اور یہ کہ کوڑھی (جذامی) سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے۔ حضرتِ امام احمد نے اپنی مسند میں اور بخاری نے اپنی صحیح میں اسکو بیان کیا۔
حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی کو کسی کی بیماری نہیں لگتی، پس پہلے بیمار کو کس نے خارش لگائی، نہ بیماری لگتا ہے اور نہ صفر (بدفالی) ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر ایک جان پیدا کی ہے تو اس نے اسکی زندگی، رزق اور مصیبتوں کو لکھ دیا ہے۔ حضرتِ امام احمد نے اپنی مسند اور ترمذی نے جامع میں اسکو بیان کیا۔
حضرتِ ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نہ بیماری لگتا ہے اور نہ بدشگونی ہے نہ نحوست ہے نہ صفر (بدفالی) ہے، نہ بھوتوں کا اثر۔ اسکو امام احمد و مسلم نے بیان کیا۔
حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیماری لگتا ہے نہ بدفالی ہے، نہ نحوست ہے۔ امام احمد اور بیہقی و ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور امام احمد و مسلم نے سائب بن یزید سے بیان کیا کہ نہ صفر ہے نہ نحوست ہے اور نہ بیماری کی بیماری تندرست کو لگے۔ اسکو قاضی محمد بن عبدالباقی انصاری نے اپنی حدیث کے جزو میں اپنے مشائخ سے بیان کیا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نہ صفر ہے نہ نحوست ہے نہ بیماری لگتا ہے اور نہ دو مہینے ساٹھ دن کے ہوں۔ اور جس نے اللہ کے ذمہ سے بدعہدی کی تو وہ جنت کی بو نہ سونگھے گا۔ طبرانی نے "معجم کبیر" میں اور ابن عساکر نے عبدالرحمٰن

فی امالیه، والدیلمی فی مسند الفردوس بلفظ فی المؤمن ثلث خصال الحدیث لیس منا من تطیر ولا من تُطیّرله او تکهن او تُکهّن له او سحر او سُحر له رواه الطبرانی فی الکبیر عن عمران بن حصین من ردّته الطیر عن حاجته فقد اشرک رواه احمد والطبرانی عن ابن عمر، والطیرة شرک الطیرة شرک الطیرة شرک من خرج یرید سفرا فرجع من طیر فقد کفر بما انزل علی محمد - لا شؤم فان یک شؤم ففی الفرس والمرأة والمسکن، من ردته الطیرة عن حاجته فقد اشرک، قالوا یا رسول الله وما کفارة ذلک؟ قال یقول اللّٰهم لا طیر الا طیرک ولا خیر الا خیرک ولا اله غیرک - الفال مرسل والعطاس شاهد عدل لا شؤم وقد یکون الیمن فی الدار والمرأة والفرس رواه الترمذی وابن ماجة عن حکیم بن معاویة یا لبیک نحن اخذنا فالک من فیک ولا شیء فی الهام والعین حق واصدق الطیرة الفال رواه احمد والترمذی عن جابر، لا طیرة وخیرها الفال الکلمة الصالحة یسمعها احدکم رواه احمد ومسلم - وعن ابی هریرة لا عدوی ولا طیرة ویعجبنی الفال رواه الدارقطنی فی المتفق علیه - وعن ابی ملیکة قال قلت لابن عباس کیف تری فی جاریة لی فی نفسی منها شیء فانی سمعتهم یقولون قال نبی الله صلی الله علیه وسلم ان کان شیء ففی الربع والفرس والمرأة قال فانکر ان یکون سمع ذلک من النبی صلی الله علیه وسلم اشد النکرة وفی روایة فانکر ان یکون رسول الله صلی الله علیه وسلم قاله وان یکون الشؤم فی شیء وقال اذا وقع فی نفسک منها شیء ففارقها ابعها او اعتقها رواه ابن جریر - وعن قتادة عن ابی حسان ان رجلین دخلا علی عائشة

بن ابی عمیر مزنی سے اسے بیان کیا۔ طبرانی نے اسے ابو امامہ سے بھی ان لفظوں میں بیان کیا کہ نہ بیماری لگتا ہے اور نہ صفر ہے نہ نحوست ہے اور نہ دو مہینے تیس تیس دن کے ہوں، جس نے اللہ کے ذمّہ سے بدعہدی کی وہ جنت خوشبو نہ سونگھے گا، نہ بیماری لگتا ہے نہ نحوست ہے نہ صفر ہے، اللہ نے ہر ایک جان کو پیدا کیا تو اس نے اسکی زندگی، اس کی موت، اسکی مصیبت اور اسکا رزق لکھ دیا ہے۔

احمد و خطیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نہ بیماری لگتا ہے اور نہ بدشگونی ہے، نہ نحوست ہے، نہ صفر ہے۔ پس پہلے کو کس سے بیماری لگی، اسکو احمد و ابن ماجہ اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نہ بیماری لگتا ہے، نہ نحوست ہے نہ صفر ہے۔ بیمار اونٹ، تندرست اونٹوں میں نہ گھسے، اور تندرست اونٹ جہاں چاہے گزرے۔ عرض کیا گیا یہ کیوں؟ فرمایا اسلیے کہ یہ ایذا دیتا ہے اسکو بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نہ بیماری لگتا ہے، نہ نحوست ہے، نہ صفر ہے۔ اسکو ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

اور ثعلبہ بن یزید حمانی سے مروی ہے کہ کہا میں نے حضرت علی کو کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، نہ صفر ہے، نہ نحوست ہے، نہ تندرست کو بیمار کی بیماری لگے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ فرمایا، ہاں میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اسکو ابن جریر نے بیان کرکے صحیح کہا ہے۔

جب ہم حدیثوں کو بیان کر چکے تو اب ہم لَا صَفَرَ جو فرمایا گیا ہے اس کا مفہوم و مطلب بیان کرتے ہیں۔ تو ہم لکھتے ہیں کہ :-

فحدثاها ان اباهريرة قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الطيرة في المرأة والفرس والدار فغضبت غضباً شديداً فقالت ما قاله انما قال كان اهل الجاهلية يتطيرون من ذلك رواه ابن جرير وعن ابن عمر ان امرأة جاءت الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله سكنا داراً ونحن ذو وافر فاحجنا وساءت ذات بيننا واختلفنا فقال بيعوها او فذروها وهي ذميمة رواه ابن جرير۔

اعلم ان الاحاديث في هذا الباب اكثر من هذا وفيما ذكرناه كفاية لشئ زائد وليفهم من بعضها نفي تاثير الطيرة والنهي عن اعتقادها مطلقاً ومن بعضها اثبوتها في نحو المرأة والدابة والدار بصيغة الجزم اما في الحال او فيما كان من امر الجاهلية وهذا في معنى النفي والنهي او بلفظ الشرط مثل ان كان في شئ ففي هذه الاشياء معناه والله تعالى اعلم ليس التطير في شئ وان فرض ثبوتها فهذه الاشياء مظنتها ومحلها ومناسبته لان يكون فيها على طريقة قوله صلى الله عليه وسلم لو كان شئ سابق القدر لسبقه العين وعليه كلام القاضي حيث قال ووجه تعقيب قوله ولا طيرة بهذه الشرطية يدل على ان الشوم منفي عنها ايضاً۔ والمعنى ان الشوم لو كان له وجود في شئ لكان في هذه الاشياء فانها اقبل الاشياء لها لكن لا وجود له فيها فلا وجود له اصلا انتهى۔ وقد جاء عن عائشة وابن عباس نفيها فيها صريحاً فوجه التطبيق ان التاثير بالذات منفي والمؤثر في الكل هو الله والكل بخلقه وتقديره واثباتها في هذه الاشياء لجريان عادة الله سبحانه بالخلق فيها وجعلها اسباباً عادية كالنار للاحراق مثلاً فالنفي راجع الى التاثير بالذات والاثبات بالعادة، والحكمة

ابن اثیر نے "نہایہ" میں کہا کہ صفر اہلِ عرب کے گمان میں پیٹ کے اندر سانپ ہوتا ہے، جو انسان کو بھوک میں کاٹتا ستاتا ہے، اور یہی مرض متعدی بن جاتا ہے۔ پس اسلام نے اسکو باطل قرار دیا۔

کرمانی شرح بخاری میں ہے کہ صَفَر (بالفتحتین) ایک پیٹ کا سانپ ہے، وہ سمجھتے تھے کہ خارش سے زیادہ متعدی ہے۔

طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اہلِ عرب گمان کرتے تھے کہ وہ سانپ بھوک کے وقت کاٹتا ہے، اور بھوک کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے، وہ اسکے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

اور بعض یہ کہا کرتے تھے کہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ انکے گمان میں اس میں مصیبتیں اور آفتیں بہت ہوتی ہیں، تو شریعت نے انکی نفی کر دی۔ اور "نہایہ" میں ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد نسئی ہے، وہ یہ کہ محرم کو صفر تک مؤخر کرنا اور صفر کو ہی ماہِ محرم ٹھہرا دینا ہے۔ اور امام نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ صَفَر پیٹ میں ایک کیڑے کو کہتے ہیں اور وہ "کدو دانے" کی طرح بھوک کیوقت چھٹکتے ہیں، اور بسا اوقات مار بھی ڈالتے ہیں۔ دَوَابٌ دال مہملہ اور بائے موحدہ کے ساتھ جمہور کے نزدیک ہے، اور ذَوَات کی روایت بھی ہے، یعنی ذالِ معجمہ اور تائے فوقانیہ دو نقطوں سے اسکی بھی تاویل ہو سکتی ہے۔ اور "نہایہ" میں ہے کہ اول زردی اللہ کی راہ میں سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے یعنی بھوکا رہنا۔

اور صَفرا اُس کیڑے کو بھی کہتے ہیں جو جگر میں پسلیوں کی ہڈیوں کے سرے میں پیدا ہوتا ہے، تو اُس سے آدمی بہت زیادہ زرد ہو جاتا ہے، اور بسا اوقات وہ اسکو مار بھی دیتا ہے (طبی اصطلاح میں اس مرض کو "یرقانِ اصفر" کہتے ہیں ۱۲ مترجم)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ کی کتاب "مشارق الانوار" میں ہے کہ لا صَفَرَ سے مراد

فی خصوص هذه الاشیاء موکولة الی علم الشارع ۔ وقیل الشوم فی المرأة ان تکون ناشزة غیر ولود ولا مطیعة لزوجها او مکروهة ومستقبحة عنده وفی الدار ضیقها وسوء جیرانها وعدم طیب هواها وفی الفرس حرانها وغلاء ثمنها وعدم موافقتها المصلحة ونحو ذلک فیه ارتکاب نوع من المجاز والشوم محمول علی الکراهة التی سببها ما فی الاشیاء من مخالفة الشرع او الطبع ویؤیده ما ذکره فی شرح السنة کانه یقول ان کان لاحدکم دار یکره سکناها او امرأة یکره صحبتها او فرس لا یعجبه فلیفارقها بان ینتقل من الدار ویطلق المرأة ویبیع الفرس حتی یزول عنه ما یجده فی نفسه من الکراهة کما قال صلی اللّٰہ علیه وسلم فی جواب من قال یارسول اللّٰہ انا کنا فی دار کثر فیها عددنا الی اخره ذروها ذمیمة فامرهم بالانتقال عنها لیزول عنهم ما یجدون من الکراهة لانها سبب فی ذلک فنفی الشوم والتطیر باق علی حقیقته واللّٰہ تعالی اعلم ۔

الباب الثانی فی العدوی

قد ذکرنا الاحادیث الناطقة بنفی العدوی والنهی عن القول به واعتقاده فیما سبق ولکن بقی الاشکال فی قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم وفر من المجذوم کما تفر من الاسد بعد نفی العدوی وقوله ولا یحل ممرض علی مصح وفی روایة ولا یوردن ممرض علی مصح والممرض صاحب ابل مرضی والمصح صاحب ابل صحاح بعد قوله لا یعدی شئ شیئا ورده علی الاعرابی حین قال فما بال ابل تکون فی الرمل کانها الظباء فیاتی البعیر الاجرب فیدخل فیها فیجربها بقوله صلی اللّٰہ علیه وسلم فمن

وہ مشہور مہینہ ہے کہ جاہلیت والے حج کے حکم و دستور کو نسئی میں بدل ڈالتے، اور ماہِ محرم کو ان سے موخر کر کے صفر کو حرام ٹھہراتے تھے، یہ حضرت امام مالک وغیرہ کا قول ہے۔ اور ایک قول کی بناء پر کہ لَاصَفَر کے یہ معنی مراد ہے کہ وہ پیٹ میں کیڑا ہوتا ہے جو مثل سانپ کے ہے، اور بھوک کے وقت انسان کو کاٹتا ہے اور ایک سے دوسرے پر تجاوز کر جاتا ہے، تو اس تعدی کو اسلام نے باطل کر دیا۔

"جامع الاصول" میں ہے کہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ بقیہ نے کہا کہ میں نے محمد بن راشد سے لاھامہ کے معنی دریافت کیے، تو فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کہا کرتے تھے کہ کوئی نہیں ہے کہ مر جائے پھر دفن کیا جائے مگر اسکی قبر میں سے ہامہ نکلتا ہے اور لَاصَفَرَ کے معنی پوچھے، تو فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ماہِ صفر کے آنے کو منحوس جانا کرتے تھے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لاصفر، کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے یہ کہتے سنا کہ صفر ایک درد ہے جو پیٹ میں اٹھتا ہے جسکو وہ متعدی خیال کرتے تھے، یہ کہنے والے ابوداؤد ہیں۔

امام مالک نے فرمایا کہ اہلِ جاہلیت صفر کو ایک سال میں حلال اور ایک سال میں حرام کر لیتے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَاصَفَرَ۔ اور اسی میں ہے کہ "شرح غریب الصاد" میں منقول ہے کہ لاصفر حدیث کی تفسیر مذکور ہو گئی۔ اور عرب گمان کرتے تھے کہ پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے جو بھوک کے وقت کاٹتا ہے اور یہ متعدی ہے، تو اسلام نے اسے باطل قرار دیدیا۔

بندۂ ضعیف (شیخ محقق رحمۃ اللہ) (اللہ تعالیٰ اسکے حال کو درست رکھے اور اسکی گرانی کو دور فرمائے) کہتے ہیں کہ اسی طرح مختلف اقوال صفر سے مراد لینے میں ہیں۔ ان سب باتوں کا خلاصہ تین باتوں پر منحصر ہو جاتا ہے۔ اول یہ کہ صفر سے مراد یا تو معروف و مشہور مہینہ، دوسرے یہ کہ اس سے پیٹ کا کیڑا مراد ہے،

اعادی الاول، وفی روایة جاء اعرابی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله النُقبَة[١] تکون بمشفر[٢] البعیر او بعجبه[٣] فیشمل الابل کلها جربا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فما اعدی الاول لاعدوی ولا هامة ولاصفر خلق الله کل نفس فکتب حیاتها ومصیباتها ورزقها۔ وقد جاء ان اباهریرة کان یحدث بهما ای بقوله صلی الله علیه وسلم لاعدوی ولابقوله لایوردن ممرض علی مصح ثم صمت بعد ذلک عن قوله لاعدوی واقام علی قوله لایوردن ممرض علی مصح فانکر ابوهریرة حدیثه الاول فقالوا الم تحدث انه لاعدوی فرطن بالحبشیة قال ابوسلمة فمارأیته نسی حدیثا غیره وقال الحارث وهو ابن عم ابی هریرة قد کنت اسمعک یااباهریرة تحدثنا مع هذا الحدیث حدیثا اٰخر قد سکتّ عنه کنت تقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاعدوی فابٰی ابوهریرة ان یعرف ذلک وقال لایوردن ممرض علی المصح فما رٰاه الحارث فی ذلک حتی غضب ابوهریرة فرطن بالحبشة قال ابوسلمة ولعمری لقد کان ابوهریرة یحدثنا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لاعدوی فلا ادری انسی ابوهریرة ام نسخ احد القولین الاٰخر فان قلت لما انکر ابوهریرة روایته فلم یثبت قلت فیه کلام ذکر فی الاصول ولیس عدم الثبوت عند انکار الراوی علی الاطلاق فلو سلمنا فثبوت لاعدوی متحقق باحادیث اُخر لطرق متعددة کما ذکرنا فوقع التعارض بین نفی العدوی وبین الامر بالفرار من المجذوم وبینه وبین قوله لایحل او لایوردن ممرض علی مصح فالاٰن نذکر ماذکره العلماء فی تطبیق نفی العدوی والامر بالفرار من المجذوم فانه المشهور المذکور فی هذا الباب ولیعلم من ذلک وجه التطبیق

[١] قارش ۱۲ [٢] المشفر للبعیر کالشفة ۱۲ [٣] العجب اصل الذنب ومؤخر کل شئ ۱۲ فتدبر

تیسرے یہ کہ نسئی مذکور مراد ہے۔ اور بدشگونی لینے کے ضمن میں اسکا ذکر کرنا پہلی مراد کے لینے میں تائید کرتا ہے۔ متعدی امراض کے ضمن میں ذکر کرنے سے دوسرے معنی مراد ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کیا مراد ہے۔

جب ہم "صفر" سے مراد لینے سے فارغ ہو گئے تو اب مناسب ہے کہ دوسرے اُن الفاظ کی مراد بھی بیان کر دیں جو احادیث میں واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ العدوی (بیماری کا متعدی ہونا) کے بارے میں کہا جاتا ہے "مرض متعدی ہو گیا" جب اسکے ہم نشین اور پڑوسی کو، یا اسکے ساتھ کھانے پینے ملنے جلنے والے کو ویسا ہی مرض ہو جائے، بلاشبہ اسلام نے اسکو باطل قرار دیا ہے۔ اسی طرح جامع الاصول" میں (حدیث کا دوسرا لفظ) التطیّر ہے۔ "جامع الاصول" کی شرح میں جو انہی مصنف کی ہے اسکے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ طیَرہ وہ ہے جس سے بدشگونی لی جائے فال کے ذریعہ۔ یہ طیر سے مشتق ہے۔ عرب کا دستور تھا کہ وہ کوّے اور شکرے جیسے پرندوں سے بدفالی لیا کرتے تھے اور اسکو منحوس سمجھتے تھے، اور یہ جانتے تھے کہ یہ پرندے خیر کی ضد اور مانع ہیں۔ پس اسلام نے اسکی ممانعت کر دی اور فرمادیا لا طیرۃ۔ اور یہ مصدر ہے جیسے التطیر تطیر الرجل تطیراً یا جیسے کہ تخیرۃ الشیٔ تخیراً و خیرۃً۔

دوسرے مصادر سوائے ان دونوں مصدروں کے اس وزن پر نہیں آتے اور الفال دراصل مہموز العین ہے، کبھی ہمزہ کی تخفیف کر دی جاتی ہے "فال" اسطرح ہوتی ہے کہ کوئی آدمی بیمار ہوا اور دوسرے سے سنتا ہے کہ وہ کہتا ہے اے تندرست! یا کسی چیز کی تلاش ہو وہ دوسرے سے سنتا ہے کہ کہتا ہے اے پانے والے! تو وہ اپنے گمان میں یہ خیال کرتا ہے کہ اب اپنے مرض سے نجات پالوں گا، اور اپنی گمشدہ چیز کو پالوں گا، اس قسم کی فال درست ہے،

في الحديث الثاني والله تعالى اعلم بالصواب . فنقول قال الكرماني
في شرح صحيح البخاري في شرح قوله لاعدوى اي لاعدوى لطبعه ن: بطبعه
ولكن بقضاء الله تعالى واجراء العادة فلهذا نهى عن ايراد الممرض
على المصح وقال فر من المجذوم، وقيل انه مستثنى من عدوى
وقال التوربشتي قد اختلف العلماء في تاويل قوله لاعدوى فمنهم من
يقول المراد منه نفي ذلك وابطاله على مايدل عليه ظاهر الحديث والقرائن
المنسوقة على العدوى وهم الاكثرون، ومنهم من يرى انه لم يرد
ابطالها فقد قال صلى الله عليه وسلم وفر من المجذوم فرارك من الاسد
وقال لايوردن ذو عاهة على مصح وانما اراد بذلك نفي ماكان يعتقده
اصحاب الطبيعة فانهم كانوا يرون ان العلل المعدية مؤثرة لامحالة
فاعلمهم بقوله هذا ان ليس الامر على ماتتوهمون بل هو متعلق بالمشية
ان شاء الله كان وان لم يشأ لم يكن ويشير الى هذا المعنى قوله فمن اعدى
الاول ان كنتم ترون ان السبب في ذلك العدوى لاغير فمن اعدى الاول
وبين بقوله وفر من المجذوم وبقوله لايوردن ممرض على المصح ان مداناة ن: فليتقه
ذلك من اسباب العلة فليتقه اتقاءه من الجدار المائل والسفينة المعيوبة
وقد ردى الفرقة الاولى على الثانية في استدلالهم بالحديثين ان النهي
فيهما انما جاء شفقا على مباشر احد الامرين فتصيبه علة في نفسه ن: شفقة
او عاهة في ابله فيعتقد ان العدوى حق، قال وارى القول الثاني
اولى التاويلين لما فيه من التوفيق بين الاحاديث الواردة فيه ثم
ان القول الاول يفضي الى تعطيل الاصول الطبية ولم يرد الشرع
بتعطيلها بل ورد باثباتها والعبرة له على وجه لايناقض في اصول التوحيد

آئندہ اسکی تحقیق آنے والی ہے۔ منقول ہے کہ العدوی، اعداء کا اسم مشتق ہے جیسے البقوی، الابقاء کا مشتق ہے۔ اعداء الداء کے معنی یہ ہیں کہ اسکو وہی مرض لگ گیا ہے جو اسکے ساتھی کو تھا۔ مثلاً ایک اونٹ کو خارش ہو، تو اسکو دوسرے اونٹ سے ملنے نہ دیں، اس خوف سے کہ کہیں دوسرے کو بھی خارش نہ ہو جائے، اور یہ اعتقاد رکھیں کہ خارش خود بخود اُڑ کر دوسرے کو لگ جاتی ہے، تو اسکو اسلام نے باطل قرار دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بیمار ڈالتا ہے اور وہی دوا اُتارتا ہے۔ اسی لیے حضور نے ارشاد فرمایا "پہلے کو کہاں سے لگی؟" یعنی پہلے اونٹ میں خارش کہاں سے آگئی۔ تورپشتی شرح مصابیح میں کہتے ہیں کہ العدوی کے معنی بیماری اور عادت کے ہیں جو دوسروں کو لگ جائے۔ اس قسم کی بیماری اطباء کے نزدیک سات مرضوں میں ہے، جذام (کوڑھ) خارش، چیچک، سُرخ بادہ، گندہ دہنی، آشوب چشم، اور امراض وبائی۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے "مشارق الانوار" میں لکھا ہے کہ عدوی اُسکو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت کے لوگ اعتقاد رکھتے تھے مریض کا مرض اُسکے ہمنشین، پڑوسی کو لاحق ہو جائے، درانحالیکہ وہ اس سے پہلے تندرست ہو۔ تو شریعت نے اسکی نفی کردی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا "لاعدوی"۔ یہ اس امر کا بھی متحمل ہے کہ ایسا اعتقاد نہ رکھنا چاہیئے۔ یا یہ کہ حقیقۃً یہ بے اصل بات ہے، جیسا کہ فرمایا کہ کوئی چیز کسی کو نہیں لگتی۔ اور حضور کا یہ فرمان بھی ہے کہ پہلے کو کہاں سے لگی (جو نفی وجود پر دال ہے) یہ دونوں مفہوم شرعاً درست ہیں۔ (حدیث کے لفظوں میں) الھامّ ہے جو ہامہ کی جمع ہے، وہ ایک پرندہ ہے کیونکہ عرب اعتقاد رکھتے تھے کہ مُردہ کی ہڈیاں "ہامہ" ہو کر اُڑجاتی ہیں۔ اور یہ

تطبيق

ولا تناقض فى القول بها على الوجه الذى ذكرناه واما استدلالهم
بالقرائن المنسوقة عليها فانا قد وجدنا الشارع يجمع فى النهى بين ما هو
حرام وبين ما هو مكروه وبين ما هو منهى عنه لمعنى وبين ما هو منهى
عنه لمعان كثيرة - ويدل على صحة ما ذكرنا قوله صلى الله عليه وسلم
للمجذوم المبايع قد بايعناك فارجع وقوله صلى الله عليه وسلم للمجذوم
الذى اخذ بيده فوضعها معه فى القصعة كل ثقة بالله وتوكل عليه ولا
سبيل الى التوفيق بين هذين الحديثين الا من هذا الوجه يبين

معنى التوكل

بالاول التوقي من اسباب التلف وبالثانى التوكل على الله فى متاركة
الاسباب ليثبت بالاول التعرض للاسباب وهو سنته وبالثانى ترك

حديث ابن الشريد

الاسباب وهو حاله، وقال الطيبى فى حديث رواه عمرو بن الشريد
كان فى وفد ثقيف رجل مجذوم فارسل اليه النبى صلى الله عليه وسلم
انا قد بايعناك فارجع رواه مسلم - هذا ارشاد الى رخصة من النبى
صلى الله عليه وسلم لمن لم يكن له درجة التوكل ان يراعى الاسباب
فان لكل شئ من الموجودات خاصية واثرا اودعها فيه الحكيم جل وعلا
وقال البغوى وقيل الجذام ذو رائحة تسقم من اطال صحبته ومواكلته
ومضاجعته ليس من العدوى بل من باب الطب كما يتضرر باكل ما يعاف
وشم ما يكره والمقام فى مقام لا يوافق هواه وكله باذن الله تعالى
وما هم بضارين به من احد الا باذن الله - قال الشيخ الامام الحافظ
بن حجر العسقلانى فى شرح نخبة الفكر وجه الجمع بينهما ان هذه الامراض
لا تعدى بطبعها لكن الله تعالى يجعل مخالطة المريض بها للصحيح سببا
لاعدائه مرضه ثم قد يتخلف ذلك عن سببه كما فى غيره من الاسباب

کہا کرتے تھے کہ مقتول ہامہ سے نکلتا ہے یعنی ہامہ کے سر سے نکلتا ہے، وہ ہمیشہ یہ کہتا رہتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ، حتیٰ کہ اسکا قاتل ہلاک کر دیا جائے۔ اور "نہایہ" میں ہے کہ ہامہ سر کو کہتے ہیں، اور ایک پرندہ کا نام ہے۔ اور حدیث میں یہی مراد ہے، اور یہ اسلیئے کہ عرب اس سے نحوست کی بدشگونی لیتے تھے۔ اور ہامہ رات کا پرندہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہامہ اُلّو کو کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عرب گمان رکھتے تھے کہ اُس مقتول کی رُوح جس کے بغض و کینہ کا بدلہ نہ لیا جائے وہ ہامہ (پرندہ) بنکر اُڑتی پھرتی ہے کہ ہامہ مُردے کی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ اسکی رُوح ہامہ ہو جاتی ہے پھر وہ اُڑتی پھرتی ہے اور اسکا نام صدیٰ رکھتے تھے۔ پس اسلام نے اس کی نفی فرما دی اور ایسا اعتقاد رکھنے مما لغت کر دی۔

طیبی فرماتے ہیں کہ الھامہ ایک نام ہے جسکو وہ منحوس سمجھتے تھے، اور عرب گمان رکھتے تھے کہ مُردے کی ہڈیاں جب بوسیدہ ہو جاتی ہیں تو ہامہ ہوکر قبر سے نکل آتی ہے اور ماری ماری پھرتی ہے اور اپنے گھر والوں کی خبریں لیتی ہے پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اعتقاد کو باطل فرما دیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہامہ وہ آلہ ہے جب کسی کے گھر پر جا بیٹھتا ہے تو وہ اُسکو اپنی موت یا گھر والوں میں سے کسی کے موت کی خبر دینے والا اعتقاد کرتے تھے، اور ہامہ میم مخففہ کے ساتھ ہے روایتِ مشہورہ کی بنا پر۔ اور ایک قول تشدید کا بھی ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "الھام" ایک پرندہ ہے جو مُردوں اور قبروں سے محبت رکھتا ہے، اور اسی کو صدیٰ بھی کہتے ہیں، اور وہ رات ہی کو اُڑتا ہے اور وہ اُلّو کا غیر ہے مگر اسکا مشابہ ہے۔ اور عرب گمان رکھتے تھے کہ جب کوئی شخص قتل ہو جائے، اور اُسکے کینہ کا بدلہ نہ لیا جائے، تو اسکے

كذا جمع بينهما ابن الصلاح تبعاً لغيره، والاولى فى الجمع بينهما ان يقال ان نفيه صلى الله عليه وسلم للعدوى باق على عمومه، وقد صح قوله صلى الله عليه وسلم لا يعدى شئ شيئاً وقوله فمن اعدى الاول يعنى ان الله سبحنه وتعالى ابتداء ذلك فى الثانى كما ابتداءه فى الاول، واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا يتفق للشخص الذى يخالطه شئ من ذلك بتقدير الله تعالى ابتداء لا بالعدوى المنفية فيظن ان ذلك بسبب مخالطته فيعتقد صحة العدوى فيقع فى الحرج فامر بتجنبه حسماً للمادة والله تعالى اعلم هذا كلام الشيخ فى الشرح۔

وقال فيما نقل عنه فى حاشيته ويدل عليه اكل النبى صلى الله عليه وسلم مع مجذوم حيث كان يعلم ان لا يصيب شئ الا باذن الله وكان آمنا من ان يقع فى مثل هذا الظن لو اصابه مكروه والامر ليس الا لمن لا يحبس فى نفسه صدق اليقين ويتوهم ان تحدثه نفسه بشئ لو اصيب شفقة عليه واخذ الحجزة من الوقوع فى بحر الشرك الخفى جزاه الله عن امته خير الجزاء واعطاه الوسيلة والفضيلة والدعاء وصلى الله عليه وسلم وشرف وكرم هذا كلامه وحيث ختم بالصلوة على النبى عليه الصلوة والسلام ختمنا به الكلام والله تعالى اعلم

ہامہ سے جو سر کا اُوپر کا حصہ ہے، ایک پرند نکلتا ہے وہ اُسکی قبر پر چلاتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ، مجھے پانی پلاؤ، میں پیاسا ہوں، یہاں تک کہ اُسکا قاتل مارا جائے۔ اس سلسلہ میں انکے بہت سے اشعار ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکے سر سے ایک کیڑا نکلتا ہے پھر وہ پرندہ بنکر ایسی ہی آوازیں دیتا ہے پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ممانعت بھی احتمال رکھتی ہے۔ اور اسی طرف بہت سے علماء گئے ہیں۔ اور اسی طرف حربی اور ابو عبید رضی اللہ عنہ کا رجحان ہے۔ حضرتِ امام مالک رحمۃ اللہ اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ میں اسکو پرندہ ہی خیال کرتا ہوں جسکو وہ لوگ ہامہ کہتے ہیں۔ حضرتِ علامہ قاضی نے فرمایا کہ ممکن ہے اس سے تطیر یعنی بدشگونی لینا مراد ہو، کیونکہ عرب بھی اُس پرندے سے جسکو ہام کہتے ہیں بدشگونی لیا کرتے تھے، اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نیک فال لیا کرتے تھے، یہ شمر بن حمدویہ کا مذہب ہے، اسکو ابنِ اعرابی سے نقل کیا ہے۔ حضرتِ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ عرب گمان رکھتے تھے کہ جب مُردوں کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ہامہ بنکر اُڑجاتی ہیں تو اُسکو صدیٰ کہتے تھے۔

(حدیث شریف میں) **الغولُ** ہے، شرح "جامع الاصول" میں اسکی تفسیر میں یوں ہے کہ یہ ایک جانور ہے جسکے بارے میں عرب سمجھتے تھے کہ یہ بعض اوقات راستہ میں سامنے آجاتا ہے پھر وہ لوگوں کو مار ڈالتا ہے یہ شیطانوں کی ایک قسم ہے، اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد **لاغولَ** اس سے شیاطین کی حقیقت (ذات) اور اسکے وجود کی نفی میں نہیں ہے، بلکہ اس میں عرب کے اس گمان کا ابطال ہے جو وہ سمجھتے تھے کہ وہ ہلاک کر دیتا ہے اور مختلف صورتوں میں تبدیل ہو جاتا ہے، حضور کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کی تصدیق نہ کرو۔

شهر الربيع الاوّل!

واولى واحق ما نذكر فيه ذكر مولده ووفاته صلى الله عليه وسلم وما يتبعه من الاحكام ونختمه بذكر رؤيته عليه الصلوٰة والسلام فى المنام ففيه بابان

الباب الاوّل فى مولده صلى الله عليه وسلم

واعلم ايها المحب الصادق ايدك الله بنور اليقين ونوّر قلبك بذكر سيّد المرسلين صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه اجمعين انّه لما حبلت امنة برسول الله صلى الله عليه وسلم ظهر بجمله عجائب وجد لايجاده غرائب ذكرت فى كتب السير وورد به الاخبار ونحن اختصرنا منه ما يعرف به اصل القضية واوردنا من الاخبار ما ورد وصح من الطرق المتعارف فى رواية الاحاديث ومن الله التوفيق - روى انه كانت قريش فى جدب شديد وضيق عظيم فلمّا حملت به صلى الله عليه وسلم اخضرّت الارض وحملت الاشجار واتاهم الوفد من كل جانب فسمّيت تلك السنة التى حملت فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة الفتح والابتهاج - وفى حديث ابن اسحاق ان امنة كانت تحدّث انها اتيت[له] حين حملت به صلى الله عليه وسلم فقيل لها انك حملت بسيّد هذه الامة وقالت ما شعرت بانى حملت به ولا وجدت له ثقلا ولا وحما[ع] كما تجد النسآء الّا

له آورده شد جماعت فرشتگان ۱۲ ع بالفتح آرزو کردن چیزے را از طعام ۱۲

نہایہ میں ہے کہ غول غیلان کا مفرد ہے اور یہ شیطان جن کی جنس میں سے ہے۔ عرب گمان رکھتے تھے کہ غول جنگل میں لوگوں کو نظر آتا ہے پھر وہ مختلف صورتوں میں پلٹتا ہے اور لوگوں کو راستہ سے بھٹکاتا ہے پھر وہ ہلاک کر دیتا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے اس عقیدہ کو باطل فرمایا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ لا غول میں غول کی ذات کی نفی نہیں ہے بلکہ عرب کے اس گمان کا ابطال ہے جو وہ کہتے تھے کہ وہ مختلف صورتوں میں تبدیل ہو کر لوگوں کو بھٹکاتا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ کسی کو نہیں بھٹکاتا۔ اور یہ حدیث اس مفہوم کی شاہد ہے کہ غول نہیں ہے بلکہ "سعالی" ہے، اور سعالی جنوں میں جادوگر ہوتے ہیں ــــ مطلب یہ کہ جنوں میں جادوگر ہوتے ہیں جو تخیلات اور تلبیسات میں مبتلا کرتے ہیں اور اسی سلسلہ میں یہ حدیث ہے کہ جب شیاطین پریشان کریں اور مختلف صورتیں بدلیں تو فوراً اذان دینا شروع کر دو یعنی انکے شر کو ذکر الٰہی سے دور کر دو، کیونکہ اذان سے وہ بھاگ جائینگے۔ یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ غول کی نفی سے انکے وجود کی نفی مراد نہیں ہے۔ علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ بلکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شیطان کسی کام سے بھٹکانے اور کسی کو ہلاک کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتے بجز اذن الٰہی جل جلالہ کے۔

اور کہا گیا ہے کہ غیلان جنوں کے جادوگر ہیں جو لوگوں کو بھٹکا کر فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ مفاتیح شرح مصابیح میں ہے کہ غول بفتح الغین مصدر ہے جو بمعنی غالہ اھلکہ ہے، اور ضمہ (پیش) کے ساتھ ایک نام ہے۔ عرب گمان کرتے تھے کہ وہ لوگوں کو نظر آتے ہیں۔ لہٰذا شریعت نے اس کی نفی کر دی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ غول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے دور ہو گیا ہو، جیسے آسمان سے باتوں کا اچکنا جاتا رہا۔

اني انكرت رفع حيضتي، وقد جاء في بعض الاحاديث مرفوعاً انه قال صلى الله عليه وسلم حملت بي امي كاثقل ما تحمل النساء وجعلت تشتكي الى صواحباتها ثقل ما تجد ثم ان امي رأت في منامها ان الذي في بطنها نور الحديث - وفيه ان امه عليه وعليها الصلوٰة والسلام وجدت الثقل في حمله - وفي سائر الاحاديث انها لم تجد ثقلا وجمع الحافظ ابو نعيم بينهما بان الثقل كان في ابتداء علوقها به والخفة عند استمرار الحمل بها ليكون في الحالين خارجاً عن المعتاد المعروف، وعن ابي زكريا يحيى بن عائذ بقي صلى الله عليه وسلم في بطن امه تسعة اشهر كملاً لا تشكو وجعاً ولا مغصاً ولا ريحاً الا ما يعرض لذوات الحمل من النساء وكانت تقول والله ما رأيت من حمل هو اخف منه ولا اعظم درجة منه، ولما تم لها من حملها شهران توفي عبد الله وقيل توفي في المهد والراجح المشهور هو الاول مات في طريق مكة راجعاً من المدينة و دفن بالابواء - وروى ابو نعيم من حديث ابن عباس قال كانت امنة تحدث وتقول اتاني آت حين مر بي من حملي ستة اشهر في المنام وقال لي يا امنة انك قد حملت بخير العلمين فاذا ولدته فسميه محمد او اكتمي شانك، قالت ثم لما اخذني ما يأخذ النساء وذكرت عجائب مما رأت من الطيور البيض مناقرها من الزمرد واجنحتها من الياقوت ورجالاً ونساء في الهوى بايديهم اباريق من فضة وكشف الله عن بصري فرأيت مشارق الارض ومغاربها ورأيت ثلثة اعلام مضروبات علماً بالمشرق وعلماً بالمغرب وعلماً على ظهر الكعبة فاخذني المخاض فوضعت محمداً صلى الله عليه وسلم

طیبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں غول کے پنجہ میں آؤں۔ اب اگر غول سے کسی چیز کا قبضہ میں آنا اسطرح پر کہ اُسے خبر نہ ہو مُراد ہے تو میں (شیخ محقق رحمۃ اللہ) کہتا ہوں کہ اسکی تائید یہ روایت بھی کرتی ہے کہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں غول کے پنجہ میں نیچے کی جانب سے آؤں، یعنی میں اسطرح پر مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں کہ مجھے خبر بھی نہ ہو۔ اس سے مراد زمین میں دھنس جانا ہے، جیسا کہ نہایہ میں ہے۔

اور حضرتِ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ "مشارق الانوار" میں فرماتے ہیں کہ "لا غول" غین کے ضمہ کے ساتھ جو روایت ہے حدیث میں اُسکی تفسیر آئی ہے کہ غول وہ ہے جو تغول کرے، یعنی تا اور غین کے فتح کے ساتھ مُراد ہے مطلب یہ کہ جنوں کے جادوگر غیلان کی طرح مختلف صورتیں بدلتے ہیں، کیونکہ عرب کہا کرتے تھے کہ غیلان لوگوں کو دکھائی دیتا ہے، اور خوب مختلف صورتیں بدلتے ہیں، اور انکو راستہ سے بھٹکاتے اور ہلاک کرتے ہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حالت کو باطل کر دیا۔

(حضور کے ارشاد میں) **اَلنَّوء** ہے، شرح جامع الاصول میں ہے "النوء" انواء کا مفرد ہے، اور یہ اٹھائیس ستارے ہیں وہ منازل ہیں ان میں سے غرب میں تیرھویں رات کو طلوعِ فجر کے ساتھ ایک منزل ختم ہوتی ہے اور دوسری منزل اسکے مقابل سے طلوع کرتی ہے۔ پس یہ اٹھائیس کواکب سال بھر میں اپنے دورے تمام کرتے ہیں، عرب گمان کرتے تھے کہ ایک منزل کے ساقط ہونے اور اُسکے مقابل طلوع کرنے سے بارش ہوتی ہے۔ پس عرب بارش کو منزل کی طرف نسبت کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ فلاں منزل کی وجہ سے بارش ہوئی۔ اسی لیے اسکا نوء نام پڑ گیا، اسلیے کہ جب

فنظرت اليه فاذا هو ساجد وقد رفع اصبعيه كالمتضرع المبتهل ثم رأيت سحابة بيضاء قد اقبلت من السماء حتى غشيته فغيبته عني فسمعت مناديا ينادي طوفوا به مشارق الارض ومغاربها وادخلوه البحار ليعرفوه باسمه ونعته وصفته وصورته ويعلمون انه سمي فيها الماحي لايبقى شيء من الشرك الا محي في زمنه ثم تجلت عنه في اسرع وقت، وروى محمد بن سعد من حديث جماعة منهم عطاء وابن عباس ان امنة بنت وهب قالت لما فصل مني تعني النبي صلى الله عليه وسلم خرج معه نورا اضاء له ما بين المشرق والمغرب ثم وقع الى الارض معتمدا على يديه ثم اخذ قبضة من التراب فقبضها ورفع رأسه الى السماء، وروى الطبراني انه لما وقع الى الارض وقع مقبوضة اصابع يديه مشيرا بالسبابة كالمسبح بها. واخرج احمد والبزار والطبراني والحاكم والبيهقي عن العرباض بن سارية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اني عبد الله وخاتم النبيين وان ادم لمنجدل في طينته وساخبركم عن ذلك انا دعوة ابي ابراهيم وبشارة عيسى و رؤيا امي التي رأت وكذلك امهات الانبياء يرين وان ام رسول الله صلى الله عليه وسلم رأت حين وضعته نورا اضاءت له قصور الشام قال الحافظ ابن حجر صححه ابن حبان والحاكم وله طرق كثيرة الى هذا اشار العباس بن عبد المطلب في شعره حيث قال — **شعر**

وانت لما ولدت اشرقت الارض | واضاءت بنورك الافق
فنحن في ذلك الضياء والنور | وسبيل الرشاد نخترق

فوجه تخصيص الشام بنوره انها دار ملكه كما ذكر كعب ان في

ساقط ہونے والی منزل مغرب میں ساقط ہوتی ہے تو طلوع ہونے والی منزل مشرق سے طلوع ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں نیوءٌ نوءًا یعنی ڈوبا اور طلوع ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ نوء کے معنی غروب کے ہیں اور وہ اضداد سے ہے حضرت ابو عبید فرماتے ہیں کہ اس جگہ کے سوا کہیں اور نوء کے معنی غروب کے نہیں سنے ہیں، اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوء کے بارے میں شدت فرمائی، کیونکہ عرب بارش کی اسکی طرف نسبت کرتے تھے لیکن وہ شخص جو یہ اعتقاد رکھے کہ بارش اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور مطرنا بنوءِ کذا (کہ ہم پر فلاں منزل کی وجہ سے بارش ہوئی) سے یہ مراد لیتا ہے کہ فلانے وقت میں بارش ہوتی ہے کہ وہ فلانی منزل میں ہے تو اب یہ بولنا جائز ہوگا

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ استسقاء کا قصد فرمایا، تو حضرتِ عباس ابن عبد المطلب کو (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا تھے) بلایا، دریافت کیا کہ ثریا کی منزل میں کتنے دن باقی رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اس علم کے جاننے والے (منجّم) گمان کرتے ہیں کہ زمین میں سقوط کے بعد سات مرتبہ کنارے پر آیا ہے، پھر وہ سال تمام نہ ہوا کہ بارش ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے یہ تھی کہ اس وقت میں کتنی مدت باقی ہے کہ جب حسب عادت وہ وقت پورا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔

"نہایہ" میں ہے کہ امرِ جاہلیت کی باتوں میں سے انواء ہے، اور وہ اٹھائیس منازلِ قمر ہیں۔ اور چاند ہر رات ان میں سے ایک منزل طے کرتا ہے اسطرف آیت کا یہ اشارہ ہے کہ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ الآیہ چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں۔ نہایہ کا باقی کلام شرح جامع الاصول کے کلام کی

الكتب السابقة محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم مولده بمكة
ومهاجرته بيثربعـ وملكه بالشام ولهذا اسرى به صلى الله عليه وسلم الى الشام الى
بيت المقدس كما هاجر اليها قبله ابراهيم وبها ينزل عيسى بن مريم
وهى ارض المحشر والمنشر وجآء فى الحديث الصحيح عليكم بالشام
فانها خيرة الله من ارضه يجتبى اليه من عباده ومن عجائب ولادته
صلى الله عليه وسلم ما خرجه البيهقى وابونعيم انه كان يهودى سكن
مكة للتجارة فلما كانت الليلة التى ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال يا معشر يهود طلع نجم احمد الذى يولد فى هذه الليلة
وعن عائشه قالت كان يهودى سكن مكة فلما كانت الليلة التى
ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا معشر قريش هل ولد
فيكم مولود؟ قالوا لا نعلم قال انظروا فانه ولد فى هذه الليلة
نبى هذه الامة بين كتفيه علامةله فانصرفوا فسألوا فقيل لهم
ولد لعبد الله بن عبد المطلب غلام فذهب اليهودى معهم
الى امه فاخرجته لهم فلما رأى اليهودى العلامة خر مغشيًا عليه
وقال ذهبت النبوة من بنى اسرائيل يا معشر قريش اما والله
ليسطون بكم سطوة يخرج خبرها من المشرق والمغرب رواه يعقوب
بن سفيان باسناد حسن كما قال فى فتح البارى - ومن عجائب ولادته
ايضًا ما روى من ارتجاج ايوان كسرى وسقوط اربعة عشر شرفة من
شرفاته وغيض بحيرة طبرية وخمود نار فارس وكان لها الف عام لم
تخمد رواه غير واحد وهو مشهور، وفى سقوط اربعة عشر شرفة
اشارة الى انه يملك منهم بعدد الشرفات وقد ملك منهم فى

ومن عجائب ولادته صلى الله عليه وسلم ١٢

له اى علامة النبوة ١٢

عـ اسمها طيبة ونهى النبى صلى الله عليه وسلم ان يقول لها يثرب ١٢ - الرضوى

طرح ہے۔ سوائے اس قول کے جو ان علیہ سے منقول ہے۔

صحیح بخاری کی شرح میں کرمانی فرماتے ہیں کہ نوء نون کی فتح اور سکون واؤ کے ساتھ ہے اسکے بعد ہمزہ ہے۔ عرب والے گمان کرتے تھے کہ بارش ستاروں کے طلوع و غروب کی وجہ سے ہوتی ہے، جو شخص اسکو محض ایک وقت کہے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے، اسلیے کہ کوئی وقت ایسا نہیں ہے جو بندوں پر فوائد سے مشہور نہ ہو۔ اسکے بعد انھوں نے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے نمازِ استسقاء کا واقعہ بیان کیا اُسی طرح پر جیسا "جامع الاصول" میں مذکور ہے۔

قاضی ابن العربی فرماتے ہیں کہ جو شخص اسکا منتظر ہو کہ یہی اللہ تعالیٰ کے سوا فاعل ہے، یا اُسکو اور اللہ تعالیٰ کو شریک گردانے پس وہ کافر ہے، اسلیے کہ پیدائش اللہ وحدہٗ کا کام ہے۔ اور جو شخص انواء سے اجراءِ عادت مراد لے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ لیکن علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے اسلیے کہ یہ کفر کی علامت ہے اور اس سے کفر کا خدشہ ہوتا ہے۔

طیبی فرماتے ہیں یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ایسے ہی انواء کا ذکر کرنا امرِ جاہلیت میں سے ہے، جو یہ کہے فلاں نوء کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی، کیونکہ عرب والوں کے نزدیک اٹھائیس منزلوں میں سے کسی ایک منزل میں ستارہ کے غروب و سقوط (کا نام نوء) ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک ستارہ کا مغرب میں ڈوبنا اور معاً دوسرے ستارہ کا مشرق سے اس کے مقابل طلوع ہونا ہے۔ انکے اعتقاد میں یہ ہے کہ ایسے وقت یقیناً بارش ہوگی۔ بارش کا سبب یا نوء ہے یا تیز آندھی وغیرہ۔ پھر ان میں سے بعض کچھ تو ڈوبنے والے ستارہ کی تاثیر مانتے ہیں، اور کچھ طلوع ہونے والے کی۔ اسلیے کہ یہی تو ہے جس سے نوء ہُوا، یعنی اپنی جگہ سے اُٹھا یا ابھرا طلوع ہوا۔

اربع سنين عشرة وبقى ملك الباقون الى خلافة عثمان ذكره في المواهب اللدنية. ومن ذلك ما وقع من زيادة حراسة السماء بالشهب وقطع رصد الشياطين ومنعهم من استراق السمع وولد صلى الله عليه وسلم مختونا مسرورا اى مختونا مسرورا اى مقطوع السرة كما روى من حديث ابى هريرة وابن عمر وابن عساكر وروى الطبرانى فى الاوسط وابو نعيم والخطيب وابن عساكر من طرق عن انس ان النبى صلى الله عليه وسلم قال من كرامتى على ربى انى ولدت مختونا ولم ير احد سوأتى وصححه الضياء فى المختارة، قال الحاكم فى المستدرك تواترت الاخبار انه عليه الصلوة والسلام ولد مختونا ولعله اراد بتواتر الاخبار اشتهارها وكثرتها فى السير لا من طريق السند المصطلح عليه عند ائمة الحديث وقد ضعفه بعضهم وبه صرح ابن القيم ثم قال ليس هذا من خصائصه صلى الله عليه وسلم فان كثيرا من الناس ولد مختونا، وفى الوشاح لابن دريد قال ابن الكلبى بلغنا ان ادم خلق مختونا واثنى عشر نبيا من بعده خلقوا مختونين و اخرهم محمد صلى الله عليه وسلم، وحكى انه ختنه جده عبد المطلب يوم سابعه وصنع له مادبة وسماه محمدا، وقيل ان جبرئيل ختنه حين طهر قلبه، قال الذهبى وهذا منكر **فائدة** اعلم ان الختان هو قطع القلفة التى تغشى الحشفة من الرجل وقطع بعض الجلدة التى فى اعلى الفرج من المرأة، ويسمى ختان الرجل اعذارا بالعين المهملة والذال المعجمة والراء، وختان المرأة خفضا بالخاء المعجمة والفاء والضاد المعجمة وقد اختلف العلماء هل هو واجب او سنة فذهب

پس بارش کی اسکی طرف نسبت کرتے ہیں۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا اعتقاد رکھنے کی ممانعت فرمادی۔ اور ان کا یہ قول کہ اسکا فاعل کافر ہوتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء اس پر متفق ہیں۔ ممانعت اور تکفیر اُس شخص کے لیے ہے جو ستارہ کو بالذات فاعل اعتقاد کرے، نہ کہ وہ شخص جو عادت کی طرف نسبت کرے۔ اور بعض علماء ہر طرح پر مکروہ فرماتے ہیں، کیونکہ ممانعت عام ہے۔ اور کچھ علماء اسکے کفر کے اعتقاد سے مراد کفرانِ نعمت لیتے ہیں۔ ہمنے اپنی دوسری کتاب میں اس باب کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چونکہ طیرہ اور عدویٰ لوگوں میں بہت مشہور ہے اور علمی و اعتقادی صورت میں لوگ سخت مبتلاء ہیں، اور احادیث ان دونوں کے بارے میں بکثرت واقع ہیں، تو ہم نے عزم کیا کہ مستقلاً دو بابوں میں جداگانہ بیان کردیں۔

پہلا باب طیرہ کے بیان میں

طیبی میں ہے کہ طیرہ طا کی زیر اور یا کے زبر کے ساتھ ہے، اور کبھی یا ساکن بھی ہوتی ہے۔ اسکے معنی کسی شے کو منحوس سمجھنا ہے یہ مصدر تطیّر۔ طیرۃً کا ہے جیسے تخیّر خیرۃً۔ ان دونوں کے سوا کوئی اور مصدر اس وزن پر نہیں آتا۔ اور اصل حقیقت یہ ہے جیسا کہ منقول ہے کہ پرندوں اور لوا سح (یعنی صیاد) کے داہنے ہاتھ میں شکار کا آنا، اور ہرن وغیرہ سے بدشگونی لینا ہے۔ اس پر انکا اتنا اعتقاد تھا کہ وہ اپنے ارادوں سے رک جاتے تھے۔ پس شریعت نے اسکی ممانعت کرکے اسے بالکل باطل قرار دیدیا، اور خبر دیدی کہ اس میں کسی طرح کے نفع دینے اور نقصان پہنچانے کی تاثیر نہیں ہے۔ اور فال ہموز العین ہے یہ نیک و بد دونوں میں مستعمل ہے، اور طیرہ صرف بدشگونی میں مستعمل ہے

اكثرهم الى انه سنة وليس بواجب وهو قول ابى حنيفة ومالك وبعض اصحاب الشافعى. وذهب الشافعى الى وجوبه وهو مقتضى قول سحنون من المالكية، وذهب بعض اصحاب الشافعى الى انه واجب فى حق الرجال وسنة فى حق النساء. واحتج من قال انه سنة بحديث ابى المليح بن اسامة عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال الختان سنة للرجال وتكرمة للنساء رواه احمد فى مسنده والبيهقى فاجاب من اوجبه بانه ليس المراد بالسنة ههنا خلاف الواجب بل المراد به الطريقة. واحتجوا على وجوبه بقوله تعالى ﴿أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ وثبت فى الصحيحين من حديث ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اختتن ابراهيم عليه السلام وهو ابن ثمانين سنة بالقدوم وبما روى ابوداود من قوله صلى الله عليه وسلم للرجل الذى اسلم الق عنك شعر الكفر واختتن، واحتج القفال على وجوبه بان بقاء القلفة يحبس النجاسة ويمنع صحة الصلوٰة فيجب ازالتها، واختلفوا فى وقته فقال القائلون بالوجوب وقته بعد البلوغ لانه محل الوجوب، وقال بعض اصحاب الشافعية يجب على الولى ان يختن الصبى قبل البلوغ والظاهر ان من قال بالسنة فوقته عنده قبل البلوغ لان ستر العورة واجب فلا يترك للسنة والله تعالى اعلم. واختلف فى عام ولادته صلى الله عليه وسلم فالاكثرون على انه عام الفيل وبه قال ابن عباس ومن العلماء من حكى الاتفاق عليه وقال وكل قول يخالفه وهم والمشهور انه ولد بعد الفيل بخمسين يوما واليه ذهب السهيلى فى جماعة وقيل بخمس وخمسين حكاه الدمياطى فى آخرين واختلف

بسا اوقات نیک فال میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ تذکرہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہے، لیکن شرعی اعتبار سے اسکا استعمال یہ ہے کہ "فال" جب مطلق مستعمل ہوگا تو اس سے نیک کام خاص ہوگا، اور "طیرہ" امر بد کیلیے ہاں مقید فال کا استعمال امر بد کے لیے ہو جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ بد فال، مکروہ فال وغیرہ۔ طیبی فرماتے ہیں کہ فال اور طیرہ میں فرق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے سمجھا جاتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، حضور نے ارشاد فرمایا "نہ عدوی ہے اور نہ طیرہ، مجھ کو تو فال پسند آتی ہے"۔ صحابہ نے عرض کیا فال کیا ہے؟ فرمایا وہ نیک کلمہ ہے۔ کرمانی شرح "بخاری" میں فرماتے ہیں کہ اسکی اصل یہ ہے کہ عرب ہرنوں اور پرندوں کو چھوڑتے تھے، پس جب وہ داہنی طرف کو جاتے تو اسکو متبرک جانتے، اور اگر بائیں طرف جاتے تو اسے منحوس گردانتے۔

امام نووی "مسلم" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس پر اعتقاد رکھنا شرک ہے اسکا قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسکا ضرر نہ واقع ہوتا ہو اور نہ عادتاً اسکے موافق آتا ہو خواہ نہ بالخصوص نہ بالعموم تو وہ کام ممنوع ہے، اسکو "طیرہ" کہتے ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو بالعموم نقصان پہنچائے مگر اسکی خاصیت نہ ہو اور نہ کبھی کبھی ہو متواتر نہ ہو، مثلاً وبا وغیرہ، تو اس میں نہ جائے اور نہ وہاں سے باہر نکلے۔ اور ہر وہ چیز جو خاص ہو مگر عام نہ ہو، جیسے مکان اور گھوڑا اور عورت، تو اس سے بچنا مباح ہے۔

نہایہ میں ہے کہ فال ہمزہ کے ساتھ ہر نیک و بد میں مستعمل ہے، اور طیرہ اکثر برائی میں، مگر زیادہ تر بطور بر نیک میں مستعمل ہے۔ اور لوگ بطور تخفیف ہمزہ کو ترک کر دیا کرتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فال کو اسلیے پسند فرمایا ہے کہ لوگ جب کسی سبب ضعیف یا سبب قوی سے فائدہ کی امید اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں اور اسکے

ايضًا فى الشهر الذى ولد فيه والمشهور انه ربيع الاول وهو قول جمهور العلماء ونقل ابن الجوزى الاتفاق عليه، وكذا اختلف ايضًا فى اىّ يوم من الشهر فقيل انه غير معين وانما ولد يوم اثنين من الربيع الاول من غير تعيين والجمهور على انه يوم معيّن فقيل لليلتين خلتا منه، وقيل لثمان خلت منه قال الشيخ قطب الدين القسطلانى وهو اختيار اهل الحديث، ونقل عن ابن عباس وجبير بن مطعم وهو اختيار اكثر من له معرفة بهذا الشان، واختاره الحميدى وشيخه ابن حزم، وحكى القضاعى فى عيون المعارف اجماع اهل السير عليه، ورواه الزهرى عن محمد بن جبير بن مطعم وكان عارفًا بالنسب وايام العرب، وقيل لعشر وقيل لاثنى عشر وهو المشهور وعليه عمل اهل مكة فى زيارتهم موضع مولده صلى الله عليه وسلم فى هذا الوقت، قال الطيبى اتفقوا على انه ولد يوم الاثنين ثانى عشر الربيع الاول انتهى - وفى قوله اتفقوا نظر عرف وجهه مما ذكرنا، واختلف ايضًا فى الوقت الذى ولد فيه والمشهور انه ولد يوم الاثنين، فعن قتادة الانصارى انه صلى الله عليه وسلم سئل عن صيام يوم الاثنين قال ذاك يوم ولدت فيه وانزلت علىّ فيه النبوة رواه المسلم وهذا يدلّ على انه ولد نهارًا وفى المسند عن ابن عباس قال ولد صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين واستنبئ يوم الاثنين وخرج من مكة مهاجرًا الى المدينة يوم الاثنين ورفع الحجر يوم الاثنين وكذا فتح مكة ونزل سورة المائدة يوم الاثنين وقد روى انه ولد عند طلوع الفجر فعن عبد الله بن عمرو بن العاص قال كان يمر الظهران راهب يسمى عيصًا من الشام وكان يقول يوشك

انجام کی بھلائی کے امیدوار ہوتے ہیں، تو وہ لوگ خیر پر ہیں، اگرچہ امید کی جہت میں غلطی کر جائیں، کیونکہ امید رکھنا انکے حق میں مفید ہے۔ لیکن جب وہ اپنی امید کو اور اپنی خواہشوں کو اللہ تعالیٰ سے قطع کر لیں، تو یہ صفت مذموم ہے، مگر طیرہ! تو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بدظنی اور بلاء کی توقع ہوتی ہے، تو یہ توقع عقلمندوں کے نزدیک مذموم اور شریعت مطہرہ میں ممنوع ہے۔ اور تفاؤل! یہ ہے کہ بیمار آدمی، یا گم شدہ شے کا متلاشی کسی دوسرے سے سن پائے کہ "اے تندرست" یا "اے پانے والے" تو اپنے تندرست ہونے یا پانے کا گمان کرے۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں کلمۂ طیبہ کے یہی معنی ہیں۔ نہایہ میں ہے کہ طیرہ بمعنی جنس (عام) اور فال بمعنی نوع (خاص) ہے، اسی باب میں یہ ہے کہ طیرہ سے فال زیادہ سچی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ یہ مشاکلت کی جہت سے ہو، کیونکہ طیرہ کے یقیناً لغوی معنی منحوس سمجھنا ہے، لیکن فال کا عام ہونا مسلّم ہے۔ قاموس میں ہے کہ طیرہ وہ ہے جو بُری فال لے کر منحوس سمجھیں۔

اب جبکہ تم نے تطیر اور تفاؤل کے معنی جان لیے، تو ہم اُن حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جو اس باب میں مروی ہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ بعض حدیثوں میں عدویٰ اور طیرہ کا ذکر یکجا وارد ہے۔ لہٰذا ہم ان میں سے جو حدیث کسی ایک جگہ ذکر کر دینگے، اُس کو ہم دوسری جگہ نہیں بیان کرینگے۔ یہی حال اُن حدیثوں کا ہے جو ہم نے صفر میں بیان کر دی ہیں۔ البتہ ہم کسی غرض و سبب سے جو سلسلۂ کلام میں لاحق ہو جائے تو دوبارہ ذکر کر دینگے۔ اب اُن حدیثوں کا بیان شروع ہے جو "جامع الاصول" میں مروی ہیں۔

ان يولد فيكم يا اهل مكة مولود يدين له العرب ويملك العجم وهذا زمانه فكان لا يولد بمكة مولود الا سأل عنه فلما كان صبيحة اليوم الذي ولد فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج عبد المطلب حتى اتى عيصا فناداه فاشرف عليه فقال له عيص كن اباه فقد ولد فيكم ذلك المولود الذي كنت احدثكم عنه يوم الاثنين ويبعث يوم الاثنين ويموت يوم الاثنين قال ولد لي الليلة مع الصبح مولود قال فما سميته قال محمدا، قال والله لقد كنت اشتهي ان يكون هذا المولد فيكم اهل البيت بثلث خصال نعرفه فقد اتى عليهن منها انه طلع نجمه البارحة وانه ولد اليوم وان اسمه محمد رواه ابو جعفر بن ابي شيبة اخرجه ابو نعيم في الدلائل بسند فيه ضعف- وقيل كان مولده صلى الله عليه وسلم عند طلوع الغفر وهو ثلثة انجم صغار ينزلها القمر وهو مولد النبيين ووافق ذلك من الشهور نيسان الشمسيه وهو برج الحمل وكان لعشرين مضت منه- قيل ولد ليلا لما مر من حديث عائشة- قال الشيخ بدر الدين الزركشي والصحيح ان ولادته عليه الصلوٰة والسلام كانت نهارا، واما ما روي من تدلي النجوم فضعفه ابن دحية لاقتضائه ان الولادة كانت ليلا قال وهذا لا يصلح ان يكون تعليلا فان زمان النبوة صالح للخوارق ويجوز ان يسقط النجوم نهارا انتهى - قال العبد الضعيف ويحتمل ان يكون سقوط النجوم في ليلة ولد صبيحتها- والاضافة في قولهم سقطت (٦ النجوم او نزلت الشهب في ليلة مولوده صلى الله عليه وسلم بهذا المعنى ثم اذا قلنا انه ولد ليلا فتلك الليلة افضل من ليلة القدر بلا شبهة

فليلة المولد افضل من ليلة القدر -

جامع الاصول کی حدیثیں

حضرتِ بریدہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے تطیر (بدشگونی) نہیں کرتے تھے، درانحالیکہ آپ جب کسی عامل کو روانہ فرماتے تو اسکا نام دریافت کرتے، اگر وہ نام اچھا ہوتا تو خوش ہوتے اور آپ کے چہرۂ انور سے اس خوشی کا اظہار ہوتا۔ اور اگر اسکا نام مکروہ (ناپسندیدہ) ہوتا تو آپ کے چہرۂ انور سے ناپسندی کے آثار ہویدا ہو جاتے۔ اور جب آپ کسی گاؤں میں تشریف لیجاتے تو اسکا نام دریافت فرماتے، پس اگر اچھا ہوا تو چہرۂ انور سے خوشی کا اظہار ہوتا، اور اگر مکروہ و ناپسندیدہ ہوا تو آپ کے بشرہ سے ناگواری معلوم ہوتی۔ اس کو ابوداؤد نے بیان کیا۔

حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لیے باہر نکلتے تو اسکو پسند فرماتے کہ یہ سنیں کہ کوئی "یا راشد" یعنی نیک رو، اور "یا نجیح" اے پانے والے کہے۔ ترمذی نے اس کی تخریج کی۔

عروہ بن عامر قرشی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طیرہ کا ذکر آگیا تو فرمایا "اس میں جو بہتر ہے وہ فال ہے، مسلمان کو چاہیے کہ کوئی تردد نہ کرے، پس اگر تم میں سے ناپسند کو دیکھے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ اے خدا! تیرے سوا کوئی بھلائی کو نہیں لاتا، اور تیرے سوا کوئی برائی کو دور نہیں کرتا تیرے سوا کسی میں کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ ابوداؤد نے اسکی تخریج کی۔

حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، طیرہ شرک ہے، طیرہ شرک ہے، اور کوئی ہم میں ایسا نہیں جو طیرہ سے خالی ہو مگر اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے اسے دور فرما دیتا ہے۔ ابوداؤد نے اسے بیان کیا۔

ترمذی کی ایک روایت میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لان ليلة المولد ليلة ظهوره صلى الله عليه وسلم وليلة القدر معطاة له
وما شرف بظهور الذات المشرف من اجله اشرف مما شرف بسبب
ما اعطاه ولان ليلة القدر شرف بنزول الملئكة فيها وليلة المولود
شرف بظهوره صلى الله عليه وسلم ولان ليلة القدر وقع التفضل
فيها على امة محمد صلى الله عليه وسلم وليلة المولد الشريف وقع
التفضل فيها على سائر الموجودات فهو الذى بعثه الله رحمة للعلمين
وعمت به نعمته على جميع الخلائق من اهل السموت والارضين
وقد ارضعته صلى الله عليه وسلم ثويبة عتيقة ابى لهب اعتقها حين (١)
بشرته بولادته صلى الله عليه وسلم وقد رأى ابولهب بعد موته
فى النوم فقيل له ما حالك قال فى النار الا انه خفف كل ليلة اثنتين
وامص من بين اصبعى هاتين ماء واشار الى رأس اصبعيه وان ذلك
باعتاقى لثويبة عند ما بشرتنى بولادة النبى صلى الله عليه وسلم وبارضاعها له
قال ابن الجوزى فلما كان هذا ابولهب الكافر الذى نزل القرآن بذمه
جوزى فى النار بفرحه ليلة المولد النبى صلى الله عليه وسلم فما حال المسلم
من امته يسر بمولده ويبذل ما تصل اليه قدرته فى محبته صلى الله عليه وسلم
لعمرى انما كان جزاؤه من الله الكريم ان يدخله بفضله العميم جنات النعيم
ولا يزال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم
ويعملون الولائم ويتصدقون فى لياله بانواع الصدقات ويظهرون السرور
ويزيدون فى المبرات ويعتنون بقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من
مكانه كل فضل عميم ومما جرب من خواصه انه امان فى ذلك العام وبشرى (٢)
عاجل بنيل البغية والمرام فرحم الله امرءً اتخذ ليالى شهر مولده المباركة

(١) [illegible]

(٢) [illegible]

عاجلة

فرمایا طیرہ شرک ہے اور کوئی ہم میں ایسا نہیں جو طیرہ سے خالی ہو لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے دور کر دیتا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسمٰعیل سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ سلیمان بن حرب اس حدیث کے بارے میں فرماتے تھے کہ میرے خیال میں وما منا الکن اللہ یذھبہ بالتوکل حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "نہ عدوی ہے نہ طیرہ (یعنی نہ کوئی مرض متعدی ہے اور نہ بدشگونی و منحوس سمجھنا ہے) اور مجھے تو فال لینا ہے" صحابہ نے عرض کیا؟ فال کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ نیک کلمہ ہے۔ بخاری و مسلم نے اسکی تخریج کی۔ اور بخاری میں اسکی مثل ہے کہ فرمایا مجھے نیک فال، اچھا کلمہ پسند ہے۔ اور مسلم میں اسی کی مثل ہے کہ فرمایا" نیک کلمہ پسند ہے۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت بخاری کی طرح ہے۔ اور ترمذی نے پہلی روایت کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "نہ عدوی ہے نہ طیرہ۔ البتہ نحوست تین چیزوں میں ہے، گھوڑے، عورت اور مکان میں" ایک روایت میں راوی کا قول ہے کہ شوم یعنی نحوست کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ نے کیا، آپ نے فرمایا، اگر نحوست ہو سکتی ہے، تو مکان، عورت اور گھوڑے میں۔ بخاری و مسلم نے اس کی تخریج کی۔

اور مسلم میں یوں ہے کہ عورت، گھوڑے اور مسکن میں ہے صاحب موطا اور ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے پہلی روایت کی تخریج کی اور عدوی اور طیرہ کا ذکر نہیں کیا۔

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کہیں نحوست ہو سکتی ہے تو صرف گھوڑے، عورت اور مسکن میں ہو سکتی ہے۔ بخاری و مسلم نے اسکی تخریج کی اور موطا نے اسکی مثل بیان کیا، اور وہ اپنی

فائدة أعيادا ليكون اشدّ غلبةً على من في قلبه مرض وعناد ـ ولقد اطنب ابن الحاج في المدخل في الانكار على من احدثه الناس من البدع والاهوآء والغناء بالآلات المحرمة عند عمل المولد الشريف فالله تعالى يثيبه على قصده الجميل ويسلك بنا سبيل السنة فانه حسبنا ونعم الوكيل ـ ثم تشرف وتسعّد بارضاعه حليمة السعدية ـ قالت حليمة فيما رواه الطبراني والبيهقي وابو نعيم وغيرهم قدمتُ مكة في زمرة من بني سعد تلتمس الرضاء في سنة شهباء فقدمت على أتان لي ومعي صبي وشارف لنا لا اجد في ثديي ما يغنيه ولا في شارفنا ما يغذيه فوالله ما علمت منا امرأة الّا وقد عرض عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فتأباه اذا قيل يتيم فوالله ما بقي من صواحبي امرأة الّا اخذت رضيعاً غيري فلما لم اجد غيره قلت لزوجي والله اني لاكره ان ارجع من بين صواحبي ليس لي رضيع لانطلقن الى ذلك اليتيم فلاٰخذنّه فذهبت فاذا انه مُدرَجٌ في ثوب ابيض من اللبن يفوح منه المسك وتحته حريرة خضراء راقد على قفاه يغطّ فاشفقت ان اوقظه من نومه لحسنه وجماله فدنوتُ رُوَيدًا فوضعتُ يدي على صدره فتبسّم ضاحكًا وفتح عينيه ينظر اليّ تخرج من عينيه نورٌ حتّى دخل خلال السمآء وانا انظر فقبّلتُه بين عينيه واعطيتُه ثديي الايمن فاقبل عليه بما شآء من اللبن فحولتُه الى الايسر فابىٰ فكانت تلك حالته بعدُ قال اهل العلم اعلمه الله ان له شريكًا فالهمه العدل فقالب فروي وروى اخوه ثم اخذته فما هو الّا ان جئت به رحلي وقام صاحبي تعني زوجها الى شارفنا تلك فاذا انها الحافل فحلب فشرب وشربتُ حتى روينا وبتنا بخير ليلة

ن: نسالك في شهر فطيمة
ن: أتان: مادة حمر
ن: صواحبات
ن: صواحبات

حدیث میں ہے کہتے ہیں کہ گھر، خادم اور گھوڑے میں ہے۔ اسکو مسلم اور نسائی نے بیان کیا
حکیم ابن معاویہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے سُنا کہ نحوست نہیں ہے۔ اور کبھی گھر، عورت اور گھوڑے میں برکت
ہوتی ہے۔ ترمذی نے اس کی تخریج کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ طیرہ نہیں ہے، اسکا بہتر جزو فال ہے۔
عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فال کیا ہے؟ فرمایا وہ نیک
کلمہ ہے جسے کوئی تم سے سُن لے۔ بخاری و مسلم نے اس کی تخریج کی۔

حضرت سعد بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ عیافہ یعنی جانوروں
سے فال لینا اور طیرہ اور طرق بت پرستی ہے۔ اسے ابوداؤد نے بیان کیا
اور کہا کہ طرق پرندہ کا اُڑانا، اور عیافہ لکیر کھینچنا ہے۔ اور اپنی شرح میں کہا
کہ عیافہ پرندوں کو اُڑانا اور اُس سے شگون لینا ہے، جیسے عرب کیا کرتے
تھے کہ وہ پرندوں کو اُڑا کر شگون لیتے تھے، اور طرق کنکریاں مارنا ہے۔ اور کہا
گیا ہے کہ ریتے میں لکیریں کھینچنا ہے، جیسے نجومی دل کی باتیں وغیرہ بتانے کیلیے
کیا کرتے ہیں۔ اور جبت (بت پرستی) ہر وہ چیز ہے جسکی خدا کے سوا پرستش کیجائے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ جبت، کاہن اور شیطان کو کہتے ہیں۔ طیبی کا قول ہے،
کہ عیافہ پرندوں کا اُڑانا اور اُنکے ناموں، بولیوں اور گزرگاہوں سے شگون
لینا ہے، اور عرب کے سفروں میں یہ عادت بہت تھی، وہ بولا کرتے تھے کہ عاف
یعیف عیفاً جب پرندوں کو اُڑائے اور اندازہ (اٹکل) اور گمان لگائے۔ اور
طرق وہ کنکریاں مارنا ہے جسطرح عورتیں کرتی ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ

قالت حليمة فودّع الناس بعضهم بعضا وودّعت انا امّ النبي صلى الله عليه وسلم ثم ركبت اتاني واخذت محمدا بين يديّ صلى الله عليه وسلم قالت فنظرت الى الاتان وقد سجدت نحو الكعبة ثلثا ورفعت رأسها الى السماء ثم مشت حتى سبقت دواب الناس الذين كانوا معي فتعجّبن منها ويقلن ان لها الشأنا عظيما قالت ثم قدمنا منازل بني سعد ولا اعلم ارضا من ارض الله اجدب منها فكانت غنمي تروح عليّ حين قدمنا به شباعا لبنا فنحلب ونشرب وما يحلب انسان قطرة لبن ولا يجدها في ضرع حتى كان الحاضرون من قومنا يقولون لرعاتهم اسرحوا حيث يسرح راعي غنم بنت ابي ذويب فتروح اغنامهم جياعا لا تبضّ بقطرة لبن وتروح اغنامي شباعا لبنا ولم تزل حليمة تتعرف الخير والسعادة وتفوز منه بالحسنى وزيادة - شعر

لقد بلغت في الهاشمي حليمة مقاما علا في ذروة العز والمجد
وزادت مواشيها واخصب ربعها وقد عمّ هذا السعد كل بني سعد

قال ابن الجراح رأيت في كتاب الترقيص لابي عبد الله محمد بن المعلى الازدي ان في شعر حليمة مما كانت ترقص به النبي صلى الله عليه وسلم - شعر

يارب اذا اعطيته فابقه وعلّه الى العلى وارقه
وادحض اباطيل العدى بحقه

وكانت الشيما اخته من الرضاعة تحضنه وترقصه وتقول شعر

هذا اخي لم تلده امي وليس من نسل ابي وعمي
فديته من مخول معمي فانمه اللهم فيما تنمي

واخرج البيهقي والصابوني والخطيب وابن عساكر وغيرهم عن

وہ ریت میں لکیر کھینچنا ہے۔ اور جبت، جادو اور کہانت کو کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ کے سوا پوجی جائے۔ اور ایک قول جادو کا بھی ہے اور حضور کا فرمان یہ جبت سے ہے، اسکے معنی یہ ہیں کہ یہ جبت کا عمل ہے اور کہتے ہیں کہ یہ لفظ عربی کا نہیں ہے۔

اور حضرت سعد بن جبیر سے مروی ہے کہ یہ لفظ حبشی ہے۔ اور قطرب نے کہا جبت وہ ہے جس میں کچھ بھلائی نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرد نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پہلے ایک گھر میں رہتے تھے جہاں ہماری بہت گنتی تھی اور ہمارے پاس مال بہت تھا، پھر ہمنے دوسرا گھر بدل لیا، تو اس میں ہماری گنتی بھی کم ہو گئی اور ہمارا مال بھی کم ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو چھوڑ دو یہ برا ہے، اسے ابوداؤد نے بیان کیا۔

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی، اُس نے عرض کیا ہمارا ایک گھر تھا جہاں ہماری تعداد بہت تھی اور بکثرت مال تھا پھر ہم نے اُسے بدل دیا، تو تعداد بھی کم ہو گئی اور مال بھی کم ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا، چھوڑ دو یہ برا ہے۔ موطا نے اس کی تخریج کی۔

جامع کبیر کی حدیثیں

طیرہ (شگون) تقدیر کے ساتھ ہے، اس کو حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ طیرہ شرک ہے۔ ترمذی احمد اور بخاری نے ادب میں اور ابن ماجہ اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی۔

العباس بن عبد المطلب قال قلت يا رسول الله دعانی للدخول فی دینك
امارة لنبوتك رأيتك فی المهد تناغی القمر وتشير اليه باصبعك فحيث
اشرت اليه مال؟ قال انی كنت احدثه ويحدثنی ويلهينی عن البكاء
واسمع وجبته يسجد تحت العرش- وقال الصابونی هذا حديث غريب
الاسناد والمتن فی المعجزات حسن والمناغاة المحادثة وقد ناغت
الأمّ صبيها ای لاطفته وشاغلته بالمحادثة والملاعبة، واخرج البيهقی
وابن عساكر عن ابن عباس قال كانت حليمة تحدث انها اول ما
فطمت رسول الله صلى الله عليه وسلم تكلم فقال الله اكبر كبيرا والحمد
لله كثيرا وسبحان الله بكرة واصيلا فلما ترعرع كان يخرج وينظر الى
الصبيان يلعبون فيجتنبهم الحديث- وعنه قال كانت حليمة لاتدعه
يذهب مكانا بعيدا فغفلت عنه يوما فخرج مع اخته الشيما فی الظهيرة
الى البهم فخرجت حليمة تطلبه حتى تجده مع اخته فقالت فی هذا الحرّ
فقالت اخته يا امه ما وجد اخی فی حرّ رأيت غمامة تظل عليه اذا
وقف وقفت واذا سار سارت حتى انتهى الى هذا الموضع، وكان
صلى الله عليه وسلم يشب شبابا لايشبه الغلمان، قالت حليمة فلما
فصلت قدمنا به على امه واحرص شیء علی مكثه عندنا لما نری من (فصلته)
بركته فكلمنا امه وقلنا لو تركتيه عندنا حتى يغلظ فانا نخشى عليه وباء مكة
ولم نزل به حتى ردته معنا فرجعنا به فوالله انه لبعد مقدمنا بشهرين
او ثلاثة مع اخيه من الرضاعة لفی بهم لنا خلف بيوتنا اذ جاء اخوه يشتد
فقال ذاك اخی القرشی وقد جاءه رجلان عليهما ثياب بيض الحديث
فی باب شق صدره الشريف صلى الله عليه وسلم فانطلقنا رده الى اهله (باب شق صدر)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کہا کرتے تھے کہ شگون (طیرہ) صرف عورت، جانور اور مکان میں ہے۔ اسکو حاکم نے "مستدرک" میں، اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں روایت کی۔

نحوست تین میں ہے، عورت، مکان اور جانور میں۔ اسکو ترمذی اور نسائی نے ابن عمر سے روایت کیا۔

اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی، تو مکان، عورت اور گھوڑے میں ہوتی اسے احمد اور بخاری نے سہل بن سعد سے اور بیہقی نے ابنِ عمر سے اور نسائی نے جابر سے روایت کی۔

انسان میں تین صفات ہیں، شگون لینا، اور بدگمانی کرنا اور حسد کرنا۔ پس طیرہ سے یوں رہائی ہے کہ اس کی طرف رجوع نہ کرے، اور بدگمانی سے اسطرح کہ تحقیق کے درپے نہ ہو، اور حسد سے یوں کہ وہ ظلم نہ کرے۔ اس کو بیہقی نے "شعب الایمان" حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابنِ صیصری نے "امالی" اور دیلمی نے "مسند الفردوس" میں ان لفظوں سے روایت کی کہ مومن میں تین خصلتیں ہوتی ہیں، آخر حدیث تک۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جس نے شگون لیا، اور نہ وہ جسکے واسطے شگون لے۔ اور نہ وہ جو کہانت کرے، یا جسکے واسطے کہانت کی گئی، اور نہ وہ جو جادو کرے، یا جسکے لیے جادو کرائے۔ اسے عمران بن حصین سے طبرانی نے کبیر میں روایت کی۔

جو شخص شگون لے کر اپنے کام سے باز رہا بلا شبہ اس نے شرک کیا۔ امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابو عمرو سے روایت کی۔

طیرہ (شگون لینا) شرک ہے، طیرہ شرک ہے۔ جو شخص سفر کے ارادہ سے

قبل ان يظهر بها تتخوفون حتى قدمنا به الى أمه واخبرناها بشأنه فقالت اخشيتما عليه الشيطان فلا والله ما للشيطان عليه سبيل وانه لكائن لابني هذا شأن - **فائدة** كان شق الصدر الشريف المحمدي وغسل قلبه الاطهر صلى الله عليه وسلم اربع مرات الاولى وهو صغير في بني سعد في بيت حليمة، والثانية وهو ابن عشر سنين وفي الحديث انه صلى الله عليه وسلم قال هو ان ذلك اول ما ابتدأت به من امر النبوة وكان في الصحراء، والثالثة عند البعثة وكان صلى الله عليه وسلم نذر ان يعتكف شهرا هو وخديجة فوافق ذلك شهر رمضان، وقد يفهم من بعض الكتب انه كان في غار حراء فخرج ذات ليلة فسمع السلام عليك قال وظننتها فجاءة الجن فجئت مسرعا حتى دخلت على خديجة فقالت ما شأنك فاخبرتها فقالت ابشر بان السلام خير ثم خرجت مرة اخرى فاذا انا بجبرئيل على الشمس له جناح بالمشرق وجناح بالمغرب الحديث والرابعة ليلة الاسراء، ويروى خامسة ولا يثبت، وقد افردنا في ذلك رسالة ولله الحمد وقد وقع في طرق الاحاديث المروية في هذا الباب انه كان الغسل بماء زمزم وانه كان في طست من ذهب واستفيد منه ان ماء زمزم افضل واطهر من ماء الجنة والا غسلوه به وسئل هل غسل قلبه الشريف في الطست خاص به او فعل بغيره من الانبياء ايضا عليهم السلام؟ اجيب بانه ورد في خبر التابوت والسكينة انه كان فيه الطست الذي غسلت فيه قلوب الانبياء ذكره الطبري وعزاه العماد بن كثير في تفسيره لرواية السدي عن ابي مالك عن ابن عباس كذا في المواهب اللدنية ولما بلغ صلى الله عليه اربع سنين وقيل ستا وقيل سبعا

ماء زمزم افضل واطهر من ماء الجنة

نکلے، پھر وہ شگون لیکر باز رہا، بیشک اُس نے کفر کیا، اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اُسکا عمل سے انکار کیا۔ کوئی نحوست نہیں ہے اگر ہوتی تو گھوڑے، عورت اور مکان میں ہوتی۔ جو شخص اپنے کام سے شگون لیکر باز رہا، بلاشبہ اُس نے شرک کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کفّارہ کیا ہے؟ فرمایا یہ پڑھے، کوئی طیر نہیں سوائے تیرے طیر کے، اور کوئی بھلائی نہیں سوائے تیری بھلائی کے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ فال فرستادہ اور چھینک عادل گواہ۔ کوئی بدشگون (طیر) نہیں ہے۔ کبھی مکان، گھوڑے اور عورت میں برکت ہوتی ہے۔ اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے حکیم بن معاویہ سے بیان کیا۔

اے حاضر ہونے والے ہم تجھ سے تیرے منہ سے فال لیتے ہیں۔ ہام میں کچھ نہیں اور نظر سچی ہے۔ بہتر شگون فال ہے۔ اسے امام احمد و ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا۔ کوئی طیرہ نہیں، اس میں بہتر فال ہے، جو نیک کلمہ ہے اسے تم میں سے کوئی سُنے۔ اسے امام احمد و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ نہ عدوی ہے اور نہ طیرہ، مجھے فال پسند ہے۔ اسے دارقطنی نے متفق علیہ میں روایت کیا۔

حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا تمہاری کیا رائے ہے کہ اپنی لونڈی کی طرف سے میرے دل میں کچھ کھٹک ہے، کیونکہ لوگوں سے سُنا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کچھ نحوست ہوتی ہے تو مکان، گھوڑے اور عورت میں ہوتی ہے، تو انھوں نے اس بات سے انکار کیا کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، اور سختی سے انکار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اس بات سے انکار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ کسی چیز میں نحوست ہے۔ اور فرمایا جب اسکی

قبل ان يظهر ما تتخوفون حتى قد منا به الى امه واخبرناها بشأنه فقالت أخشيتما عليه الشيطان فلا والله ما للشيطان عليه سبيل وانه لكان لابني هذا شأن ـ **فائدة** كان شق الصدر الشريف المحمدى وغسل قلبه الاطهر صلى الله عليه وسلم اربع مرات الاولى وهو صغير في بني سعد في بيت حليمة، والثانية وهو ابن عشر سنين وفي الحديث انه صلى الله عليه وسلم قال هو ان ذلك اول ما ابتدأت به من امر النبوة وكان في الصحراء، والثالثة عند البعثة وكان صلى الله عليه وسلم نذر ان يعتكف شهرا هو وخديجة فوافق ذلك شهر رمضان، وقد يفهم من بعض الكتب انه كان في غار حراء فخرج ذات ليلة فسمع السلام عليك قال فظننتها فجاءة الجن فجئت مسرعا حتى دخلت على خديجة فقالت ما شأنك فاخبرتها فقالت ابشر بان السلام خير ثم خرجت مرة اخرى فاذا بجبرئيل على الشمس له جناح بالمشرق وجناح بالمغرب (الحديث) والرابعة ليلة الاسراء، ويروى خامسة ولا يثبت، وقد افردنا في ذلك رسالة ولله الحمد وقد وقع في طرق الاحاديث المروية في هذا الباب انه كان الغسل بماء زمزم وانه كان في طست من ذهب واستفيد منه

ماء زمزم افضل واطهر من ماء الجنة

ان ماء زمزم افضل واطهر من ماء الجنة والا غسلوه به وسئل هل غسل قلبه الشريف في الطست خاص به او فعل بغيره من الانبياء ايضا عليهم السلام؟ اجيب بانه ورد في خبر التابوت والسكينة انه كان فيه الطست الذى غسلت فيه قلوب الانبياء ذكره الطبري وعزاه العماد بن كثير في تفسيره رواية السدى عن ابى مالك عن ابن عباس كذا في المواهب اللدنية ولما بلغ صلى الله عليه اربع سنين وقيل ستا وقيل سبعا

نکلے، پھر وہ شگون لیکر باز رہا، بیشک اُس نے کفر کیا، اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اُسکا عمل سے انکار کیا۔ کوئی نحوست نہیں ہے اگر ہوتی تو گھوڑے، عورت اور مکان میں ہوتی۔ جو شخص اپنے کام سے شگون لیکر باز رہا، بلاشبہ اُس نے شرک کیا۔ صحابہ نے عرض کیا" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کفّارہ کیا ہے؟ فرمایا یہ پڑھے" کوئی طیر نہیں سوائے تیرے طیر کے، اور کوئی بھلائی نہیں سوائے تیری بھلائی کے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ فال فرستادہ ہے اور چھینک عادل گواہ۔ کوئی بدشگون (طیر) نہیں ہے۔ کبھی مکان، گھوڑے اور عورت میں برکت ہوتی ہے۔ اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے حکیم بن معاویہ سے بیان کیا۔

اے حاضر ہونے والے ہم تجھ سے تیرے منھ سے فال لیتے ہیں۔ ہام میں کچھ نہیں اور نظر سچی ہے۔ بہتر شگون فال ہے۔ اسے امام احمد و ترمذی نے حضرتِ جابر سے روایت کیا۔ کوئی طیرہ نہیں، اس میں بہتر فال ہے، جو نیک کلمہ ہے اسے تم میں سے کوئی سُنے۔ اسے امام احمد و مسلم نے حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ نہ عدوی ہے اور نہ طیرہ، مجھے فال پسند ہے۔ اسے دارقطنی نے متفق علیہ میں روایت کیا۔

حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ ابن عباس سے عرض کیا تمہاری کیا رائے ہے کہ اپنی لونڈی کی طرف سے میرے دل میں کچھ کھٹک ہے، کیونکہ لوگوں سے سُنا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کچھ نحوست ہوتی ہے تو مکان، گھوڑے اور عورت میں ہوتی ہے، تو انھوں نے اس بات سے انکار کیا کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو، اور سختی سے انکار کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اس بات سے انکار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ کسی چیز میں نحوست ہے۔ اور فرمایا جب اسکی

وقيل لتسعًا وقيل اثنتى عشرة سنةً وشهراً وعشرة ايام ماتت أمّهٗ بالابواء وقيل بالحجون[له] وفى القاموس ودار نابغة بمكة فيه مدفن آمنة أم النبي صلى الله عليه وسلم، وأخرج ابن سعد عن ابن عباس لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم ستّ سنين وخرجت به أمّه الى اخواله بنى عدى بن النجار بالمدينة تذورهم ثم رجعت به الى مكّة فلما كانت بالابواء توفيت، وقد روى انّ آمنة آمنت به صلى الله عليه وسلم بعد موتها فروى الطبري بسنده عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم نزل الحجون كئيبًا حزينًا فاقام به ماشاء الله عزوجل ثم رجع مسرورًا قال سألت ربّى عزوجل فاحيا لى أمى فآمنت بى ثم ردّها، وروى ابوحفص بن شاهين فى كتابه الناسخ والمنسوخ نحوه وكذا روى من حديث عائشة ايضًا احياء ابويه صلى الله عليه وسلم حتى آمنا به اوذاده السهيلى وكذا الخطيب قال السهيلى ان فى اسناده مجاهيل وقال ابن كثير انه حديث منكر جدًا وسنده مجهول، وقد خرّج بعض العلماء انّ ابويه صلى الله عليه وسلم ناجيان وليسا فى النار والكلام فى ابائه الشريفة طويل والسكوت فى هذا الباب احوط ولقد احسن الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقى حيث قال شعر

حبي الله النبى مزيد فضل ... على فضل وكان به رؤفًا
فاحيي أمّه وكذا اباه ... لايمان به فضلاً لطيفًا
فاسلم فالقديم بذا قدير ... وان كان الحديث به ضعيفًا

ولقد اطنب بعض العلماء فى الاستدلال لايمانهما فالله يثيبه الجنة على قصده الجميل فالحذر الحذر من ذكرهما بما فيه نقص

[له] حجون بفتح حاء كوہى است بمكه كه در وى مقبرہ قديمه است ۱۲ صراح ٥ له كئيب ... شكسته ۱۲ صراح

فسلّم

طرف سے تمہارے دل میں کچھ شک ہے تو اسے جدا کردو، یعنی اسے فروخت کردو، یا آزاد کردو۔ اسے ابن جریر نے بیان کیا۔

قتادہ نے ابوحسان سے روایت کی کہ دو آدمی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئے، انھوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نحوست عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوتی ہے۔ اس پر ام المومنین بہت غصہ ہوئیں اور کہا یہ نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ انھیں زمانہ جاہلیت کے لوگ منحوس سمجھتے تھے۔ ابن جریر نے اسے بیان کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی، اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم ایسے گھر میں رہتے ہیں کہ (اس سے پہلے) بکثرت مال ہمارے پاس تھا، پھر محتاج ہوگئے اور ہم میں برائی آگئی اور ہم جدا جدا ہوگئے۔ آپ نے فرمایا، فروخت کردو یا چھوڑ دو وہ برا ہے۔ ابن جریر نے اسے بیان کیا۔

جاننا چاہیئے کہ اس باب میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں، لیکن جبقدر ہم نے بیان کردی ہیں یہی بہت کافی ہیں۔ اور بعض حدیثوں سے طیرہ کے تاثیر کی نفی اور مطلقاً اسکے اعتقاد کی ممانعت سمجھی جاتی ہے۔ اور بعض حدیثوں سے اسکے مؤثر ہونے کا ثبوت یقینی معلوم ہوتا ہے، جیسے عورت، مکان اور جانوروں میں۔ یا تو یہ تاثیر ان میں فی الحال موجود ہوگی، یا یہ جاہلیت کے زمانہ کی باتیں ہیں۔ یہ تو نفی اور نہی (ممانعت) کے معنوں میں ہے، یا شرطیہ الفاظ سے وارد ہیں، جیسے اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی۔ اسکے معنی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے، حالانکہ نحوست کسی چیز میں نہیں ہے۔ اگر اسکا ثابت ہونا

لان ذلك يؤذى النبى صلى الله عليه وسلم لان العرف جاء بانه اذا ذكر ابوا الشخص بما ينقصه او وصف بوصف فيه نقص تأذى ولده بذكر ذلك عند المخاطبة وقد قال صلى الله عليه وسلم لاتسبوا الاحياء بسبب الاموات، وللسيوطى رسائل فى اثبات هذا المطلب فارجع اليها ثم مات جده عبد المطلب كافله وله مائة وعشرون سنة وقيل مائة واربعون سنة وكفله ابوطالب واسمه عبد مناف وكان عبد المطلب اوصاه بذلك لانه كان شقيق عبد الله، وقد اخرج ابن عساكر عن حليمة عن عرفطة قال تقدمت مكة وهم فى قحط فقالت قريش يا اباطالب اقحط الوادى واجدب العيال فهلم فاستسق فخرج ابوطالب ومعه غلام كانه شمس دجن تجلت عنه سحابة وحوله اغيلمة فاخذه ابوطالب فالصق ظهره بالكعبة ولاذ الغلام باصبعه وما فى السماء قزعة فاقبل السحاب من ههنا وههنا فاغدق واغدودق وفى ذلك يقول ابوطالب شعر

وابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتمى عصمة للارامل

والثمال بكسر المثلثة الملجاء والغياث وقيل المطعم فى الشدة والارامل المساكين من رجال ونساء وهو بالنساء اخص واكثر استعمالا والواحد ارمل وارملة وهذا البيت من قصيدة لابى طالب ذكرها ابن اسحاق بطولها وله فى مدحه صلى الله عليه وسلم قصائد أخر وكفالته وحمايته رسول الله صلى الله عليه وسلم مشهورة قال ابن التين ان فى شعر ابى طالب هذا دلالة على انه كان يعرف نبوة النبى صلى الله عليه وسلم قبل ان يبعث لما اخبره به بحيرى بفتح الموحدة وكسر المهملة وسكون المثناة

فرض کر لیا جائے، تو صرف یہ چیزیں ہیں جہاں گمان اور مقام مانا جاسکتا ہے اور یہی مناسب بھی ہے اسلیے کہ یہ معنی اس حدیث کی بناء پر ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرتی تو یقیناً نظر سبقت کرتی۔
اس مقام پر قاضی نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ لا طیرۃ کے بعد شرطیہ کو لانا دلالت کرتا ہے کہ نحوست ان میں بھی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر نحوست کا کہیں وجود ہوتا، تو ان چیزوں میں ہوتا، کیونکہ یہ چیزیں زیادہ اثر قبول کرنے والی ہیں، لیکن نحوست کا وجود اِن میں بھی نہیں ہے، پس ثابت ہوا کہ اصلاً کسی چیز میں نحوست نہیں ہے انتہیٰ۔

اُم المومنین حضرتِ عائشہ اور حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اِس باب میں صراحت کے ساتھ نحوست کی ممانعت وارد ہے۔ لہٰذا اِن دونوں روایتوں میں مطابقت اسطرح ہو سکتی ہے کہ بالذات تاثیر ماننے کی ممانعت ہے، اور ہر چیز میں حقیقی مؤثر صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور تمام مخلوق اُسی کی ہے اور اُسی کی جانب سے تقدیر ہے، اور ان چیزوں میں نحوست کا ثابت ہونا یہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی مشیت و مرضی کے موافق ہے کہ ان میں وہ پیدا کر دے اور ان کو "اسبابِ عادیہ" میں سے بنایا، جیسے آگ۔ مثلاً کہ یہ جلانے کے لیے ہے پس مخالفت بالذات تاثیر کی طرف راجع ہے، اور اثبات اُمورِ عادیہ کی طرف۔ اور ان اشیاء کی خصوصیت کی حکمت علمِ شارع کی طرف حوالہ ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ عورت میں نحوست یہ ہوتی ہے کہ اپنے شوہر کے لیے ناشزہ، بانجھ اور نافرمان ہو، یا شوہر کی نظر میں ناپسند اور بدصورت ہو۔ اور مکان میں نحوست یہ ہوتی ہے کہ وہ تنگ ہو، اور اُسکے ہمسائے بُرے ہوں یا آب و ہوا خراب ہو۔ اور گھوڑے میں نحوست یہ ہوتی ہے کہ وہ سرکش ہو

التحتية آخره راء مكسورة وغيره من شأنه وتعقبه الحافظ ابن حجر ان ابن اسحاق ذكر ان انشاد ابي طالب لهذا الشعر كان بعد البعث ومعرفة ابي طالب بنبوته جاء في كثير من الاخبار وتمسك بها بعض الشيعة في انه كان مسلما وانه مات على الاسلام وان الحشوية تزعم انه مات كافرا واستدل لدعواه بما لا دلالة فيه انتهى كذا في المواهب وروى انه صلى الله عليه وسلم كان يقول له عند موته يا عم قل لا اله الا الله كلمة استحل لك بها الشفاعة يوم القيمة فلما رأى ابو طالب حرص رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له والله يا ابن اخي لولا مخافة قريش انى انما قلتها جزعا لقلتها لا اقولها الا لاسرك بها فلما تقارب من ابي طالب الموت انظر العباس اليه يحرك شفتيه فاصغى اليه باذنيه فقال يا ابن اخي والله لقد قال اخي الكلمة التي امرته بها فقال صلى الله عليه وسلم لم اسمعه كذا في رواية ابن اسحاق انه اسلم عند الموت والصحيح انه ثبت من موته على ملة عبد المطلب والكلام فيه طويل والله يقول الحق وهو يهدى السبيل - ولما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم اثنى عشر سنة خرج مع عمه ابي طالب الى الشام حتى بلغ بصرى فرآه بحيري الراهب واسمه جرجيس فعرفه بصفته فقال وهو آخذ بيده هذا سيد العلمين هذا يبعثه الله رحمة للعلمين فقيل له وما علمك بذلك فقال انكم حين اشرفتم به من العقبة لم يبق شجر ولا حجر الا خر له ساجدا ولا يسجد الا لنبي واني لاعرفه بخاتم النبوة في اسفل غضروف كتفه مثل التفاحة وانا نجد في كتبنا وتزوج صلى الله عليه وسلم خديجة وهو ابن خمس وعشرين سنة

الكلام في الاسلام ابي طالب .

یا اس کی قیمت بہت ہو، یا اسکی مصلحت کے ناموافق ہو۔ اسی طرح اور بھی کیفیتیں ہیں
فی اصل اس سلسلہ میں اسکا استعمال ایک قسم کا مجاز ہے، اور نحوست
باعتبار اُن ناپسندیدگی کے ہے جو اِن چیزوں میں شریعت یا طبیعت کے
مخالف ہو، اسکی تائید "شرح السنۃ" کی یہ روایت بھی کرتی ہے، گویا کہ حضور
یوں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس ایسا مکان ہو جس میں اُسے رہنا ناپسند ہو
یا عورت ہو کہ اُس کی ہمبستری سے ناخوش ہو، یا گھوڑا ہو کہ وہ اُسے ناپسند ہو
تو چاہیئے کہ اُسے جدا کر دے اسطرح پر کہ مکان سے منتقل ہو جائے، بیوی
کو طلاق دیدے، اور گھوڑے کو فروخت کر دے، تاکہ اُسکے دل کی کھٹک
جو ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے جاتی رہے، جیساکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اُس شخص کے جواب میں فرمایا جس نے عرض کیا تھا "یا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم! ہم ایک ایسے مکان میں تھے جہاں ہماری تعداد بہت تھی (آخر
حدیث تک۔ تو آپ نے فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو بُرا ہے۔ پس انکو حکم دیا کہ اس سے
منتقل ہو جاؤ تاکہ وہ کراہت دُور ہو جائے جو پائی جاتی ہے، نہ یہ کہ اس میں
نحوست ہے۔ ثابت ہوا کہ شوم اور تطیر کی ممانعت اپنے حال پر باقی ہے۔ واللہ اعلم

باب دوم عدوی کے بیان میں

ہم نے واضح حدیثیں عدوی کے عدم وجود، اور اسکے قائل ہونے اور
اعتقاد رکھنے کی ممانعت میں پہلے بیان کر دی ہیں، صرف ایک اشکال (اعتراض)
باقی رہتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِس فرمان میں کہ فرمن المجذوم
کما تفر من الاسد (یعنی کوڑھی سے بھاگ جیساکہ شیر سے بھاگتا ہے) عدوی
کی نفی کے بعد اور اس فرمان میں کہ بیمار اُونٹ تندرست اُونٹ میں نہ جائے

وكانت تُدعىٰ في الجاهلية بالطاهرة وكان لها حين تزوجها النبي صلى الله
عليه وسلم اربعون سنة واصدقها عشرين بكرة وحضر ابوبكر ورؤساء
مُضَر فخطب ابوطالب فقال الحمد لله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم
وذرع اسمٰعيل وضِئضِي مَعَدّ وعنصر مُضَر وجعلنا حضنة بيته وسُوّاس
حرمه وجعل لنا بيتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحكام على الناس ثم
ان ابن اخي هذا محمد بن عبد الله لا يوزن برجل الا رجح به فان كان
في المال قُلّ فان المال ظلّ زائل وامر حائل ومُحمّد ممن قد عرفتم
قرابته وقد خطب خديجة بنت خويلد وبذل لها من الصداق ما آجله
وعاجله من مالي كذا وهو والله بعد هذا له نبأ عظيم وخطر جسيم
ولما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعين سنة وقيل واربعين يوما
وقيل وعشرة ايام وقيل وشهرين يوم الاثنين لسبع عشرة خلت من
شهر رمضان وقيل لسبع وقيل لاربع وعشرين ليلة، وقال ابن عبد البر
يوم الاثنين لثمان من الربيع الاول سنة احدى واربعين من الفيل
بعثه الله رحمة للعلمين ورسولا الى كافة الثقلين اجمعين فرفع قدره
واعلا ذكره في العلمين فاقام بمكة ثلث عشرة سنين ثم أُمر بالهجرة
الى المدينة المطهرة فاقام بها عشر سنين فجاهد في سبيل الله ودعا الخلق
ونوّر العالم بنور الايمان واليقين، ولما كان الحكمة في بعثه صلى الله
عليه هداية الخلق وتتميم مكارم الاخلاق وتكميل مباني الدين
فحين حصل هذا الامر وتم هذا المقصود رفعه الله اليه في
اعلى علّيين وتوفاه الله وهو ابن ثلث وستين سنة صلى الله عليه
وسلم وعلى آله وصحبه واتباعه واحزابه اجمعين -

اور ایک روایت میں ہے کہ لا یورد ممرض علی المصح (بیماری والا تندرست کے پاس نہ جائے) بعد اس فرمان کے کہ "کسی کو کسی سے بیماری نہیں لگتی" باوجود اسکا رد فرمانے کے جبکہ ایک اعرابی نے کہا تھا پھر یہ کیا ہے کہ اونٹ دوڑ جھپٹ کرتا ہے، گویا کہ وہ ہرن ہے، پس ایک خارشی اونٹ آکر سب کو خارشی کرجاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پہلے کو کہاں سے بیماری لگی۔ ایک روایت میں ہے کہ بدوی حضور کی خدمت میں آیا اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خارش اونٹ کے ہونٹ یا پٹھے میں ہوتی ہے، پھر تمام اونٹوں میں پھیل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا پہلے کو کہاں سے بیماری لگی لا عدوی ولا ھامۃ ولا صفر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک جان کو پیدا فرمایا اسی نے اس کی زندگی، مصیبت اور رزق مقرر فرمائے۔ بلاشبہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان دونوں روایتوں کو بیان کرتے ہیں، یعنی یہ کہ حضور کا فرمان لا عدوی اور یہ کہ لا یورد ممرض علی مصح۔ اسکے بعد پھر لا عدوی کی روایت سے خاموش ہو رہے اور لا یورد الی آخرہ کی روایت پر قایم رہے۔ پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث سے انکار کیا، لوگوں نے کہا کیا آپ لا عدوی کی حدیث بیان نہیں فرمایا کرتے تھے؟ تو پھر وہ ایسی بات فرمانے لگے جو ناقابلِ فہم تھی۔ ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ اس حدیث کے سوا کوئی اور حدیث بھولے ہوں۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حارث نے کہا کہ اے ابوہریرہ! میں تم سے اس حدیث کے ساتھ دوسری حدیث کو بھی روایت کرتے سُنا کرتا تھا اب آپ اس سے خاموش ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے لا عدوی۔ پس حضرتِ ابوہریرہ نے اسکے اقرار سے انکار کیا، اور فرمایا لا یورد ممرض علی مصح۔ تب انھوں نے

الباب الثانی فی وفاته صلی الله علیه وسلم

ونذکر فیه ماجاء من الاخبار فی اوله وآخره والله الموفق
ومما وقع قبل مرضه بشهر ما روی عن ابن مسعود قال نعی
لنا نبینا وحبیبنا صلی الله علیه وسلم قبل موته بشهر هو بابی وامی
ونفسی له الفداء فلما دنا الفراق جمعنا فی بیت امنا عائشة
وتشدد لنا فقال مرحبا بکم حیاکم الله بالسلام رحمکم الله حفظکم الله
جبرکم الله رزقکم الله رفعکم الله نفعکم الله آواکم الله هداکم
الله وقاکم الله اوصیکم بتقوی الله واوصی الله بکم واستخلفه
علیکم واحذرکم انی لکم نذیر مبین ان لا تعلوا علی الله فی عباده
وبلاده فانه قال لی ولکم تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا
یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین وقال
الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین قلنا یارسول الله امتی اجلک
قال دنا الفراق المنقلب الی الله والی جنة المأوی والی سدرة المنتهی
والی الرفیق الاعلی والکأس الاوفی والحوض المصفی والعیش المهنی
قلنا یارسول الله من یغسلک قال رجال اهلی الادنی فالادنی قلنا
یارسول الله ففیم نکفنک قال فی ثیابی هذه ان شئتم اوفی ثیاب
مصر اوفی حلة یمانیة قلنا یارسول الله من یصلی علیک وبکینا
وبکی فقال مهلا رحمکم الله وجزاکم الله عن نبیکم خیرا اذا
انتم غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری هذا علی شفیر
قبری فی بیتی هذا ثم اخرجوا عنی ساعة فان یصلی علی حبیبی وخلیلی

تمه مرزرگ سواد ۱۲ نشتہ الفتی [illegible]

جرح کی یہاں تک کہ وہ ناراض ہوکر نا قابل فہم باتیں کرنے لگے۔ ابو سلمہ نے کہا مجھے اپنی عمر کی قسم یقیناً ابو ہریرہ ہم سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا عدویٰ پس اب میں نہیں جانتا کس نے انکو بھلادیا، یا کس نے دونوں قولوں میں سے کسی ایک کو منسوخ کر دیا۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی روایت سے انکار کیا، تو اب یہ ثابت نہ ہوئی، تو میں جواب میں کہوں گا کہ اس سلسلہ میں اصولی بحث گزر چکی ہے، اور راوی کے انکار سے مطلقاً عدم ثبوت نہیں ہوتا۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تب بھی لا عدویٰ کا ثبوت دوسری متعدد سندوں سے ثابت ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

پس اب تعارض عدوی کی نفی اور مجذوم سے فرار کے حکم کے درمیان اور یہ کہ عدویٰ کی نفی اور فرمان لا یحل یا لا یورد ممرض الی آخرہ کے درمیان واقع ہوگیا۔ لہٰذا ہم ذکر کرتے ہیں جو علماء نے عدوی کی نفی اور مجذوم سے فرار کے حکم کی مطابقت میں بیان فرمایا ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں یہی مشہور ہے۔ اسی سے دوسری حدیث کی تطبیق کی وجہ بھی معلوم ہوجائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

اب ہم کہتے ہیں کہ کرمانی نے صحیح بخاری کی شرح میں فرمایا کہ لا عدویٰ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ بالطبع کسی کو کسی سے بیماری نہیں لگتی، لیکن جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء، اور اجراء عادت سے ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور نے بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس لیجانے کو منع فرمایا، اور فرمایا کہ کوڑھی سے بھاگ۔ الی آخرہ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فرار لا عدویٰ سے مستثنیٰ ہے۔

جبرئيل ثم ميكائيل ثم اسرافيل ثم ملك الموت مع جنود من الملائكه
باجمعهم ثم ادخلوا علىّ فوجًا فوجًا فصلوا علىّ وسلموا تسليمًا ولا تؤذونى
بتزكية ولا برنّة وليبتدئ بالصلوة علىّ رجال اهل بيتى ثم نساؤهم
ثم انتم بعدُ ثم اقرؤا السلام على من غاب عنى من اصحابى واقرؤا
السلام على من يتبعنى على دينى من يومى هذا الى يوم القيمة، قلنا نخ
يارسول الله! من يُدخلك قبرك؟ قال اهلى مع ملائكة كثيرة
يرونكم من حيث لا ترونهم، وفى انوار التنزيل والمدارك عن
ابن عباس انه قال اٰخر اٰية نزل بها جبرئيل واتقوا يومًا ترجعون
فيه الى الله ثم توفى كل نفس ماكسبت وهم لا يظلمون، وقال
ضعها فى رأس مائتين والثمانين من البقرة وعاش رسول الله
صلى الله عليه وسلم بعدها احد وعشرين يومًا وقيل احد وثمانين
يومًا وقيل ثلث ساعات، وفى تفسير الزاهدى وبكى ابن عباس
وقال خُتم الوحى بالوعيد۔

ذكر ابتداء مرضه صلى الله عليه وسلم وكيفيته

روى انه ابتداء به صداع فى اواخر صفر لليلتين بقيت منه
يوم الاربعاء فى بيت ميمونة، وقيل ليلة وقيل بل حمى مفتتح
الربيع الاول، وفى الوفاء مرض فى صفر لعشر بقين منه وتوفى
صلى الله عليه وسلم لاثنتى عشرة ليلة خلت من الربيع الاول انتهى
وذكر رزين عن ابى حاتم شهر الربيع الاول من السنة الحادية
عشر فكان ابتداء مرضه فى بيت ميمونة وقيل زينب بنت جحش

تورپشتی فرماتے ہیں کہ لاعدویٰ کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے، بعض تو یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عدویٰ کی نفی اور اسکا ابطال ہے جیساکہ ظاہر حدیث اور عدویٰ پر قرائن اور سیاقِ کلام دلالت کرتا ہے۔ اکثر کا یہی مذہب ہے۔ اور بعض کی یہ رائے ہے کہ عدویٰ کا ابطال مراد نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوڑھی کہ کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ اور فرمایا کہ بیمار تندرست پر نہ جائے۔ بلاشبہ اس سے اس چیز کی نفی مراد ہے جو طبیعت والے اعتقاد رکھتے تھے ان کا خیال یہ تھا کہ امراض متعدی اور یقینی مؤثر ہوتے ہیں۔ تو ان کو تنبیہ فرمادی کہ خبردار یہ بات نہیں ہے جیساکہ تم گمان کرتے ہو بلکہ وہ مشیتِ الٰہی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، اگر وہ چاہے تو ایسا ہو جائے اور وہ نہ چاہے تو کچھ نہ ہو۔ اس مفہوم پر یہ فرمانِ نبوی مشیر ہے کہ "پہلے کو کہاں سے بیماری لگی" یعنی اگر تمہارے خیال میں یہی بات ہے کہ بیماری کا متعدی ہونا مرض کی وجہ سے ہے اور کسی وجہ سے نہیں؟ تو پہلے کو کہاں سے لگی۔ آپ نے یہ فرماکر واضح کردیا کہ "کوڑھی سے بھاگ" اور یہ کہ "بیمار تندرست پر نہ جائے" کیونکہ ان سے ملنا جلنا علت کا سبب ہے۔ پس بچنا چاہیے جسطرح ٹیڑھی دیوار اور شکستہ کشتی سے بچتے ہیں۔ پہلے گروہ نے دوسرے گروہ کے استدلال کو انہی دونوں حدیثوں سے رد کیا ہے کہ ان دونوں میں جو ممانعت ہے وہ تو دونوں باتوں میں کسی ایک کے اختیار کرنے والے پر شفقت کے لیے ہے کہ فی نفسہ اس کو علت لگ جائے، یا اونٹوں کو بیماری لگ جائے، تو وہ اعتقاد کرنے لگے گا کہ عدویٰ حق ہے۔ کہا ہے کہ دوسرے قول والوں کی تاویل دونوں میں سے بہتر ہے، کیونکہ ان میں ہر دو ی

وقيل ريحانة رضي الله تعالىٰ عنهن، وذكر الخطابي ان ابتداءه يوم
الاثنين وقيل السبت وقيل الاربعاء قال الحاكم وحكى في الروضة
قولين وفي مدته اختلاف قيل اربعة عشر وقيل اثنا عشر يوماً
وعليه الاكثرون وقيل عشرة وبه جزم سليمان التيمي وهو احد الثقاة
بان ابتداء مرضه يوم السبت الثاني والعشرين من الصفر ومات
يوم الاثنين لليلتين خلتا من الربيع الاول وفي الاكتفاء لما اقفل
رسول الله صلى الله عليه وسلم من حجة الوداع اقام بالمدينة بقية
ذي الحجة وصفر وضرب على الناس وبعث اُسامة بن زيد الى الشام
وامره ان يوطئ الخيل تخوم البلقاء والداروم من ارض فلسطين فتجهز وتغذ
الناس واوعب مع اسامة المهاجرين الاول فكان آخر بعث بعثه
رسول الله صلى الله عليه وسلم فبينا الناس على ذلك ابتداء صلوات
الله وسلامه عليه بشكواه الذي قبضه الله تعالىٰ فيه الى ما اراده به
من رحمته وكرامته في ليال بقين من صفر او في شهر الربيع الاول
فكان اول ما بداء به رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما ذكر
انه خرج الى لبقيع الغرقد من جوف الليل فاستغفر لهم ثم رجع
الى اهله فلما اصبح ابتداء بوجعه في يومه ذلك حدث ابو موبهبة
مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم
من جوف الليل فقال يا ابا موبهبة اني قد امرت ان استغفر لاهل
هذا البقيع فانطلق معي فانطلق معه فلما وقف عليهم قال السلام عليكم
يا اهل المقابر ليهنئ عليكم ما اصبحتم فيه مما اصبح الناس فيه
اقبلت الفتن كقطع الليل المظلم يتبع آخرها اولها ثم اقبل على

ان میں مروی حدیثوں کی مطابقت ہے۔

اب پہلے قول پر غور کیجئے تو یہ اصول طبّیہ کو معطل کر دینے پر مقتضی ہے حالانکہ شریعت طبّی اصول کو بیکار و معطل کرنے کے لیے نہیں آئی، بلکہ اسکے اثبات اور معتبر ہونے کے واسطے آئی ہے، اس طور پر کہ اصول توحید کے خلاف نہ ہو، اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اسکے ماننے پر کوئی خلاف نہیں ہوتا۔

رہا یہ استدلال کہ سیاقِ کلام کا قرینہ! بلاشبہ ہم ایسا پاتے ہیں کہ شارع علیہ السلام نہی کو حرام اور مکروہ اور وہ جو کسی ایک پہلو سے ممنوع ہو اور وہ جو متعدد اعتبار سے ممنوع ہو کے درمیان میں جمع کر دیتے ہیں۔ ہمارے اس قول کے صحت کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس مجذوم (کوڑھی) سے جو بیعت کرنے آیا تھا فرمایا ہم نے تیری بیعت قبول کر لی، بس اب جا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس مجذوم سے جسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے دستِ مبارک کے ساتھ ایک پیالے میں رکھا تھا فرمایا' اللہ پر بھروسہ اور توکل کر کے کھا۔ ان دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت سوائے اس وجہ کے کوئی نہیں ہے کہ پہلی حدیث آلاف کے اسباب سے بچنے کو ظاہر کرتی ہے، اور دوسری حدیث مشارکتِ اسباب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل بتاتی ہے، تاکہ پہلی حدیث کے ساتھ اسباب سے تعرض ثابت ہو اور یہ سُنّت ہے۔ اور دوسری حدیث سے اسباب کا ترک ثابت ہو کہ یہ ایک حالت ہے۔

خطیبی نے اس حدیث میں جو عمرو بن شرید سے مروی ہے کہا ہے کہ ثقیف کے وفد میں ایک شخص مجذوم تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فقال يا ابا مويهبة انى قد اوتيت مفاتيح خزائن الدنيا والخلد
فيها ثم الجنة فخيرت بين ذلك وبين لقآء ربى فقلت بابى انت وامى
فخذ مفاتيح خزائن الدنيا والخلد فيها ثم الجنة فقال لا والله يا ابا
مويهبة لقد اخترت لقآء ربى والجنة ثم استغفر لاهل البقيع
ثم انصرف فبدأ به وجعه الذى قبضه الله تعالى فيه، وقالت عائشة
رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم من البقيع فوجدنى وانا اجد
صداعًا فى رأسى وانا اقول وارأساه فقال بل انا والله يا عائشة
اقول وارأساه قالت وكان يُسلّينى صلى الله عليه وسلم بالمزاح على
تجشم منه قال وما ضرّك لو متِّ قبلى فقمتُ عليكِ وكفنتكِ و
صليتُ عليكِ ودفنتكِ فقلت والله لكأنى بك وقد فعلت ذلك فرجعتَ
الى بيتى فاعرست فيه ببعض نسآئك من اخر ذلك اليوم فتبسّم
رسول الله صلى الله عليه وسلم فتتام به وجعه وهو يدور على
نسآئه حتّى اشتدّ به وهو فى بيت ميمونة فدعا نسآءه يستأذنهن
فى ان يمرض فى بيتى فأذن له فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم
يمشى بين رجلين من اهله احدهما الفضل بن عباس ورجل اخر
عاصبا رأسه يخط قدماه حتّى دخل بيتى، وعن ابن عباس ان الرجل
الأخر هو على بن ابى طالب ثم غُمر رسول الله صلى الله عليه وسلم واشتدّ
به وجعه، وفى رواية بعد ان قال وارأساه فذهب فلم يلبث
الا يسيرًا حتّى جئ به محمولاً فى كساء فدخل علىّ وبعث الى نسآء
فقال انى قد اشتكيت وانى لا استطيع ان ادور بينكن فأذنّ فلأكنْ
عند عائشة فكنت اوقّيه ولم اوقّ احدًا قبله، وروى ان رسول الله

اس سے کہلا بھیجا کہ ہم نے تیری بیعت قبول فرمالی اب چلے جاؤ۔ اِس کو مُسلم نے روایت کیا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے رخصت کا ارشاد ہے اُس شخص کے حق میں جسے توکل کا درجہ حاصل نہ ہو تاکہ وہ اسباب کی رعایت کیا کرے، کیونکہ موجودات کی ہر شے میں خاصیت اور اثر ہے جسکو حکیم جل جلالہ نے اس میں ودیعت فرمایا ہے۔ علامہ تُورِپشتی فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ جذام میں ایک قسم کی بُو ہوتی ہے، جو اُسکے پاس زیادہ بیٹھے اور اُسکے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا زیادہ رکھے اُسے بیمار کردیتی ہے باوجودیکہ متعدی امراض میں سے نہیں ہے بلکہ طبی معاملات میں سے ہے، جیسے کہ خراب چیز کھانے اور بدبودار چیز کو سونگھنے، اور کسی ایسے مکان میں رہنے سے جسکی ہوا موافق نہ ہو ضرر پہنچ جاتا ہے حالانکہ یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہیں اور وہ چیزیں کسی کو بذاتہٖ نقصان پہنچانے والی نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

حضرت شیخ امام حافظ ابن حجر عسقلانی نخبۃ الفکر کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں مطابقت کی وجہ یہ ہے کہ یہ امراض بالطبع متعدی نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے بیمار کے ساتھ میل جول کو تندرست کے لیے سبب کر دیا ہے کہ اسکی بیماری اس حد تک تجاوز نہ کرجائے۔ پھر کبھی یہ مرض اپنے سبب سے تخلف بھی کرجاتا ہے جیسے اور اسباب میں ہوتا ہے۔ اسی طرح ابن الصلاح نے دوسروں کی اتباع میں تطبیق کی ہے، اور دونوں میں سب سے بہتر تطبیق یہ ہے کہ یوں کہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ممانعت عدویٰ میں اپنے عموم پر باقی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول کہ "کسی چیز کو کوئی چیز بیماری نہیں لگاتی" صحیح ہے۔ اور یہ بھی کہ "پہلے کو بیماری کہاں سے لگی"۔ یعنی مطلب یہ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں اس مرض کو دوسرے میں پیدا کیا

صلى الله عليه وسلم كان يتماثل في مرضه اين انا غدا اين انا غدا يريد يوم عائشة فاذن له ازواجه يكون حيث يشاء (اى يتولى ١٢) وكان في بيت عائشة حتى مات عندها وفي رواية ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يحمل في ثوب يطاف به على نسائه وهو مريض يقسم بينهن قالت عائشة ثم تمادى به وجعه وهو في ذلك يدور على نسائه حتى يحممن برسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت ميمونة فلما دنا واماته اجتمع رأى اهل البيت على ان يلدوه عه و تخوفوا ان يكون به ذات الجنب ففعلوا وفي رواية عن عائشة قالت كانت تأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم الخاصرة فاخذته يوم و اغمى عليه حتى ظننا انه هلك فلددناه ثم فرج عن النبي صلى الله عليه وسلم وقد لددوه فقال من صنع لي هذا فجبنه ذا عتلوا بالعباس فاتخذ جميع من في البيت العباس سببا ولم يكن له في ذلك رأى فقالوا عمك العباس امر بذلك وتخوفنا ان يكون بك ذات الجنب فقال انها من الشيطان ولم يكن الله عز وجل ليسلطها علي ولا الدبر مني بها ولكن هذا عمل النساء لا يبقى احد في البيت الا لد الا عمي عباس فان يميني لا تناله فلد واكلهم ولدت ميمونة وكانت صائمة ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى بيت عائشة وكان يومها بين العباس وعلي والفضيل يمسك بظهره ورجلاه تخطان حتى دخل على عائشة فلم يزل عندها مغلوبا لا يقدر على الخروج من بيتها الى غيره ثم ان وجعه اشتد قالت عائشة جعل يشتكي ويتقلب على فراشه فقلت له لو صنع هذا بعضنا لوجد عليه فقال ان المؤمنين يشدد عليهم انه لا يصيب المؤمن نكبة من شوكة فما فوقها الا رفع

عه لتخوفهم از علاج است ١٢

جیساکہ پہلے ہیں پیدا کیا تھا۔ اب رہا حکم مجذوم سے فرار کا! سو یہ اسباب روکنے کے لیے ہے، تاکہ اگر اُس شخص کو جو مجذوم سے میل جول رکھتا ہو اتفاق سے تقدیرِ الٰہی کی بناء پر ابتلاءً مرض لاحق ہوجائے نہ کہ عدوی کی وجہ سے جس کی ممانعت ہے، تو وہ شخص یہ گمان کرنے لگے کہ اس سے میل جول کی وجہ سے یہ مرض ہوگیا، پھر وہ عدوی پر اعتقاد کرنے لگے۔ یہ بات نقصان کا موجب ہے، اسلیے احتراز کا حکم فرمایا، تاکہ مادّہ ہی کٹ جائے۔ واللہ اعلم

یہ شرح میں شیخ کا کلام ہے۔ اور حاشیہ میں جو شیخ سے منقول ہے اُسکے بارے میں کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مجذوم کے ساتھ کھانا، کھانا اس حیثیت پر دلالت کرتا ہے کہ آپ یقین رکھتے تھے کہ بغیر اذنِ الٰہی کے کچھ نہیں پہنچ سکتا، اور حضور اس سے محفوظ تھے کہ اگر کوئی مکروہ بات پہنچے تو آپ ایسا گمان کریں۔ یہ حکم بھی ایسے ہی لوگوں کیلیے ہے جو اپنے دل میں صادق یقین نہیں پاتے۔ اور وہم کرتے ہیں کہ اگر ناگوار بات پیش آئی تو دل میں خدشہ آئے گا، یہ حکم اس پہ مہربانی کے لیے ہے تاکہ شرک خفی کے دریا میں ڈوبنے سے محفوظ رہے، جزاہ اللہ تعالیٰ عن اُمتہ خیر الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی اُمت کی طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے اور آپ کو وسیلہ، فضیلہ اور لواء الحمد مرحمت فرمائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشرّف وکرّم۔

یہ شیخ کی تقریر ہے، چونکہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجکر بحث ختم کی ہے، لہٰذا ہم نے بھی درود پر اپنے کلام کو ختم کردیا واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وحزبہ وسلم۔

الله له بها درجة وحط عنه بها خطيئة وقالت ما رأيت احدا كان
اشتد عليه الوجع من رسول الله صلى الله عليه وسلم، روى انه
كان لا يكاد تقربه عليه من شدة الحمى فقال ليس احد اشد بلاء
من الانبياء كما يشتد علينا البلاء كذلك يضاعف لنا الاجر، وعن
عبد الله بن مسعود قال دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم وهو
يوعك فقلت يا رسول الله انك لتوعك وعكا شديدا قال اجل اني
اوعك كما يوعك رجلان منكم قلت ذلك بان لك اجران قال اجل
ذلك كذلك ما من مسلم يصيبه اذى شوكة فما فوقها الا كفر الله بها
سيئاته كما تحط الشجرة ورقها رواه البخاري، وعن عائشة قالت لما
اشتد عليه وجعه قال صبوا على من سبع قرب لم تحلل اوكيتهن
لعلي استريح فاعهد الى الناس قالت عائشة فاجلسناه في مخضب
لحفصة من نحاس وسكبنا عليه الماء حتى طفق يشير الينا ان قد
فعلتن ثم خرج فقام يومئذ خطيبا فحمد الله واثنى عليه واستغفر
للشهداء الذين قتلوا يوم احد -

ذكر اشتداد مرضه صلى الله عليه وسلم

كانت مدة علته اثنى عشر يوما وقيل ثمانية عشر يوما وقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه سدوا هذه الابواب
الشوارع الى المسجد الا باب ابي بكر فاني لا اعلم رجلا احسن يدا
عندي في الصحابة من ابي بكر، وفي رواية سدوا عني كل خوخة في
هذا المسجد غير خوخة ابي بكر، وعن ابن عمر جاء ابوبكر فقال

ماہ ربیع الاوّل شریف

سب سے زیادہ بہتر اور راحق بات یہ ہے کہ جو کچھ اس ماہ میں ذکر کیا گیا ہے اس میں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات! اور ان کے متعلق جو احکام ہیں اُن کو پہلے بیان کیا جائے، اور ہم اس مہینہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں رؤیت وزیارت پر ختم کرینگے۔ پس اسکے دو باب ہیں۔

پہلا باب ولادت کے بیان میں

واضح ہو کہ اے محبِ صادق! اللہ تعالیٰ نور یقین سے تمہاری تائید کرے اور تمہارے دل کو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر سے منور کرے جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حمل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس حملِ مبارک کی برکت سے عجیب حالات ظاہر ہوئے اور نادر واقعات رُونما ہوئے جو سیر کی کتابوں میں مذکور، اور حدیثوں میں وارد ہیں۔ ہم نے اُن میں سے صرف اُن پر اختصار کیا ہے جن سے اصل حال معلوم ہو سکے اور حدیثوں میں سے ہم وہی بیان کرینگے جو حدیث کی کتابوں میں معروف سندوں سے صحیح ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے توفیق ہے۔

مروی ہے کہ قریش سخت کال اور بڑی تنگی میں تھے، جب حضور حمل میں تشریف لائے تو زمین سرسبز ہو گئی، اور درخت بار آور ہو گئے، اور انکو ہر طرف سے بافت ہونے لگی۔ تو اسکا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمل میں تشریف لائے بکشادگی اور مسرت کا سال نام رکھا۔ اور ابن اسحاق کی حدیث میں ہے کہ حضرت آمنہ فرمایا کرتیں جب حضور حمل میں تشریف لائے تو میں نیند اور بیداری کی

يا رسول الله! ايذن لي فامرضك واكون الذي اقوم عليك؟ فقال يا ابابكر ان لم احمل ازواجي وبناتي واهل بيتي علاج امري ازدادت مصيبتي عليهم عظيما وقد وقع اجرك على الله ومما وقع في مرضه انه خطب الناس في مرضه وقال في خطبته ان الله تبارك وتعالى خير عبدا بين الدنيا وبين ما عنده فاختار ذلك العبد ما عند الله فبكى ابوبكر فعجبنا من ابي بكر ان اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم خير وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو المخير وكان ابوبكر اعلمنا ومنه اعتق في مرضه عليه السلام اربعين نفسا وروى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لم يشتك شكوى الا سأل الله تبارك وتعالى العافية حتى كان في مرضه الذي توفي فيه فانه لم يدع بالشفاء بل عاتب لنفسه وشرع يقول يا نفس ما لك تلوذين كل ملاذ ومما وقع في مرضه انه اسر الى فاطمة حديثا فبكت ثم اسر اليها حديثا فضحكت قال عائشة فسألتها عن ذلك فقالت ما كنت لافشي سر رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا قبض سألتها فقالت انه اسر الي فقال جبرئيل كان يعارضني بالقرآن في كل عام مرة وانه عارضني العام مرتين ولا اراه الا وقد حضر اجلي وانك اهل بيتي لحوقا بي ونعم السلف انا لك فبكيت لذلك ثم قال الا ترضين ان تكوني سيدة نساء هذه الامة او نساء المؤمنين فضحكت لذلك ومما وقع في مرضه انه صلى الله عليه وسلم كان يصلي بالناس في مدة مرضه وانما انقطع ثلثة ايام وقيل سبع عشرة صلوة فلما اذن بالصلوة في اول ما امتنع وهي صلوة العشاء قال مروا ابابكر فليصل بالناس ٤ وعن الزهري

عن عبد خير الله فكان ـ ان ابابكر اعتق في مرضه صلى الله عليه وسلم اربعين انفسا ـ

مروا ابابكر فليصل بالناس ـ

حالت میں تھی کسی آنیوالے نے ان سے کہا اے آمنہ! بیشک تم اس امت کے سردار کی حاملہ ہو۔ حالانکہ مجھے خبر بھی نہ تھی کہ میں حاملہ ہوں، اور نہ کوئی گرانی پاتی، اور نہ ویسی رغبت جو حاملہ عورتوں کو ہوتی ہے البتہ حیض بند ہونے کا تعجب کرتی تھی۔ بعض حدیثوں میں مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری والدہ ماجدہ کو میرا حمل سب عورتوں سے زیادہ ثقیل تھا، اور اپنی سہیلیوں سے اس ثقل کا شکوہ کرنا شروع کیا، تو میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ جو انکے بطن میں ہے وہ نور ہے۔ آخر حدیث تک۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ کو اپنے حمل میں ثقل معلوم ہوا۔ اور تمام حدیثوں میں ہے کہ انکو ثقل معلوم ہی نہیں ہوا۔ حافظ ابو نعیم نے ان دونوں حدیثوں میں اسطرح تطبیق دی ہے کہ ابتدائے علوق میں تو ثقل تھا، اور حمل کے بقیہ دنوں میں خفت (ہلکا پن) تھا، اور یہ دونوں حالتیں معروف عادت کے خلاف تھیں۔

(ابو زکریا یحیٰ بن عائذ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں کامل نو مہینے رہے۔ نہ تو انکو درد، مروڑ اور ریح کی شکایت ہوئی، اور نہ ان عوارضات کی جو حاملہ عورتوں کو ہوتی ہے۔ اور یہ فرمایا کہ میں نے کوئی حمل نہ تو اس سے زیادہ ہلکا دیکھا، اور نہ اس سے زیادہ عظیم برکت والا۔

جب انکے حمل کے دو مہینے گزر گئے تو آپ کی والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ انکی وفات جب ہوئی جبکہ آپ مہد (جھولے) میں تھے۔ غالب اور مشہور پہلی ہی روایت ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم لعبد الله بن زمعة مروا الناس فليصلوا فخرج عبد الله بن زمعة فلقي عمر بن الخطاب فقال صلّ بالناس فصلى عمر بالناس فجهر بصوته وكان جهير الصوت فسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم صوته فقال اليس هذا صوت عمر فقالوا بلى يا رسول الله، فقال يأبى الله ذلك والمؤمنون ليصلّ بالناس ابوبكر كذا ذكر في المنتقى، وفي شرح المواهب ان بلالا اذّن بالصلوة في زمان مرضه فقال النبي صلى الله عليه وسلم لعبد الله بن زمعة اخرج وقل لابي بكر يصلّي فخرج فلم يجد على الباب الّا عمر في جماعة ليس فيهم ابوبكر فقال يا عمر صلّ بالناس فلما كبّر وكان رجلا صيّتا وسمع النبي صلى الله عليه وسلم صوته فقال يأبى الله والمسلمون الّا ابابكر قال ثلث مرات قال فقال عمر لعبد الله بن زمعة بئس ما صنعت كنت ارى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امرك ان تأمرني قال لا والله وما امرني ان امر واحدا، وروى ان بلالا لمّا اذّن فوقف على الباب فقال السلام عليك يا رسول الله يرحمك الله فقال له مُر ابابكر ليصلّ بالناس فخرج بلال ويده على ام رأسه وهو ينادي واغوثاه وانقطاع رجاه وانكسار ظهراه ليتني لم تلدني امّي واذا ولدتني لم اشهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا ودخل المسجد وقال يا ابابكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرك ان تتقدم فلمّا نظر ابوبكر خلوا المسجد من رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان رجلا رقيقا لم يتمالك ان خرّ مغشيا فضجّ المسلمون فسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الضجّة وقال يا فاطمة ما هذه الضجّة

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات مدینۂ منورہ سے واپس ہوتے ہوئے مکۂ مکرمہ کے راستہ میں ہوئی اور مقامِ ابواء میں دفن ہوئے۔

ابن نعیم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ کسی آنیوالے نے آکر خواب میں اسوقت مجھ سے کہا جبکہ حمل کو چھ ماہ گزر چکے تھے کہ اے آمنہ! تمکو خیر العالمین کا حمل ہے۔ جب تم وضع حمل کرو تو ان کا نام محمد رکھنا اور اپنا حال پوشیدہ رکھنا۔ فرماتی ہیں جب میری وہ حالت ہوئی جو عورتوں کو ہوتی ہے، اور انھوں نے وہ عجیب و غریب باتیں بیان کیں جو انھوں نے دیکھی تھیں مثلاً ان پرندوں کا دیکھنا جنکی چونچیں زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے، اور ان مردوں اور عورتوں کو ہوا میں دیکھنا جنکے ہاتھوں میں چاندی کی چھاگل تھی (فرماتی ہیں) اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے تو میں نے مشارقِ ارض اور مغاربِ زمین کو دیکھ لیا۔ اور تین جھنڈے گڑے ہوئے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں، اور ایک جھنڈا مغرب میں، اور ایک جھنڈا کعبہ کی چھت پر۔ اسوقت مجھے دردِ زہ ہوا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو میں نے آپ کی طرف نظر کی، تو آپ کو سجدہ میں دیکھا درانحالیکہ آپ اپنی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے جسطرح کوئی عاجز زار زار روتا ہے۔

پھر میں نے ایک سفید ابر دیکھا کہ آسمان کی طرف سے آیا یہانتک کہ اس نے آپ کو ڈھانپ لیا، اور آپ مجھ سے غائب ہو گئے۔ اسوقت ایک منادی سے سنا کہ وہ پکارتا تھا آپ کو زمین کے مشارق و مغارب کی سیر کراؤ، اور آپکو سمندروں میں پھراؤ تاکہ وہ آپ کے اسم مبارک، آپ کی نعت و صفت اور آپ کی صورت کو پہچانیں اور جان لیں کہ آپ کا اسم مبارک "ماحی" ہے، اب شرک میں سے کچھ

قالت یارسول الله ضج المسلمون لفقدك فدعا بعلی وابن عباس وانکب علیهما وخرج الی المسجد وصلی ثم قال یامعشر المسلمین انتم فی ودائع الله وکنفه والله خلیفتی علیکم بتقوی الله وحفظ طاعته فانی مفارق للدنیا۔ وعن عائشة قالت لما ثقل رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء بلال یؤذنه بالصلوٰة فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قلت یارسول الله ان ابابکر رجل اسیف وانه متی یقوم مقامك لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت فقلت لحفصة قولی له فقالت له حفصة یارسول الله ان ابابکر رجل اسیف وانه متی یقوم مقامك لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقال انکن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس قال فامروا ابابکر فلما دخل الصلوٰة وجد النبی صلی الله علیه وسلم من نفسه خفة فقام یهادی بین رجلین ورجلاه یخطان فی الارض حتی دخل المسجد فلما سمع ابوبکر حسه ذهب لیتاخر فاومی الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان قم کما انت فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی جلس عن یسار ابی بکر فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی بالناس قاعدا وابوبکر قائما یقتدی ابوبکر بصلوٰة النبی صلی الله علیه وسلم والناس یقتدون بصلوٰة ابی بکر، وفی سیرة ابن هشام فلما خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم تفرج الناس فعرف ابوبکر ان الناس لم یصنعوا ذلك الا لرسول الله صلی الله علیه وسلم فنکص عن مصلاه فدفع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی ظهره وقال صل بالناس وجلس رسول الله صلی الله علیه وسلم الی جنبه فصلی قاعدا عن یمین

باقی نہیں رہیگا، مگر آپ کے زمانہ میں محو ہو جائے گا، پھر شریعت کیساتھ وہ ابر آپ سے ہٹ گیا۔

محمد بن سعد ایک جماعت کی حدیث میں سے جن میں عطا و ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ بنت وہب فرماتی ہیں کہ جب آپ مجھ سے جدا ہوئے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا جس نے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا، پھر اپنے ہاتھوں کا سہارا لیکر زمین پر آئے، پھر ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ طبرانی روایت کرتے ہیں کہ آپ جب زمین پر تشریف لائے تو انگلیاں بند کیئے ہوئے انگشت شہادت سے سبحان اللہ پڑھنے والے کی طرح اشارہ کرتے ہوئے تشریف لائے۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے عرباض میں ساریہ سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا بندہ نبیوں کا ختم کرنے والا تھا، جبکہ حضرت آدم ابھی اپنے خمیر میں تھے، اور بہت جلد تمہیں اس کی خبر دونگا، یعنی اپنے والد حضرت ابراہیم کی دعوت اور حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کا وہ خواب جو انھوں نے دیکھا، اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی مائیں دیکھا کرتی ہیں۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے بوقت ولادت ایک ایسے نور کو دیکھا جس سے شام کے محل نظر آگئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح بتایا ہے اس کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں۔ اور اسی کی طرف حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے اپنے شعر میں اشارہ کیا۔ چنانچہ فرمایا ہے (ترجمہ)

آپ جب تولد ہوئے تو زمین روشن ہو گئی، اور آپ کے نور سے آسمان

ابوبکر، فلما فرغوا من الصلوٰۃ قال ابوبکر یا رسول اللہ انی اراک قد اصبحت بنعمۃ من اللہ وفضل کما تحب والیوم یوم بنت خارجۃ افاتیہا قال نعم قال ثم دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخرج ابوبکر الی اھلہ بالسنح، والروایات متعارضۃ علی ان الامام کان ابوبکر وروی عن ابن عباس انہ قال لم یصلّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلف احد من امتہ الا خلف ابی بکر وصلی خلف عبد الرحمٰن بن عوف فی سفر رکعۃ واحدۃ، وعن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن بن عوف عن ابیہ انہ کان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر غزوۃ فذھب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحاجۃ فاقاموا الصلوٰۃ وتقدم عبد الرحمن فجآء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعبد الرحمٰن قد صلی بھم رکعۃ وصلی مع الناس خلفہ واتم الذی فاتہ وقال ماقبض نبی حتّٰی یصلی خلف صالح من امتہ کذا فی الصفوۃ، وعن مغیرۃ بن شعبۃ انہ غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ تبوک قال المغیرۃ فتبرز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الغائط فحملت معہ اداوۃ قبل الفجر فلمّا رجع اخذت اُھریق علی یدیہ من الاداوۃ فغسل یدیہ ووجہہ وعلیہ جبۃ من صوف فذھب یحسر عن ذراعیہ فضاق کمّ الجبّۃ فاخرج یدیہ من تحت الجبّۃ والقی الجبّۃ علی منکبیہ وغسل ذراعیہ ثم مسح ناصیتہ وعلی العمامۃ ثم اھویت لانزع خفیہ فقال دعھما فانی ادخلتھما طاھرتین فمسح علیھما، وفی روایۃ عن المغیرۃ قلت یا رسول اللہ انسیت قال بل انت نسیت بھذا امرنی ربی، وروی ھذہ الروایۃ ابوداؤد والدارمی معناہ قال المغیرۃ ثم رکب

کے کنارے چمکنے لگے، پس ہم اسی روشنی نور میں ہدایت کا رستہ چلتے ہیں۔
اور نور کے ساتھ شام کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ شام آپ کا دار الملک ہے
جیسا کہ کعب نے بیان کیا کہ کتب سابقہ میں ہے کہ سیدنا احمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی ولادت مکہ میں اور آپ کی ہجرت یثرب؏ (مدینہ طیبہ) میں اور آپ کا
ملک شام میں ہے۔ اسی وجہ سے شب معراج آپ کو شام کی طرف بیت المقدس
تک لیجایا گیا، جیسا کہ آپ سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف
ہجرت فرمائی تھی، اور شام ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے
اور وہی خطہ حشر و نشر کا مقام ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ شام لازم کرلو، کیونکہ وہ
اللہ کو اپنی زمین میں پسندیدہ ہے، اور اللہ کے برگزیدہ بندے اسی کو اختیار کرتے ہیں۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے عجائبات میں سے یہ ہے جسے
بیہقی اور ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی مکہ مکرمہ میں تجارت کیواسطے رہتا تھا
جب وہ رات آئی جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تولد ہوئے، تو اُس یہودی نے
کہا اے گروہ یہود اُس احمد کا ستارہ چمکا جو اس رات تولد ہوگا۔ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں رہتا تھا پس جب وہ رات آئی جسمیں
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تولد ہوئے، تو اُس یہودی نے کہا، جماعت قریش!
کیا تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا ہمیں خبر نہیں۔ یہودی نے کہا
تلاش کرو، کیونکہ اس رات میں اُس امت کا نبی جسکے دونوں کندھوں کے درمیان
نشان ہے، پیدا ہوگیا۔ چنانچہ قریش گئے اور دریافت کیا، اُن سے کسی نے کہا
عبد اللہ بن عبد المطلب کے فرزند ہوا ہے۔ پھر وہ یہودی انکے ساتھ آپ کی
والدہ کے پاس پہنچا، انھوں نے آپ کی زیارت کرادی۔ جو وقت یہودی نے
وہ نشان دیکھا، تو وہ غش کھاکر گر پڑا، اور کہا اے جماعت قریش! بنی اسرائیل سے

؏ اب یثرب کہنے کی ممانعت وارد ہے، اب طیبہ کہا جائے ۱۲ رضوی

وركبت فانتهينا الى القوم وقد قاموا الى الصلوٰة ويصلى بهم عبد الرحمٰن بن عوف وقد ركع بهم ركعة فلما احس بالنبى صلى الله عليه وسلم ذهب يتأخر فاوحى اليه فادرك النبى صلى الله عليه وسلم احدى الركعتين معه فلما سلم قام النبى صلى الله عليه وسلم وقمت معه فركعنا الركعة التى سبقتنا رواه مسلم ذكره فى المشكوٰة وروى عن رافع بن عمرو بن عبيد عن ابيه انه قال لما ثقل النبى صلى الله عليه وسلم عن الخروج امر ابا بكر ان يقوم مقامه فكان يصلى بالناس وربما خرج النبى صلى الله عليه وسلم بعد ما دخل ابو بكر فى الصلوٰة ويصلى خلفه ولم يصل خلف احد غيره الا انه صلى الله عليه وسلم صلى خلف عبد الرحمٰن بن عوف ركعة واحدة فى سفر، وفى اسد الغابة عن الحسن البصرى عن على بن ابى طالب قال قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا بكر وصلى بالناس وانى شاهد غير غائب وانا صحيح غير مريض ولو شاء ان يقدمنى لقدمنى فرضينا للدنيا من رضى الله ورسوله لديننا ومما وقع فى مرضه انه صلى الله عليه وسلم اشتد وجعه يوم الخميس فاراد ان يكتب كتابا فقال لعبد الرحمٰن بن ابى بكر ايتنى بكتف اولوح اكتب لابى بكر كتابا لا يختلف عليه فلما ذهب عبد الرحمٰن ليقوم قال ابى الله والمؤمنون ان يختلف عليك يا ابا بكر، وعن ابن عباس لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم الموت وفى البيت رجال منهم عمر بن الخطاب قال النبى صلى الله عليه وسلم هلم اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده فقال عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غلب عليه الوجع وعندكم القرآن حسبنا كتاب الله فاختلف

نبوت نکل گئی۔ خدا کی قسم! اب تمکو تمہاری غلبہ حاصل ہوگا، اس کی خبر مشرق سے مغرب تک پھیل جائیگی۔ اسکو یعقوب بن سفیان نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا، جیسا کہ فتح الباری میں مروی ہے۔ اور آپ کی ولادت کے عجائبات میں سے یہ بھی مروی ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اسکے چودہ کنگرے گر پڑے، اور بحیرۂ طبریہ خشک ہوگیا، اور فارس کی وہ آگ جو ایک ہزار برس سے جل رہی تھی بجھ گئی۔ اسکو بہت لوگوں نے روایت کیا ہے اور یہ مشہور ہے کہ چودہ کنگرے گرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اس گنتی کے مطابق بادشاہ ہونگے۔ چنانچہ چالیس سال کے عرصہ میں دس بادشاہ ہوئے اور بقیہ خلافت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تک بادشاہ ہوئے، یہ مواہب لدنیہ میں مذکور ہے اس سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ آسمان کی حفاظت شہاب سے زیادہ ہونے لگی۔ اور شیاطین کی کمین گاہیں قطع ہوگئیں اور انکو چوری چھپے باتیں سننے کی ممانعت کردی گئی، (اور یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ابن عساکر سے مروی ہے، اور طبری نے "اوسط" میں اور ابو نعیم، خطیب اور ابن عساکر نے متعدد سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کی طرف سے میری بزرگی یہ ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور کسی نے میری شرم گاہ نہ دیکھی، اسکی تصحیح مختارہ میں بھی ہے حاکم نے "مستدرک" میں کہا متواتر حدیثوں میں ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے غالباً تواتر حدیث سے انکی مراد کتب سیر میں بکثرت اور مشہور ہونا ہو، نہ کہ ائمہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق طریق سند مراد ہے۔ حالانکہ بعض نے اسے

اهل البيت واختصموا منهم من يقول قدموا يكتب لكم رسول الله صلى الله عليه وسلم كتابا لا تضلوا بعده ومنهم من يقول ما يقول عمر فلما اكثر اللغط والاختلاف قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قوموا عني فكان ابن عباس يقول ان الرزية كل الرزية ما حال بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين ان يكتب لهم ذلك الكتاب من اختلافهم ولغطهم رواه البخاري - ومما وقع في مرضه انه صلى الله عليه وسلم كان له سبعة دنانير فما توفي حتى انفقها عن سهل بن سعد قال كان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم سبعة دنانير ووضعها عند عائشة فلما كان في مرضه قال يا عائشة ابعثي بالذهب ثم اغمي عليه وشغل عائشة ما به حتى قال ذلك ثلث مرات فبعث بها الى علي فتصدق بها ثم امسى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الاثنين في حديد الموت فارسلت عائشة الى امرأة من النساء بمصباحها فقالت اقطري لنا في مصباحنا من عكة السمن فان رسول الله صلى الله عليه وسلم في حديد الموت وفي رواية قال لعائشة وهي مسندته الى صدرها يا عائشة ما فعلت بذلك الذهب قالت هو عندي قال فانفقيه فغشي على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على صدرها فلما افاق عليه الصلوة والسلام قال انفقت تلك الذهب يا عائشة قالت لا فدعا بها ووضعها على كفه فقال ما ظن محمد بربه ان لو لقي الله وهذه عنده فانفقها كلها ومات من ذلك اليوم، ومما وقع في مرضه انه صلى الله عليه وسلم خير عند موته قالت عائشة كنت اسمع انه لا يموت نبي حتى يخير

ضعیف بھی بتایا ہے، اسکی تصریح ابن قیمؒ نے کی ہے۔ پھر کہا کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے نہیں ہے، کیونکہ بہت سے لوگ مختون پیدا ہوتے ہیں۔ ابن درید کی "وشاح" میں ہے کہ ابن کلبی نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مختون خلق فرمایا اور انکے بعد بارہ ۱۲ نبی مختون پیدا ہوئے، اُن میں سے آخری نبی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ایک قول ضعیف یہ ہے کہ آپ کی ختنہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ساتویں دن کی تھی، اور اس تقریب میں ضیافت کی گئی آپ کا اسم مبارک محمد رکھا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبریل نے بوقتِ انشراح صدر آپ کی ختنہ کی۔ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ قول منکر ہے۔

فائدہ واضح ہو کہ ختنہ یہ ہے کہ لڑکے کے آلۂ تناسل کے سرے پر زائد کھال جو حشفہ پر ڈھکی ہوتی ہے کاٹ دی جائے، اور عورت کی وہ کھال جو شرمگاہ کے اوپر کے حصہ میں زائد ہو کاٹ دی جائے۔ مرد کی ختنہ کا نام اعذار (عین مہملہ اور ذال معجمہ اور رائے مہملہ) ہے، اور عورت کی ختنہ کا نام خفض (خائے معجمہ اور فا و ضاد معجمہ) ہے۔ علماء کا اسمیں اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت۔ اکثر کا مذہب یہ ہے کہ یہ سنت ہے واجب نہیں ہے یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور کچھ اصحاب شافعی کا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب اسکے وجوب کا ہے، اور یہی مقتضی مالکیوں میں سحنون کے قول کا ہے۔ اور یہ کہ امام شافعی مردوں میں ختنہ کے وجوب کے قائل ہیں اور عورتوں میں سنت کے۔ اور جو اس کی سنت کے قائل ہیں اُن کی دلیل ابو ملیح بن اسامہ کی حدیث ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "مردوں کے لیے

بين الدنيا والآخرة فسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول فی آخر مرضه مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا
فظننت انه خير، وفی رواية مع الرفيق الاعلى فی الجنة مَعَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ
وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ومما وقع فی مرضه استعمال السواك قبل
موته روی عن عائشة انها كانت تقول انّ من نعم الله علیّ انّ
رسول الله صلى الله عليه وسلم توفی بيتی وفی يومی وبين سحری ونحری
وفی رواية بين حاقنتی وذاقنتی وان الله عزوجل جمع ريقی وريقه
عند موته وقد دخل علیّ عبد الرحمٰن بن ابی بكر وبيده سواك
وانا مسندة رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأيته ينظر اليه
فعرفت انه يحب السواك فقلت آخذه لك فاشار بالرأس اَن نعم
فتناولته فاشتد عليه فقلت اُليّنه لك فاشار برأسه ان نعم فليّنته
فاخذه فامرّه وبين يديه ركوة او علبة يدخل يديه فی الماء
فيمسح بها وجهه ويقول لا اله الا الله ان للموت سكرات ثم
يصبّ عليه فجعل يقول فی الرفيق الاعلىٰ حتىّٰ قبض ومالت يده
واخرج الحاكم وابن سعد من طرق انه صلى الله عليه وسلم مات
ورأسه فی حجر علیّ وطرقه كلها كما قاله الحافظ ابن حجر لا تخلوا
عن شيء فلا يلتفت اليه ومما وقع فی مرضه انه كشف الستر يوم
الاثنين فنظر الى الناس وهم فی صلوٰة الفجر. عن انس ان
ابابكر كان يصلی بهم فی وجع رسول الله صلى الله عليه وسلم الذی

ختنہ سُنّت ہے، اور عورتوں کے لیے فضیلت ہے۔ اسے امام احمد نے اپنی مُسند میں اور بیہقی نے بیان کیا۔ اور وجوب کے قائلین نے اسکا یہ جواب دیا کہ اس حدیث میں سُنّت سے مُراد واجب کا خلاف نہیں ہے بلکہ سُنّت سے مُراد طریقہ ہے، اور اسکے وجوب پر اس آیت سے دلیل لاتے ہیں کہ اِنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا یعنی یکسو ہو کر دینِ ابراہیم کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ اُنھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اَسّی سال کی عُمر میں قَدّوم (لبسولہ) سے ختنہ کیا۔ اور ابوداؤد کی اس روایت سے دلیل لاتے ہیں کہ حضور کا ارشاد تھا کہ جو مَرد اسلام لائے اپنے اوپر سے کُفر کے نشاں دُور کر دے اور ختنہ کرائے۔

قفال (شافعی) اسکے وجوب پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ قُلفہ (وہ کھال جو حَشفہ کے اُوپر ہو) اسکے باقی رکھنے سے نجاست کا احتباس ہوتا ہے، جو نماز کی صحت کے لیے مانع ہے، لہٰذا اسکا کاٹنا واجب ہے۔

ختنہ کرانے کے وقتوں میں علماء کا اختلاف ہے۔ وجوب کے قائلین تو بعد بلوغ اسکے واجب ہونے کے وقت کے قائل ہیں، اس لیے کہ بلوغ محلِ وجوب ہے۔ اور بعض شوافع کہتے ہیں کہ بچّہ کے ولی پر واجب ہے کہ بلوغ سے پہلے ختنہ کرائیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے جو اس کے سُنّت ہونے کے قائل ہیں، اُن کے نزدیک قبل بلوغ اس کا وقت ہے اس لیے کہ شرم گاہ کی پردہ پوشی واجب ہے۔ لہٰذا سُنّت کے لیے وجوب کا ترک نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

توفی فیه حتّی اذا کان یوم الاثنین وهم صفوف فی الصلوٰة وکشف
النبی صلی الله علیه وسلم ستر الحجرة ینظر الینا وهو قائم کانّ وجهه
ورقة مصحف ثم تبسّم فهممنا ان نفتتن من الفرح برؤیة
النبی صلی الله علیه وسلم فنکص ابوبکر علی عقبه لیصل الصف
فظن ان النبی صلی الله علیه وسلم خارج الی الصلوٰة فاشار الینا
النبی صلی الله علیه وسلم ان اتموا صلوٰتکم فارخی السّتر فتوفی
من یومه ومما وقع فی مرضه ما روی ان ابن عباس وعلیّاً خرج
من عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه فلقیهما رجل
فقال کیف اصبح رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ابا الحسن فقال
اصبح بریًا فقال العباس لعلیّ انت بعد ثلث عبد العصا ثم خلا به ای برئ
فقال انه یخیل لی انی اعرف وجوه بنی عبد المطلب عند الموت وانی
خائف ان لا یقوم رسول الله صلی الله علیه وسلم من وجعه فاذهب بنا
الیه فلنسألنّه فان یک هذا الامر الینا فعلمنا ذلک وان لم یکن الینا
امرنا ان نستوصی بنا خیرا فقال له علیّ ارأیت اذا جئناه فلم یعطناها ای نسئله
اتری الناس یعطوناها والله لا اسألها ایاه ابدا - ومما جری فی مرضه
نزول جبرئیل علیه السلام الیه صلی الله علیه وسلم ثلثة ایام
قبل موته برسالة من الله یقول له کیف تجدک وکان ذلک فی
یوم السبت والاحد والاثنین واستیذان ملک الموت علیه یوم
الاثنین - (وعن) عن ابی هریرة ان جبرئیل اتی النبی صلی الله علیه وسلم
فی مرضه الذی قبض فیه فقال ان الله تبارک وتعالی یقرئک السلام
فیقول کیف تجدک قال اجد نی وجعًا یا امین الله - وفی بعض

سال و تاریخ ولادت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے سال میں اختلاف ہے اکثر علماء "عام الفیل" کہتے ہیں، اور یہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اور بعض علماء اُسکو متفق علیہ بتاتے ہیں، اور کہتے ہیں جو اسکے خلاف قول ہے وہ وہم ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ "عام الفیل" کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے اور یہی مذہب سہیلی اور انکی جماعت کا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ "عام الفیل" کے پچپن دن بعد پیدا ہوئے، اسکو دمیاطی نے آخرین میں بیان کیا۔ اسی طرح ولادت کے مہینہ میں بھی اختلاف ہے، مشہور ربیع الاول ہی ہے، یہی قول جمہور علماء کا ہے، اور ابنِ جوزی نے اسے متفق علیہ نقل کیا ہے۔ اسی طرح مہینہ میں سے کون سے دن پیدا ہوئے۔ اس میں اختلاف ہے، پس ایک قول یہ ہے کہ کوئی تاریخ معین نہیں صرف اتنا ہی ہے کہ ربیع الاول کے کسی پیر کے دن پیدا ہوئے۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تاریخ معین ہے ایک قول یہ ہے کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ ہے، اور ایک یہ کہ آٹھویں تاریخ ہے، شیخ قطب الدین قسطلانی فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین کے نزدیک یہی قول مختار ہے۔ حضرت ابنِ عباس و جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ یہی قول اکثر لوگوں کے نزدیک مختار ہے جو اس حال کے جاننے والے ہیں اور اسی کو حمیدی اور انکے شیخ ابنِ حزم نے اختیار کیا ہے، اور اسی پر قضاعی نے "عیون المعارف" میں اہلِ سیر کا اجماع نقل کیا ہے۔ اور زہری نے محمد بن جبیر ابن مطعم سے یہی روایت کی ہے۔ یہ محمد بن جبیر نسب کے اور ایام عرب کے حالات کے جاننے والے ہیں۔ اور قول یہ ہے کہ دسویں تاریخ ہے، اور یہ کہ

الروايات اجدنى ياجبرئيل مغموماً واجدنى ياجبرئيل مكروباً ثم جاءه من الغد فقال يا محمد ان الله عزوجل يقرئك السلام ويقول كيف تجدك قال اجدنى يا امين الله وجعاً ثم جاءه فى اليوم الثالث ومعه ملك الموت فقال يا محمد ان الله تعالى يقرئك السلام ويقول كيف تجدك قال اجدنى امين الله وجعاً من هذا معك قال هذا ملك الموت وهذا آخر عهدى بالدنيا بعدك وآخر عهدى بها ولن آتى على هالك من ولد آدم بعدك ولن اهبط الارض الى احد بعدك فوجد النبى صلى الله عليه وسلم سكرة الموت وعنده قدح فيه ماء فكلما وجد سكرة اخذ من ذلك الماء ومسّ به وجهه ويقول اللهم اعنّى على سكرات الموت، وعن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى وجعه الذى مات فيه مازالت أكلة خيبر تعاودنى فهذا اوان انقطاع ابهرى. وحكى ابن اسحاق انه كان المسلمون ليرون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مات شهيداً مع ما اكرمه الله به من النبوة اورده فى الشفاء وعن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتعوذ بهذه الكلمات اذهب الباس رب الناس اشفه وانت الشافى لاشفاء الا شفاءك شفاء لايغادر سقما متفق عليه قالت فلما ثقل رسول الله صلى الله عليه وسلم فى مرضه الذى مات فيه اخذت بيده فجعلت امسحه بها واقولها فنزع يده منى ثم قال رب اغفرلى والحقنى بالرفيق الاعلى وكان هذا آخر ما سمعته من كلامه اخرجاه فى الصحيحين وقال السهيلى وجدت فى بعض كتب الواقدى ان اول كلمة تكلم بها

بارھویں تاریخ ہے، اور یہی مشہور ہے اسی پر اہلِ مکہ کا عمل ہے کہ اسی تاریخ کو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے ولادت کی زیارت کرتے ہیں ۔
طیبی فرماتے ہیں کہ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ بارہ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے انتہی۔ طیبی کے اس اتفاق کے فرمانے پر ہمیں کلام ہے جیسا کہ ہم نے ابھی اوپر بیان کیا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ کس وقت پیدا ہوئے، مگر مشہور اتنا ہی ہے کہ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ قتادہ انصاری مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا فرمایا، یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا، اور اسی دن اظہارِ نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ اسے مسلم نے بیان کیا۔ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ دن میں پیدا ہوئے۔ اور مسند میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ فرمایا آپ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ اور اسی دن نبوت کا اظہار فرمایا اور اسی دن آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ اور پیر ہی کے دن حجرِ اسود اٹھایا انتہی۔ اسی طرح مکہ کی فتح اور سورۃِ مائدہ کا نزول پیر کے دن ہوا۔ بیشک یہ مروی ہے کہ آپ طلوعِ فجر کے وقت پیدا ہوئے ۔
عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ مرّ الظہران میں عیص نامی شامی راہب تھا، وہ کہتا تھا کہ اے مکہ والو تم میں ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جس کا دین سارا عرب قبول کریگا اور وہ عجم کا مالک ہوگا، اسکی پیدائش کا یہی زمانہ ہے۔ پس وہ راہب مکہ میں جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو وہ اسکا حال دریافت کرتے، جب وہ صبح آئی جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے، تو حضرت عبدالمطلب، عیص کے پاس پہنچے۔ آپ نے اسے بلایا، پھر اس نے جھانکا، اس وقت عیص نے آپ سے کہا تم اس فرزند کے مربی ہو جاؤ، یقیناً تم میں وہ ہی فرزند پیدا ہو گیا ہے جسکی بابت

النبي صلى الله عليه وسلم وهو مسترضع عند حليمة الله أكبر وآخر
كلمة تكلم بها الرفيق الاعلى، وروى الحاكم من حديث أنس ان آخر
ما تكلم به صلى الله عليه وسلم جلال ربي الرفيع كذا في المواهب اللدنية
وعن عائشة انها قالت آخر ما عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان قال لا يترك بجزيرة العرب دينان، وقالت أم سلمة كانت عامة
وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته الصلوة وما ملكت أيمانكم
حتى جعل يلجلجها في صدره وما يفيض بها لسانه كذا في الاكتفاء. وعن أنس
كانت وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم حين حضرت الموت الصلوة وما
ملكت أيمانكم حتى جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يغرغر بها في
صدره ولا يفيض بها لسانه، وروى انه استأذن عليه ملك الموت
فوقف بين يديه صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله يا احمد
ان الله ارسلني اليك وأمرني ان اطيعك في كل ما تأمرني ان
اقبض نفسك قبضتها وان امرتني ان اتركها تركتها قال اوتفعل
يا ملك الموت قال بذلك امرت ان اطيعك في ما امرتني قال
جبرئيل ان الله قد اشتاق اليك قال فامض يا ملك الموت
لما امرت به قال جبرئيل يا رسول الله هذا آخر موطئ الارض
انما كنت حاجتي من الدنيا فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم
وفي الاكتفاء قالت عائشة توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم
بين سحري ونحري وفي نوبتي لم اظلم فيه احدا فمن سفهي
وحداثة سني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض وهو في
حجري ثم وضعت رأسه على وسادته وقمت ألتدم مع النساء

تم سے کہا کرتا تھا کہ پیر کے دن پیدا ہوگا، اور پیر ہی کے دن نبوت کا اظہار کریگا
اور پیر ہی کے دن وفات ہوگی۔ تب آپ نے کہا میرے یہاں آج شب کی صبح کو
فرزند پیدا ہوا ہے۔ راہب نے پوچھا، تم نے اُسکا کیا نام رکھا؟ فرمایا محمد!
(صلی اللہ علیہ وسلم) راہب نے کہا، اے گھر والو! خدا کی قسم! میری یہی خواہش
تھی کہ یہ فرزند تمہارے یہاں پیدا ہو۔ تین[۳] خصلتیں ہیں جنکو میں جانتا ہوں
سو وہ انہی خصلتوں پر پیدا ہوا ہے۔ ایک[۱] یہ کہ اسکا ستارہ شب گزشتہ
طلوع ہوا، دوسرے[۲] یہ کہ وہ آج کے دن پیدا ہو، تیسرے[۳] یہ کہ اُس کا نام
محمد ہو۔ اس روایت کو ابوجعفر بن ابی شیبہ نے بیان کیا۔ اور ابونعیم
دلائل میں اُس سند کے ساتھ لائے ہیں جس میں ضعف ہے۔ اور ایک قول
یہ ہے کہ آپ کی پیدائش طلوع غفر کے وقت ہے۔ غفر چھوٹے چھوٹے تین[۳]
ستارے ہیں جو چاند کی منزل ہے، نبیوں کی پیدائش کا یہی وقت ہے۔
اور اسکے مطابق مہینوں میں سے نیساں تھا، وہ برج حمل ہے، اور اس مہینہ
کی بیسویں تاریخ تھی۔ اور کسی نے کہا کہ رات کو پیدا ہوئے جیسا کہ عائشہ کی
حدیث گزر چکی۔ شیخ بدرالدین زرکشی نے کہا کہ صحیح یہی بات ہے کہ آپکی پیدائش
دن میں ہوئی۔ لیکن وہ جو ستاروں کا گرنا مروی ہے، تو اسکی ابن وحید
نے تضعیف کی ہے، کیونکہ یہ تو رات کو ہوتا ہے۔ کہا کہ یہ وجہ بیان کرنا
صحیح نہیں، کیونکہ نبوت کے زمانہ میں خوارق ہوا ہی کرتے ہیں۔ لہذا
جائز ہے کہ ستارے دن میں ہی ٹوٹے ہوں۔ انتہیٰ

بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ ممکن ہے رات کے وقت تو ستارے ٹوٹے ہوں
اور اسکی صبح کے وقت آپ کی پیدائش ہوئی ہو۔ اور انکے اس قول کی نسبت
کہ "بوقتِ ولادت شہاب گرے"۔ اسکے بھی یہی معنی ہوں۔ اسکے بعد اُنکو ہم

واضرب على وجهي ولما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء رجل التعزية يسمعون الصوت والحس ولا يرون الشخص السّلام عليكم يا اهل البيت ورحمة الله وبركاته كلّ نفس ذائقة الموت وانما توفون اجوركم يوم القيمة ان في الله عزاء من كل مصيبة وخلفاً كل هالك ودركاً من كل فائت فبالله فثقوا واياه فارجوا وانما المصاب من حرم الثواب والسّلام عليكم ورحمة الله وبركاته. فقال عليٌّ اتدرون هذا هو الخضر عليه السلام كذا في المشكوٰة نقلاً عن دلائل النبوة۔

وروى عن انس انه قال لمّا قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم اجتمع اصحابه حوله يبكون فدخل عليهم رجل طويل شعر المنكبين في ازار ورداء يتخطى اصحاب الله رسول الله صلى الله عليه وسلم حتّى اخذ بعضادتَي باب البيت فبكى على رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم اقبل على اصحابه فقال ان في الله عزاء من كل مصيبة وعوضاً من كل فائت الحديث، ثم ذهب الرجل فقال ابوبكر على بالرجل فنظروا يميناً وشمالاً فلم يروا احداً فقال ابوبكر لعل هذا الخضر جاء ليعزّينا۔

ورواه ابن ابي الدنيا من حديث علي بن ابي طالب وتكلموا فيه وقد رواه الشافعي في الامّ وليس فيه ذكر الخضر كذا في المواهب اللدنية۔

یہ کہیں کہ وہ رات جس میں آپ پیدا ہوئے ہیں لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے، اسلیے کہ یہ رات تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات ہے اور لیلۃ القدر حضور کو عطا کی ہوئی ہے، اور جو چیز کہ ذات شریف کے ظہور کے سبب سے مشرف ہو وہ اس چیز سے زیادہ مشرف ہو گی، جو انکو عطا ہونے سے مشرف بنی ہو۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لیلۃ القدر تو اسلیے مشرف ہے کہ اس رات فرشتے اترتے ہیں، اور پیدائش کی رات میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کی شرافت ہے۔ اور اسلیے بھی کہ لیلۃ القدر کی فضیلت تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت پر ہے، اور پیدائش کی رات کی فضیلت تو ساری کائنات پر ہے، کیونکہ آپ کی وہ ذات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے جہان کے لیے رحمت بنایا، اور اسی ذاتِ مقدسہ کے صدقہ میں ہی تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات پر اللہ کی نعمتیں عام ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعت کا بیان

آپ کو ابولہب کی آزاد کردہ باندی ثوبیہ نے دودھ پلایا، اور ثوبیہ اس وقت آزاد ہوئی تھی جب اس نے ابولہب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنائی۔ ابولہب کے مرنے کے بعد کسی نے اسکو خواب میں دیکھا، اس سے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا آگ (جہنم) میں ہوں، مگر اتنا ہے کہ ہر پیر کی رات کو مجھ پر کچھ تخفیف ہو جاتی ہے اور دونوں انگلیوں سے کچھ پانی پی لیتا ہوں، اور اپنی ان دونوں انگلیوں کی طرف اشارہ کیا جنکے اشارہ سے ثوبیہ باندی کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنانے پر آزاد کیا تھا، پھر اس نے دودھ پلایا تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ جبکہ اس

ذكر سِنّه صلى الله عليه وسلم

عن ابن عباس قال أُنزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ابن اربعين واقام بمكه ثلث عشرة سِنة وبالمدينة عشر سنين وتوفي وهو ابن ثلث وستين سنة اخرجه في الصحيحين، وكذ الصحيح في سنّ ابي بكر وعمر وعائشة رضي الله عنهم ثلث وستون۔

وعن انس انه توفي وله ستون سنة وفي رواية خمس وستون وصححه ابو حاتم في تاريخه، وفي تاريخ ابن عساكر ثنتان وستون ونصف، وفي كتاب ابن ابي شيبة احدى واثنتان لا اراه بلغ ثلثا وستين وجمع بين الاقاويل بان من قال خمسا وستين حسب السنة التي ولد فيها والسنة التي قبض فيها، ومن قال ثلثاً وستين وهو المشهور اسقطهما ومن قال ستين اسقط الكسور، ومن قال اثنين ونصف كانه اعتمد على حديث في الاكليل، وفيه كلام لم يكن نبي الا عاش نصف عمر اخيه الذي قبله وقد عاش عيسى خمساً وعشرين سنة ومائة ومن قال احدى او اثنين فشك ولم يتيقن وكل ذلك انما نشاء من الاختلاف في مقامه بمكة بعد البعثة والله تعالى اعلم كذا في سيرة مغلطائي۔

قوله لم يكن نبي الا عاش نصف عمر اخيه الذي قبله الخ

ابولہب کافر کو جسکی مذمت قرآن میں آئی، اِس خوشی کا یہ صلہ ملا جو اُس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش پر مسرت کا اظہار کیا تھا، تو اُس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آپ کی اُمت میں ہو کر آپ کی پیدائش کی خوشی کرتے ہیں، اور آپ کی محبت میں جتنا ہو سکتا ہے خرچ کرتے ہیں۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً خدائے کریم کی طرف سے اُسکی یہی جزا ہوگی کہ وہ اپنے عام فضل و کرم سے جنت کے باغوں میں داخل فرمائیگا۔ اور ہمیشہ سے ہی مسلمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینہ میں محفلیں (میلاد کی) کیا کرتے ہیں اور کھانے (شیرینی وغیرہ) پکا کر اس مہینہ کی راتوں میں طرح طرح کے تحفہ جات خوب تقسیم کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر اس عمل کی برکت سے ہر قسم کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس محفل میلاد کے خصوصی مجربات میں سے یہ ہے کہ وہ سال بھر تک امان پاتے ہیں، اور حاجت روائی، مقصود برآری کی بڑی بشارت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اُس شخص پر بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے جس نے میلادِ مبارک کے دن کو عید بنایا، تاکہ جسکے دل میں روگ اور عناد ہے وہ اس میں اور سخت ہو۔ بیشک ابن الحاج نے "مدخل" میں اس پر بڑا ہی انکار کیا ہے۔ یہ جو لوگوں نے بدعتیں، خواہشیں اور میلاد شریف کے وقت حرام امر گیا تھ گانا بجانا مقرر کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو نیک نیتی کا ثواب دے، اور ہمیں سُنت کی راہ پر چلائے۔ وہی ہمیں کافی کتنا اچھا مددگار ہے۔ اسکے بعد حلیمہ سعدیہ دُودھ پلانے کی سعادت سے مشرف ہوئیں۔ چنانچہ طبرانی، بیہقی اور ابونعیم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں بنی سعد کے ساتھ مکہ گئی چونکہ اس خشک سالی کے زمانہ میں ہم دُودھ پلانے کے لیے کسی بچہ کو تلاش کرتے تھے پس میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر آئی اور میرے ساتھ بچہ تھا، اور ہمارے پاس

ذكر وقت وفاته صلى الله عليه وسلم

توفي يوم الاثنين بلا خلاف نصف النهار لاثنتي عشرة ليلة خلت من الربيع الاول سنة احدى عشرة من الهجرة ضحى في مثل الوقت الذي دخل فيه، وعن ابن عباس ولد صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين واستنبئ يوم الاثنين وخرج مهاجراً من مكة الى المدينة يوم الاثنين، ودخل المدينة يوم الاثنين، ورفع الحجر يوم الاثنين وقبض يوم الاثنين، وقبض صلى الله عليه وسلم في كساء ملبد. قال ابو بردة اخرجت الينا عائشة كساء ملبداً وازاراً غليظاً فقالت قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذين، وفي الاكتفاء ولما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وارتفعت الرنة عليه وسجته الملائكة دهش الناس كما روى عن غير واحد من الصحابة وطاشت عقولهم واقحموا واختلطوا فمنهم من خبل ومنهم من اصمت ومنهم من اقعد الى الارض فكان عمر ممن خبل وجعل يصيح ويقول ان رجالاً من المنافقين يزعمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مات وانه والله ما مات ولكنه ذهب الى ربه كما ذهب موسى بن عمران فقد غاب عن قومه اربعين ليلة ثم رجع اليهم بعد ان قيل قد مات ووالله ليرجعن رسول الله صلى الله عليه وسلم كما رجع موسى فليقطعن ايدي رجال وارجلهم زعموا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مات، وفي بعض الروايات اخذ عمر بقائم سيفه وقال لا اسمع احداً يقول مات رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ضربته بسيفي هذا، واما عثمان بن عفان فخرس

ایک بڑی اونٹنی تھی۔ ہمارا حال یہ تھا کہ نہ تو میں اپنی چھاتی میں اتنا دودھ پاتی تھی کہ اس بچّہ کو سیر کر سکوں، اور نہ اس بڑی اونٹنی میں اتنا دودھ تھا کہ اس بچّہ کو سیر کرا سکیں۔ پھر خدا کی قسم ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ جس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش نہ کیا گیا ہو، مگر ان سب نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ یہ تو یتیم ہے۔ پھر خدا کی قسم میری ساتھیوں میں سے میرے سوا کوئی عورت باقی نہیں رہی، سب ہی کو دودھ پلانے کے لیے بچّے ملگئے، چار ناچار جب مجھ کو انکے سوا کوئی نہ ملا، تو میں نے اپنے شوہر سے کہا۔ خدا کی قسم میں اس کو پسند نہیں کرتی کہ میں اپنی ساتھیوں کے ساتھ اس حال میں واپس جاؤں کہ میرے پاس کوئی رضیع (دودھ پینے والا بچّہ) نہ ہو۔ اب میں اُسی یتیم بچّہ کے یہاں جاتی ہوں اور اُسی کو لے لیتی ہوں! چنانچہ میں گئی۔ جب میں نے دیکھا، تو دودھ سے زیادہ سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے، اور انکے بدن سے مشک (کستوری) کی خوشبوئیں لپٹیں مار رہی تھیں، اور انکے نیچے سبز حریر کا بستر تھا، جس پر چت لیٹے ہوئے سو رہے تھے۔ میری محبت نے ان کا حُسن وجمال دیکھ کر مناسب نہ جانا کہ انکو بیدار کروں۔ پس آہستہ انکے پاس پہنچی اور دونوں ہاتھ انکے سینہ پر رکھ دیئے (کہ اٹھاؤں) تو انھوں نے ہنستے ہوئے تبسّم فرمایا، اور اپنی دونوں آنکھیں کھول کر میری طرف نظر فرمائی۔ اُسوقت انکی آنکھوں میں سے ایک نور نکلا، یہانتک کہ اُس نے آسمان کے درمیان فضاء کو بھر دیا، اور میں دیکھتی رہی۔ پھر میں نے اُنکی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، اور اُنکو اپنا داہنا پستان پیش کیا، انھوں نے جتنا دودھ چاہا پیا، میں نے بایاں پستان پیش کیا، تو وہ نہ لیا۔ بعد کو بھی ان کا یہی حال رہا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم دیدیا تھا کہ آپ کا دودھ شریک ہے تو اللہ تعالیٰ نے عدل کا الہام فرمایا۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ وہ کبھی سیر ہو گئے

حتى يذهب به وجاء ولا يتكلم الا بعد الغد، واقعد على فلم يستطع
حراكا، واضنى عبد الله بن انيس فمات كمدا ولم يكن فيهم اثبت
واجزم من ابي بكر والعباس، وفي رواية وكان اثبتهم ابو بكر
جاء وعيناه تهملان وزفراته تتردد وغصصه تتصاعد وترتفع
فدخل على النبي صلى الله عليه وسلم فاكب عليه وكشف الثوب عن وجهه
وقال طبت حيا وميتا وانقطع لموتك ما لا ينقطع لاحد من الانبياء
فعظمت عن الصفة وجللت عن البكاء ولو ان موتك كان اختيارا
لجدنا لموتك بالنفوس اذكرنا يا محمد عند ربك ولنكن ببالك
وفي رواية لما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم اختلفوا في انه
هل مات ام لا؟ قال انس لما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم
بكى الناس فقام عمر بن الخطاب في المسجد خطيبا فقال لا اسمعن
ان محمدا قد مات ولكنه ارسل اليه كما ارسل الى موسى بن عمران
فلبث عن قومه اربعين ليلة والله لارجو ان يقطع ايدي رجال و
ارجلهم يزعمون انه قد مات. قال عكرمة ما زال عمر يتكلم ويوعد
الناس حتى ازبد شدقاه فقال العباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يأسن كما تأسن الناس وانه قد مات فادفنوا صاحبكم، ولما توفي
رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ابو بكر غائبا بالسنح في العالية عند
زوجته بنت خارجة وكان عليه الصلوة والسلام قد اذن له في الذهاب
اليها فسل عمر بن الخطاب سيفه وتوعد من يقول مات رسول الله
صلى الله عليه وسلم فاقبل ابو بكر من السنح حين بلغه الخبر الى بيت
عائشة ثم دخل فكشف عن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم

تنخنق؛ وغصص؛ لجدنا؛ ازبد

اور ان کا دودھ شریک بھائی بھی شکم سیر ہو گیا۔ اسکے بعد میں نے انکو لے لیا اور اپنی قیام گاہ پر لے آئی، اور میرا شوہر اُس اُونٹنی کے پاس کھڑا ہوا کیا دیکھتا ہے کہ وہ دودھ کے بوجھ سے دبی جا رہی ہے تو اُس نے اُسے دوہا۔ پھر خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا یہانتک کہ ہم سیر ہو گئے اور چین سے گزاری۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے، تو میں بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ سے رخصت ہوئی، پھر اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ہاتھوں میں تھے۔ فرماتی ہیں، میں نے گدھی کو دیکھا کہ اُس نے کعبہ کی طرف تین۳ مرتبہ سجدہ کیا، اور اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا پھر چلنے لگی، یہانتک کہ لوگوں کی اُن سواریوں سے جو آگے نکل گئی تھیں اُن سے آگے بڑھ گئی۔ اور ساتھی عورتیں تعجب سے کہتی تھیں، اسکی بہت بڑی شان ہے۔ پھر ہم بنی سعد کے گھروں میں پہنچے، اور میں نہیں جانتی تھی کہ اللہ کی کوئی زمین اس سے زیادہ خشک (قحط زدہ) ہو گی۔ مگر اب ہماری بکریاں جب سے کہ ہم حضور کو لائے، صبح کے وقت دودھ سے پُر ہوتی تھیں۔ سو ہم دودھ دوہتے اور ہم سب پیتے۔ اور کوئی انسان دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں دوہتا تھا اور نہ تھنوں میں دودھ پاتے تھے، یہانتک کہ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے تھے کہ جس جگہ بنتِ ابی ذویب کی بکریاں چرتی ہیں، وہیں تم بھی چرایا کرو۔ مگر پھر بھی اُنکی بکریاں صبح کو بھوکی ہوتیں اور ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھیں، حالانکہ میری بکریاں شکم سیر اور دودھ سے پُر ہوتی تھیں حضرت حلیمہ ہمیشہ اسی طرح خیر و برکت، اور آپ کی برکت سے خوشیاں حاصل کرتی رہیں اور فائق رہیں۔ شعر (ترجمہ) حضرتِ حلیمہ ہاشمیوں میں جا کر اس بلند مرتبہ کو پہنچ گئیں جو عزت و بزرگی کے کنگرے سے برتر ہے، آنکی خوشی بڑھ گئے اور

فحنّی یقبّله ویبکی ویقول توفی والذی نفسی بیده صلوات الله علیك فحنّی ؟
یارسول الله ما اطیبك حیّا ومیتًا ذکره الطبری فی الریاض ۔ اقبل ؟
وفی بعض الروایات فوضع البرد عن وجهه ووضع فاه علی فیه واستنشی
الریح ثم سجاه ای شم الریح الموت، وروی عن عائشة ان ابا بکر
اقبل علی فرس من مسکنه بالسنح منازل بنی الحارث بن الخزرج
بعوالی المدینة بینه وبین منزل النبی صلی الله علیه وسلم
میل حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی
عائشة فتیمم رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو مغشی بثوب
حبرة فکشف وجهه ثم اکبّ علیه فقبّله وبکی ثم قال بابی وأمّی
والله لایجمع الله علیك موتتین الا الموتة الاولی التی کُتِبَتْ
علیك فقد متها رواه البخاری، اختلف فی قول ابوبکر "لایجمع الله
علیك موتتین" فقیل هو علی ظاهره واشار بذلك الی الرد علی من زعم
انه سیجئ فیقطع ایدی رجال لانه لو صح ذلك للزم ان یموت
موتة اخری فاخبر انه اکرم علی الله من انه یجمع علیه موتتین
کما جمعها علی غیره کالذین خرجوا من دیارهم وهم الوف
وکالذی مرّ علی قریة، وقیل اراد ان لایموت موتة اخری فی
القبر کغیره اذ یحیی لیُسئل ثم یموت، وقیل لایجمع الله موتك
وموت شریعتك، وقیل کنی بالموت الثانی عن الکرب ای لاتلقی بعد
کرب هذا الیوم کربا اخر قاله فی الفتح الباری، وعن ابن عمر ان عباس ؟
ابابکر خرج وعمر یکلم الناس فقال اجلس یاعمر! فابی عمر ان یجلس
فاقبل الناس الی ابی بکر وترکوا عمر۔ فقال ابوبکر من کان منکم یعبد محمدًا

ان کا گھر ثمرو تازہ ہوگیا۔ بے شک یہ سعد (حلیمہ سعدیہ) ہر بنی سعد سے بزرگ ہوگئیں۔
ابن جوزی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ محمد بن معلّی ازدی کی کتاب ترقیص میں حضرت دائی حلیمہ کے اس شعر میں دیکھا ہے جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوریاں دیا کرتی تھیں۔ شعر (ترجمہ) اے خدا جب آپ کو تو نے دیا ہے تو آپ کو باقی رکھ اور آپ کو بلند درجہ پر پہنچا اور ترقی مرحمت فرما، اور آپ کی برکت سے باطل دشمنوں کو ذلیل کر دے۔
اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی بہن شیما نامی جب وہ آپ کو گود میں لیتیں اور کھلاتیں تو کہتیں ؎ (ترجمہ) یہ میرا وہ بھائی ہے جس کو نہ تو میری ماں نے جنا، اور نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہے، میں آپ پر اپنے ماموں اور چچا کو قربان کرتی ہوں۔ پس اے خدا تو ان کی نشوونما کر، جیسا تو کیا کرتا ہے۔
بیہقی، صابونی، خطیب اور ابن عساکر وغیرہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کی نبوت کی نشانیوں نے مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی، میں نے آپ کو مہد (جھولے) میں دیکھا کہ آپ چاند سے باتیں کرتے اور جدھر آپ انگلی اٹھاتے، چاند ادھر ہی اشاروں پر چلتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، چاند مجھ سے باتیں کرتا، اور میں اس سے باتیں کرتا اور وہ مجھے رونے سے بہلایا کرتا تھا، اور میں اس کے گرنے کی آواز سنتا کہ وہ عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔ صابونی نے کہا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اور متن معجزات میں حسن ہے۔
(عربی میں) "مناغاۃ" اور "محادثۃ" اس کو کہتے ہیں کہ جب محبت و شفقت کیساتھ

فان محمدًا قد مات، ومن کان یعبد اللہ، فان اللہ حی لا یموت قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الآیہ قال واللہ فکان النَّاس لم یعلموا انّ اللہ انزل هٰذِهٖ الآیہ حتّٰی تلاها ابوبکر۔ وفی صحیح البخاری لما تکلم ابوبکر جلس عمر فحمد اللہ ابوبکر واثنیٰ علیہ وقال الا من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات، ومن کان یعبد اللہ، فان اللہ حی لا یموت وقال اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ وقال وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الآیہ قال فنشج الناس یبکون وفی حدیث ابن عمر عن ابی شیبۃ ان ابا بکر مرّ بعمر وھو یقول ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یقتل اللہ المنافقین وفی روایۃ حتّٰی یفنی المنافقین قال وکانوا اظهروا الاستبشار ورفعوا رؤسهم فقال ایها الرجال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مات الم تسمعوا اللہ یقول اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ وقال وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد ثم اتی المنبر الحدیث۔ وعن انس بن مالك انه سمع عمر بن الخطاب فی حین بویع ابوبکر فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستوی علی منبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشهد ثم قال واما بعد فانی قلت لکم امس مقالۃ وانها لم تکن کما قلت واللہ انی ما وجدت المقالۃ التی قلت لکم فی کتاب اللہ ولا فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنی کنت ارجو ان یعیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدبرنا ای یکون اٰخرنا موتا اوکما قال فاختار اللہ عزوجل لرسوله الذی عنده

ماں اپنے بچّہ کو باتیں وغیرہ کر کے بہلائے ۔

بیہقی اور ابنِ عساکر نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ حضرت حلیمہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب میں نے دودھ چھڑایا تو سب سے پہلا کلمہ جو فرمایا یہ ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ پھر جب آپ کی عمر شریف کچھ زیادہ ہوئی تو آپ باہر جانے لگے، اور بچّوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تو علیٰحدہ ہو جاتے (آخر حدیث تک) ــــ اور انہی سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ آپ کو تنہا نہ چھوڑتی تھیں کہ کہیں انکی غفلت میں آپ دور تشریف نہ لیجائیں ۔ ایک دن آپ اپنی رضاعی بہن "شیما" کے ساتھ دوپہر کے وقت مویشیوں کی طرف چلے گئے وہیں حلیمہ سعدیہ تلاش کرتی پہنچیں، یہانتک کہ آپ کو اپنی رضاعی بہن کے ساتھ دیکھا۔ انھوں نے کہا آپ اتنی گرمی میں باہر تشریف لے آئے؟ تو آپ کی رضاعی بہن نے جواب دیا کہ امّاں جان، میرے بھائی نے گرمی نہیں پائی، کیونکہ میں نے دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا آپ پر سایہ کر رہا تھا، جب آپ ٹھہرتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا، اور جب چلتے، تو وہ چلتا یہانتک کہ اس جگہ آگئے ۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشو ونما (بڑھوتری) اتنی زیادہ تھی کہ دوسرے بچّے اتنا نہیں بڑھتے تھے ۔ حضرتِ حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کا دودھ چھڑایا تو میں آپ کی والدۂ ماجدہ کے پاس آپ کو لائی، حالانکہ میں اسکی بہت خواہشمند تھی کہ آپ ہمارے پاس مزید قیام فرمائیں، چونکہ ہمنے آپ کی بڑی برکتیں دیکھی تھیں ۔ چنانچہ ہم آپ کی والدۂ ماجدہ سے برابر کہتے رہے کہ نہیں مکہ کی وبا کا آپ پر اثر ہونے کا خوف ہے ۔ ہم برابر یہی کہتے رہے، مجبوراً انھوں نے پھر ہمارے ساتھ کر دیا، اور ہم آپ کو گھر لیکر واپس آگئے ۔ خدا کی قسم! واپس آنے کے دو یا تین مہینے بعد کا ذکر ہے کہ آپ رضاعی بہن

على الذى عند كم هذا الكتاب الذى هدى الله به رسوله فخذوا به
تهتدوا فانما هدى به رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابو نصر كانه
قال ما قال لعظم ما ورد عليه وخشى الفتنة وظهور المنافقين فلما شاهد
قوة يقين الصديق الاكبر وافهمه بقول الله عزوجل كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ
الْمَوْتِ وقوله إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ رجع عن قوله المذكور انتهى
واخرج ابن عساكر عن ابى ذويب الهذلى قال بلغنا ان النبى صلى الله
عليه وسلم عليل فاوجس اهل الحى خيفة وبت بليلة طويلة حتى اذا
كان قرب السحر نمت فهتف هاتف وهو يقول :- شعر

خطب اجل اناخ بالاسلام — بين النخيل ومقعد الاطام
قبض النبى محمد فعيوننا — تذرى الدموع عليه بالاسجام

فوثبت من نومى فزعا فنظرت الى السماء فلم ار الا سعد الذابح فعلمت
ان النبى صلى الله عليه وسلم قد قبض او هو ميت فقدمت المدينة
ولاهلها ضجيج بالبكاء كضجيج الحجيج اذا اهلوا بالاحرام فقلت مه
فقيل قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم - وفى حيوة الحيوان للدميرى
عن الواقدى عن شيوخه انهم قالوا لما شك فى موت النبى صلى الله
عليه وسلم وضعت اسماء بنت عميس يدها بين كتفيه فقالت توفى
رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رفع الخاتم من بين كتفيه و
كان هذا الذى قد عرف به موت النبى صلى الله عليه وسلم
اخرجه البيهقى وابو نعيم - وروى عن ام سلمة انها قالت
وضعت يدى على صدر رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم مات
فمر بى جمع آكل الطعام واتوضأ ما تذهب ريح المسك من يدى

کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے مویشیوں میں تھے، اچانک آپ کا رضاعی بھائی دوڑا آیا، اور کہا کہ میرے اس قریشی بھائی کو دو مرد سفید پوش آئے اور (آخر حدیث تک) شقِ صدر کا واقعہ بیان کیا۔ چنانچہ ہم اس واقعہ سے خوف زدہ ہو کر کہ کہیں آپ کی والدہ کو اسکی خبر نہ ہو جائے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کی طرف لیکر چلے، اور اُن سے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ آپ کی والدہ نے فرمایا، کیا تم اس سے خوف زدہ کہ ان پر شیطان کا اثر ہوا ہے؟ خدا کی قسم ہرگز نہیں! شیطان آپ پر قابو پا سکتا ہی نہیں۔ یہ تو میرے فرزند کی نرالی شان ہے۔

شقِ صدر

فائدہ:۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کے شق شریف ہونے اور آپ کے قلبِ اطہر کے غسل کرانے کا واقعہ چار مرتبہ ہوا ہے، پہلی مرتبہ جبکہ آپ قبیلۂ بنی سعد میں حضرت حلیمہ کے مواشیوں میں مصروف تھے۔ اور دوسری مرتبہ جبکہ آپ دس سال کے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "امر نبوت کی یہ میری پہلی ابتداء تھی۔ اور اسوقت آپ جنگل میں تھے۔ اور تیسری بار بعثت کے وقت پیش آیا، جبکہ آپ نے نذر مانی تھی کہ حضرت خدیجہ کے ساتھ ایک مہینہ کا اعتکاف کرینگے، اتفاق سے وہ مہینہ رمضان کا تھا، اور بعض کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے۔ ایک رات جب آپ باہر تشریف لائے تو سُنا کسی نے کہا السلام علیک فرماتے ہیں اسوقت میں نے گمان کیا کہ شاید یہ جن کی جھلک ہے، جلدی سے میں خدیجہ کے پاس آیا، انھوں نے عرض کیا، آپ کا کیا حال ہے؟ میں نے انھیں واقعہ سُنایا، تب انھوں نے کہا کہ مژدہ ہو کہ سلام تو اچھائی ہے۔ پھر جب میں دوسری مرتبہ باہر آیا تو دیکھا کہ سورج پر جبریل ہیں اور ان کا ایک پر مشرق میں ہے دوسرا مغرب میں۔ آخر حدیث تک۔ چوتھی مرتبہ (شقِ صدر) شبِ معراج ہوا،

واخرج ابو نعيم عن علی قال لمّا قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعنا ملك الموت يابكي الى السماء والذی بعثه بالحق لقد سمعت صوتاً ينادی من السماء يا محمداه اكل المصائب تهون عند هذه المصائب وفی سنن ابن ماجة انه صلى الله عليه وسلم قال فی مرضه ايها الناس ان احداً من الناس او من المؤمنين لو اصيب بمصيبة فليعتبر بمصيبتی فی عين المصيبة التی تصيبه بعدی فان احداً من امتی لن يصاب بمصيبة بعد اشد عليه من مصيبتی۔

المصيبة ١٠ | يعتبر ١٠

ذكر غسله صلّى الله عليه وسلّم

ولمّا فرغ الناس من بيعة ابی بكر رحمهم الله وهما اهتم به اصحابه بعد موته صلى الله عليه وسلم وتقرر الامر علی ابی بكر فلمّا فرغوا من بيعته اقبلوا الی تجهيز النبی صلى الله عليه وسلم و الاشتغال به۔ يروى انه سئل ابن عباس كيف كان غسل النبی صلى الله عليه وسلم قال ضرب العباس كلة له من ثياب يمانية صفاق فصارت سنة فينا وفی كثير من صالحی الناس ثم اذن لرجال من بنی هاشم قعدوا بين الحيطان والكلّة ثم دخل العباس الكلة ودعا عليّا والفضيل وابا سفيان بن الحارث واسامة بن زيد فلمّا اجتمعوا فی الكلة التی عليهم الغاسل وعلی من دونه او الكلة فی البيت فناداهم منادٍ انتبهوا به وهو يقول لا تغسلوا النبی صلى الله عليه وسلم فانه كان طاهراً فقال الايلی وقال اهل البيت صدق فلا تغسلوه فقال العباس لا ندع سنة بصوت لا ندری ماهو

كلة پرده، باريك كه از گزند پشه نگاه دارند

اور پانچوی مرتبہ کی بھی ایک روایت ہے جو ثابت نہیں ہے۔ ہم نے اسکی تحقیق میں ایک علیحدہ مستقل رسالہ لکھا ہے وللہ الحمد۔

اس باب میں مختلف سندوں کے ساتھ جو حدیثیں مروی ہیں اُن میں ہے کہ آبِ زمزم سے اور سونے کے طشت میں غُسل ہُوا۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آبِ زمزم جنّت کے پانی سے زیادہ افضل اور پاکیزہ ہے، ورنہ جنّت کے پانی سے ہی غسل دیا جاتا۔ اور یہ سوال کیا گیا ہے کہ آپ کے قلب شریف کو جو طشت میں غسل دیا گیا ہے، کیا یہ آپ کے ساتھ خاص تھا یا آپ کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ہُوا؟ تو جواب دیا گیا کہ تابوت اور سکینہ کی حدیث میں وارد ہے کہ تابوت میں ایک طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو غسل دیا گیا تھا۔ طبرانی میں یہ مذکور ہے، اور اسکو عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں بروایت سدی جو ابی مالک، وہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں بیان کیا ہے۔ اور ایسا ہی مواہب لدنیہ میں ہے۔

اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار سال کو پہنچے، ایک روایت میں پانچ سال، ایک روایت میں چھ، سات اور نو سال مروی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ بارہ سال ایک مہینہ دس دن کے تھے، تو مقام ابواء میں آپ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی۔ اور کہا گیا کہ حجون میں وفات پائی۔ قاموس میں ہے کہ دارِ نابغہ جو مکّہ میں ہے وہاں حضرتِ آمنہ والدہ ماجدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدفون ہیں۔ اور ابنِ سعد نے حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لیکر ماموں وغیرہ قبیلہ بنی عدی بن نجار سے ملنے

وغشیهم النعاس ثانیة فناداهم منادٍ فانتبهوا به وهو یقول اغسلوا
رسول الله صلی الله علیه وسلم فی ثیابه فقال اهل البیت الا لا،
فقال الا نعم، وقد کان العباس حین دخل الکلّه للغسل قعد متربعًا
واقعد علیًّا متربعًا متواجهان واقعد النبی صلی الله علیه وسلم علی
حجورهما فنودوا ان اضجعوا رسول الله صلی الله علیه وسلم علی ظهره
ثم اغسلوه واستروه فستروا عن الصفیح واضجعاه فغربا رجل الصفیح
وشرقا رأسه ثم اخذوا فی غسله وعلیه قمیصه ومجوله مفتوح الشق
ولم یغسلوه الا بالماء القراح وطیبوه بالکافور ثم اعتصروا قمیصه ومجوله
وحنطوا مساجده ومفاصله ووضّؤا منه وجهه وذراعیه وکفیه
ثم ادرجوا اکفانه علی قمیصه ومجوله وجمروه عودًا وترًا ثم احتملوه
حتی وضعوه علی سریره وسجّوه۔ وروی عن ابن عباس انه کان
یقول استروا نبیکم سترکم الله ۔ قالت عائشة لما ارادوا غسل
رسول الله صلی الله علیه وسلم اختلفوا فیه فقالوا والله ما ندری
انجرد رسول الله صلی الله علیه وسلم کما تجرد موتانا او نغسله وعلیه
ثیابه فلما اختلفوا القی الله علیهم النوم حتی ما منهم رجل الا وذقنه
فی صدره وکلمهم متکلم من ناحیة البیت لا یدرون من هو ان
اغسلوا النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه ثیابه فقاموا الی رسول الله
صلی الله علیه وسلم وغسلوه وعلیه قمیصه، وفی المشکوٰة یصبون
الماء فوق القمیص ویدلکونه بالقمیص رواه البیهقی فی دلائل النبوة
وکانت عائشة تقول لو استقبلت من امری ما استدبرت ما غسل
رسول الله صلی الله علیه وسلم الا نساؤه، ویروی عن غیر واحد

مدینہ طیبہ گئیں، اُن سے مل کر پھر مکہ مکرمہ واپس ہوئیں، تو مقام ابواء میں اُن کی وفات ہوگئی۔

مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد وفات، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ طبرانی نے سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور نے مقام حجون پر جسقدر مشیتِ الٰہی تھی بغایت قیام فرمایا اسکے بعد خوشی کے ساتھ مراجعت فرمائی۔ فرمایا میں نے اپنے رب سے عرض کیا، تو اُس نے میری والدہ کو دوبارہ زندہ کیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں، پھر فوت ہوگئیں۔ اور ابو حفص بن شاہین نے اپنی کتاب "ناسخ و منسوخ" میں ایسا ہی بیان کیا۔

اسی طرح یہ بھی حضرت عائشہ سے حدیثیں مروی ہیں کہ آپ کے والدین زندہ کیے گئے پھر وہ آپ پر ایمان لائے۔ اسکو سہیلی نے، اور ایسے ہی خطیب نے بیان کیا۔ سہیلی کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں کچھ مجہول الحال راوی ہیں اور ابنِ کثیر نے کہا کہ یہ حدیث سخت منکر ہے اور کل سند مجہول ہے۔ اور بعض علماء یہ یقین رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین شریفین دونوں ناجی ہیں، اور دوزخی نہیں ہیں۔ اور آپ کے والدینِ شریفین کے سلسلہ میں کلام طویل ہے۔ اور اس باب میں زیادہ احتیاط، سکوت ہے۔

اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

(ترجمہ) اللہ نے نبی کو بہت فضیلت مرحمت فرمائی کہ آپ کے والدین کو زندہ کیا تاکہ آپ پر ایمان لائیں، یہ خاص فضل ہے، پس سلام عرض کرو، کیوں کہ ذات قدیم (اللہ تعالیٰ) اس پر قادر ہے۔ اگرچہ اسکی روایت ضعیف السند ہے۔ بلا شبہ علماء نے آپ کے والدین کے ایمان لانے کے استدلال میں طویل گفتگو کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان (علماء) کو انکے اس نیک مقصد کا ثواب د

ان الذين تولوا غسله صلى الله عليه وسلم ابن عمه علي بن ابي طالب وعمه العباس بن عبد المطلب وابناه الفضل وقثم ومولاه أسامة بن زيد ومولاهم شقران، ولما اجتمع القوم لغسل رسول الله صلى الله عليه وسلم نادى من وراء الباب أوس بن خولي الانصاري احد بني عوف بن الخزرج وكان بدريا يا علي بن ابي طالب فقال يا علي انشدك الله حظنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له ادخل فدخل فحضر غسل رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يل من غسله شيئا وقيل كان يحمل الماء فاسنده علي الى صدره وعليه قميص وكان العباس والفضل وقثم يقلبونه مع علي وكان أسامة وشقران يصبان الماء عليه واعينهم معصوبة من وراء الستر لحديث علي لا يغسله احد الا انت - وفي رواية اوصاني رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يغسله غيري فانه لا يرى احد عورتي الا طمست عيناه كذا في سيرة مغلطائي - وفي "الشفاء" يغسله بالماء والسدر ولم ير من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيء مما يرى من الميت وهو يقول بابي انت وأمي ما اطيبك حيا وميتا - وفي ابن ماجة بسند جيد عن علي يرفعه اذا انا مت فاغسلوني بسبع قرب من بيري بير غرس - قال في "النهاية" بفتح الغين المعجمة وسكون الراء والسين المهملة وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب منها - وقد روى ابن النجار انه عليه الصلوٰة والسلام قال رأيت الليلة اني اصبحت على بير من الجنة فاصبح على بير غرس فتوضأ وبزق فيها كذا في "تاريخ المدينة" للسمهودي، وجعل علي على يده خرقة وادخلها

٦ للسمهودي

جنت مرحمت فرمائے۔ خبردار! آپ کے والدین کریمین کی برائیاں بیان کرنے
سے ڈرتے رہو بچتے رہو، کیونکہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب ہے
اسلیے یہ بات عرف میں جاری ہے کہ جب کسی کے والدین کی تنقیص کیجاتی ہے
یا کسی عیب کو بیان کیا جاتا ہے، تو اس گفتگو سے اسکے بیٹے کو ایذا ہوتی ہے
اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، زندوں کو ایذا نہ دو انکے مردوں کو
برا کہکر، علامہ سیوطی نے اس باب میں کئی رسالے تحریر کیے ہیں، تو انکو دیکھو۔
اسکے بعد آپ کے دادا حضرت عبد المطلب نے آپ کی کفالت کی، جب
وہ بھی ایک سو بیس سال یا ایک سو چالیس سال کی عمر میں وفات پا گئے، تو
ابو طالب نے ان کا نام "عبد مناف" تھا حسب وصیت عبد المطلب کفالت کی۔
کیونکہ یہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مہربان بھائی تھے۔ ابن عساکر نے
حلیمہ سے انھوں نے عرفطہ سے روایت کی، کہا کہ جب میں مکہ واپس آیا تو انکو
قحط میں مبتلا پایا، تو قریش نے ابو طالب سے کہا قحط کے نشان ظاہر ہو گئے اور
گھر والے قحط زدہ ہو گئے تو آؤ بارش کی دعا کریں۔ چنانچہ ابو طالب نکلے اور اسکے ساتھ
ایک بچہ تھا، گویا وہ مثل اس آفتاب کے ہے جو زیر ابر تھا، اور اس پر سے ابھی
بادل ہٹا ہے، اور انکے گرد اگرد اور بھی بچے تھے۔ جناب ابو طالب نے اس بچہ کو
لیا اور اسکی پشت کعبہ سے لگادی، اور اس بچہ نے اپنی انگلی کا اشارہ کیا
حالانکہ اسوقت آسمان پر کوئی ابر کا ٹکڑا نہ تھا، یکایک ادھر ادھر سے بادل آنے
شروع ہو گئے، پھر بارش ہوئی اور نالے بہہ نکلے۔ اسوقت ابو طالب نے کہا ہے
(ترجمہ): سفید رنگ والا کہ انکے چہرہ سے بادل سیرابی حاصل کرتا ہے،
وہ یتیموں کا فریادرس اور فاقہ کشوں کی جائے پناہ ہے۔ ثمال ثا کے زبر سے
بمعنی جائے پناہ اور فریادرسی، کسی نے اسکے معنی سخت بھوک میں کھانا کھلانیوالے

تحت القمیص کذا فی سیرۃ مغلطائی، وروی ان الغسلۃ الاولی کانت بالماء القراح والثانیۃ بالماء والسدر والثالثۃ بالماء والکافور۔ وروی جعفر بن محمد قال کان الماء یجتمع فی جفون النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان علیّ یشربہ۔ وفی شواھد النبوۃ سئل علیّ عن سبب فہمہ وحفظہ قال لما غسلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتمع ماء فی جفونہ فرفعتہ بلسانی وازدردتہ فاری قوۃ حفظی منہ ویقال ان علیاً والفضل کان غسلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنودی علیّ ان ارفع طرفک الی السماء اوردہ فی الشفاء

الفضل

ذکر تکفینہ صلی اللہ علیہ وسلم

فلما فرغوا من غسلہ جففوہ ثم صنع بہ ما یصنع بالمیت ثم ادرج فی ثلثۃ اثواب ثوبین ابیضین وبرد حبرۃ۔ وفی الاکتفاء قال الترمذی فذکروا لعائشۃ قولین فی ثوبین وبرد حبرۃ قالت قد اتی بالبرد ولکنہم ردوہ ولم یکفنوہ فیہ۔ وعن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفن فی ریطتین وبرد نجرانی۔ وعن عائشۃ قالت کفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلثۃ اثواب بیض سحولیۃ بلدۃ من الیمن من کرسف لیس فیہا قمیص ولا عمامۃ قالت دخلت علی ابی بکر فی مرضہ ثم نظرت الی ثوب علیہ کان یمرض فیہ بہ ردع من زعفران قال اغسلوا ثوبی ھذا وزیدوا علیہ ثوبین فکفنونی فیہا قلت ما ھذا خلق قال ان الحی احق بالجدید من المیت انما ھو للمھنۃ رواہ البخاری وفی مؤطا الامام ابی عبد اللہ مالک بن انس کفن رسول اللہ صلی اللہ

قمیص

کیے ہیں۔ اور "ارامل" مسکین مرد و عورت کو کہتے ہیں، لیکن "ارامل" عورتوں کے ساتھ خاص اور بکثرت مستعمل ہے، اسکا واحد ارمل اور ارملۃ ہے۔ یہ شعر جناب ابو طالب کے قصیدہ میں سے ہے، اسکو ابن اسحاق نے طویل ذکر کیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت و مدح میں ابو طالب کے اور بھی قصیدے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کفالت اور حمایت مشہور ہے۔ ابن التین نے کہا کہ ابو طالب کا یہ شعر دلالت کرتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی آپ کی نبوّت کے معترف تھے، کیونکہ بحیرا راہب وغیرہ نے حضور کی شان سے مطلع کر دیا تھا۔ اسکے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ابو طالب نے یہ شعر آپ کی بعثت کے بعد کہا ہے، اور جناب ابو طالب کا آپ کی نبوّت کا معترف ہونا تو بہت سی حدیثوں میں آیا ہے۔ بعض روافض نے ان خبروں سے یہ حجت لی ہے کہ وہ مسلمان تھے، اور یہ کہ وہ اسلام پر فوت ہوئے۔ اور حشویہ کہتے ہیں کہ وہ کفر پر فوت ہوئے۔ اپنے اس دعوے پر ایسے استدلال لاتے ہیں جس سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا انتہی۔ اسی طرح مواہب میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی وفات کے وقت ان سے فرمایا "اے چچا! پڑھیے لا الٰہ الا اللہ یہ کلمہ اسلام ہے، تاکہ قیامت کے دن تمہاری شفاعت کرنا مجھ پر حلال ہو۔ پس جب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خواہش دیکھی، تو آپ سے کہا کہ خدا کی قسم! اے میرے بھائی کے صاحبزادے، اگر مجھے قریش کے اس طعنہ کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہینگے کہ موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا، تو میں کہہ لیتا، میں کلمہ نہیں کہتا مگر تمہاری خوشی کی خاطر۔ جب وقت مرگ قریب آیا، تو حضرت عباس نے انکے ہونٹ ہلتے دیکھے، تو حضرت عباس نے اپنے کان اس سے لگا دیے اور کہا

عليه وسلم فى ثلثة اثواب حبرة وسحاريين، وللاُنثى وافد فى ثلثة
اثواب نجرانية- وفى الاكليل كفن فى سبعة اثواب وجمع فيها بانه
ليس فيها قميص ولاعمامة محسوبا- وفى حديث تفرد به يزيد بن ابى
زياد وهو ضعيف وحُنط بكافور وقيل بمسك كذا فى سيرة مغلطائىٔ
وفى حديث عروة عن عائشة قالت كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم
فى ثلثة اثواب سحولية بيض اخرجه النسآئى من رواية عبد الرزاق
عن معمر عن الزهرى عن عروة واتفق عليه الائمة الستة من
طريق هشام بن عروة عن عائشة بزيادة من كرسف ليس فيها قميص
ولاعمامة، وفى رواية البيهقى فى ثلثة اثواب سحولية جُدُدٍ السحولية
بفتح السين وضمها قال النووى والفتح اشهر وهو رواية الاكثرين
فالفتح منسوب الى السحول وهو القصار لانه يسحلها اى يغسلها او
الى سحول وهى قرية باليمن، واما الضم فهو جمع سحل وهو الثوب
الابيض النقى لايكون الا من قطن وفيه شذوذ لانه نسب الى الجمع
وقيل انه اسم القرية ايضا بالضم، والكرسف بضم الكاف واسكان الرأ
وضم السين المهملة والفاء القطن، وقال الترمذى روى فى كفن النبى
صلى الله عليه وسلم روايات مختلفة، وحديث عائشة اصح الاحاديث
فى ذلك والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من الصحابة وغيرهم
وقال البيهقى فى الخلافيات، قال ابو عبد الله يعنى الحاكم تواترت الاخبار
عن على بن ابى طالب وابن عباس وعائشة وابن عمر وجابر بن عبد الله و
عبد الله بن مغفل رضى الله تعالى عنهم فى تكفين النبى صلى الله عليه وسلم فى
ثلثة اثواب ليس فيها قميص ولاعمامة- وعن عبد الله بن محمد بن عقيل عن

اے میرے بھائی کے صاحبزادے (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا کی قسم! میرے بھائی (ابو طالب) نے وہ کلمہ پڑھا جسکا آپ نے انھیں حکم فرمایا تھا۔ حضور نے فرمایا میں نے تو سُنا نہیں۔ اسی طرح ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ بوقتِ وفات جناب ابوطالب نے اسلام قبول کر لیا تھا؟ جواب دیا گیا کہ یہ اس صحیح روایت کے مخالف ہے کہ وہ عبدالمطلب کی ملّت پر فوت ہوئے۔ اس بارے میں کلام بہت طویل ہے، اللہ ہی حق کہلواتا اور ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ[۱۲] برس کے ہوئے تو اپنے چچا جناب ابوطالب کے ساتھ سفرِ شام کو روانہ ہوئے، یہانتک کہ جب بصرہ پہنچے تو آپ کو بحیرہ راہب نے جسکا نام جرجیس تھا دیکھا، اس نے بعض علامتوں سے پہچان لیا پھر اس نے آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر کہا یہ سید العالمین (سارے جہان کے سردار) ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ سارے جہان کیلیے رحمت (رحمۃ للعٰلمین) مبعوث فرمائیگا۔ کسی نے اس سے پوچھا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا جب تم عقبہ پر آپ کو لیکر چڑھے ہو، تو کوئی شجر و حجر ایسا نہ تھا جو آپ کو سجدہ نہ کرتا ہو، اور شجر و حجر صرف نبی کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور میں تو آپ کو اس مُہرِ نبوّت سے جو کندھوں کی نرم ہڈی کے نیچے مثل سیب کے ہے پہچانتا ہوں اور ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

پچیس[۲۵] سال کی عمر شریف میں حضور نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، اور وہ زمانۂ جاہلیت میں "طاہرہ" کے ساتھ پکاری جاتی تھیں۔ اور حضرت خدیجہ کی عمر بوقت تزوّجِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس[۴۰] سال کی تھی۔ اور بیس[۲۰] اونٹ مقدارِ مہر مقرر ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور قبیلۂ مضر کے رؤساء شریکِ محفل تھے۔ جناب ابوطالب نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لیے تمام خوبیاں ہیں، جس نے ہمیں ذرّیتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام

ابن الحنفية عن علي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كفن في سبعة
اثواب روى هذا الحديث احمد في مسنده - وذكر ابن الحزم ان الوهم
فيه من ابن عقيل او ممن بعده وقد اختلف في معنى قوله ليس فيها
قميص ولا عمامة فالصحيح ان معناه انه ليس في الكفن قميص
ولا عمامة اصلاً، والثاني ان معناه انه كفن في ثلثة اثواب
خارج عن القميص والعمامة - قال الشيخ تقي الدين بن دقيق العيد
والاول اظهر في المراد - وذكر النووي في شرح صحيح مسلم ان
بالاول قال جمهور العلماء وقال وهو الصواب الذي يقتضيه ظاهر
الحديث وقال الثاني ضعيف فلم يثبت انه صلى الله عليه وسلم
كفن في قميص وعمامة انتهى قالوا ويترتب على هذا الاختلاف
في تفسير الحديث اختلافهم في انه هل يستحب ان يكون في الكفن
قميص وعمامة ام لا فاختلفوا في زيادة القميص والعمامة على اللفائف
الثلثة لتصير خمسة فذكر الحنابلة انه مكروه - وقال الشافعية
انه جائز غير مستحب، وقال المالكية انه يستحب للرجال والنساء
وهو في حق النساء آكد وقالوا والزيادة الى سبعة غير مكروهة
وما زاد عليها سرف، وقال الحنفية ان الاثواب الثلثة ازار وقميص
ولفافة وفي الحديث دلالة على ان القميص الذي غسل فيه نزع عنه عند
تكفينه، وقال النووي في شرح مسلم وهذا هو الصواب الذي لا يتجه غيره
واما الحديث الذي في سنن ابي داود عن ابن عباس ان النبي كفن في ثلثة اثواب
الحلة ثوبان وقميص الذي توفي فيه فحديث ضعيف لا يصح الاحتجاج به لان يزيد
بن زياد احد رواته مجمع على ضعفه ولا سيما قد خالف بروايته الثقات -

اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد اور معد کی نسل اور مضر کے خاندان میں بنایا، اور ہمیں اپنے گھر کا محافظ، اور اسکا خدمتگار کیا جو ہمارے لیے حج کرنے کا مقام ہے، اور وہ امن و حرمت والی جگہ ہے، اور ہمکو لوگوں پر حاکم کیا۔ اسکے بعد یہ میرے بھتیجے محمد ابن عبداللہ کوئی شخص انکے وزن میں برابر نہیں مگر یہ اُس پر غالب آجائیں، اگرچہ مالی لحاظ سے کم ہیں، لیکن مال تو زائل ہونے والا سایہ اور امر حائل ہے۔ اور (سیدنا) محمد جنکی قرابت کو تم خوب جانتے ہو، آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد کو پیام نکاح دیا، اور آپ کے مہر معجل و موجل کے بدلے میں میرے اتنے مال میں سے اتنا ادا کیا جائے۔ خدا کی قسم! اسکے بعد آپ کے لیے بناءِ عظیم اور حشمت رفیع ہے۔

اور جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی، اور ایک قول میں چالیس دن یا دس دن یا ۲ مہینے اوپر ہوئے، تو پیر کے دن رمضان مبارک کی سترہ تاریخ یا چوبیس تاریخ، اور ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ پیر کے دن ۸ ربیع الاول ۴۱ عام الفیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین اور تمام جن و انسان کی طرف رسول بنایا اور آپ کے مرتبہ کو رفعت دی، آپ کے ذکر کو سارے جہان میں بلند کیا۔ اسکے بعد آپ مکہ مکرمہ میں تیرہ سال مقیم رہے، پھر آپکو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا، وہاں آپ دس سال رہے۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کیا، اور مخلوق کو دعوتِ اسلام دی، اور جہان کو ایمان و یقین کے نور سے منور فرمایا۔ چونکہ آپ کی بعثت کی حکمت ہی یہ تھی کہ مخلوق کو ہدایت ہو، اور عمدہ اخلاق کے مکارم بجا لائیں، اور دین اسلام کی بنیادیں کامل ہو جائیں۔ جب یہ تمام باتیں حاصل ہو گئیں، اور یہ مقصود پورا ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اعلیٰ علیین میں اٹھا لیا، اور اللہ تعالیٰ نے تریسٹھ سال کی عمر شریف میں ظاہری مدتِ حیات پوری فرما دی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ واحزابہ اجمعین۔

ذكر الصلوة عليه صلى الله عليه وسلم

روي عن محمد انه صلى على النبي صلى الله عليه وسلم بغير امام، وفي رواية
افرادا لا يؤمهم احد يدخل المسلمون زمرا فيصلون عليه ويخرجون
فلما صلى عليه نادى عمر خلوا الجنازة واهلها، وفي رواية صلى عليه
علي والعباس وبنو هاشم ثم دخل المهاجرون ثم الانصار ثم الناس
يصلون عليه افرادا لا يؤمهم احد ثم النساء ثم الغلمان، قيل
انه اوصى بذلك لقوله عليه الصلوة والسلام اول من يصلي علي ربي ثم جبرئيل ثقة ١
ثم ميكائيل ثم اسرافيل ثم ملك الموت مع جنوده ثم ملئكة ثم ادخلوا فوجا
بعد فوج الحديث وفيه ضعف بل كانوا يدعون ويتضرعون، قال ابن الماجشون نخ ١ وقرن
لما سئل كم صلى عليه صلوة قال اثنان وسبعون الف صلوة فقيل من
اين لك هذا قال من الصندوق الذي تركه مالك بخطه عن نافع
عن ابن عمر كذا في سيرة مغلطائي، وفي حديث ابن ماجة لما فرغوا
من جهازه صلى الله عليه وسلم يوم الثلثاء وضع على سريره في بيته دخل
الناس عليه صلى الله عليه وسلم ارسالا يصلون عليه ثم اذا فرغوا دخل
النساء حتى اذا فرغن دخل الصبيان ولم يؤم الناس على رسول الله صلى الله
عليه وسلم احد. وفي رواية ان اول من صلى عليه الملائكة افواجا ثم
اهل بيته ثم الناس فوجا فوجا ثم نساؤه آخرا، وروى انه لما صلى عليه
اهل بيته لم يدر الناس ما يقولون، فسئلوا ابن مسعود فامرهم
ان يسئلوا عليا فقال لهم قولوا إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى
النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا لبيك اللهم ربنا وسعديك

باب دوم بیان وفات میں

اس باب میں ہم وہ خبریں بیان کرینگے جو حضور کے اول و
آخر کے حال میں ہیں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

وصال شریف سے ایک ماہ قبل جو واقعات رونما ہوئے یہ ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی مکرم محبوب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ماں باپ اور میری جان آپ پر قربان ہو ایک ماہ پہلے ہی اپنے وصال شریف کی خبر دیدی تھی۔ جب جدائی کا وقت قریب آیا، تو ہماری ماں (ام المومنین) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ میں ہم جمع ہوئے، تو حضور نے بلند آواز سے فرمایا، تمہیں مرحبا ہو، اور تمکو اللہ تعالیٰ سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے، اور اپنی رحمت و حفاظت میں تمکو لے، اور نیک حال بنائے، رزق مرحمت فرمائے، بلندی و رفعت بخشے، اور تمہارا ماوی بنے، اور اپنی پناہ میں لے۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں، اور یہی میری وصیت ہے اور یہی تم پر خلیفہ۔ اور میں تمکو ڈراتا ہوں کہ میں تمہارے لیے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ پر اسکی عبادت میں اور اسکے شہر و ملک میں اپنی بڑائی نہ کرنا۔ بیشک میرے اور تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ آخرت کا گھر ہم اُن لوگوں کے لیے کردانیں گے جو زمین میں بڑائی اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور آخرت کی بھلائی متقیوں کے لیے ہے۔ اور فرمایا، کیا دوزخ متکبروں کا ٹھکانا نہیں؟ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ظاہری مدّتِ حیات کی میعاد کب تک ہے؟ فرمایا، جدائی کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اور جنۃ الماویٰ، سدرۃ المنتہیٰ اور رفیق اعلیٰ کی طرف پلٹنے والا ہوں، اور جبرئیل کے

صلوات الله البر الرحیم والملائکة المقربین والنبیین والصدیقین
والشهداء والصالحین وما سبح لك من شیء یا رب العلمین علی محمد
بن عبد الله خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول
رب العلمین الشاهد البشیر الداعی باذنك السراج المنیر وعلیه السلام
ذکره الشیخ زین الدین المراغی فی کتابه تحقیق النصرة ۔

ذکر دفنه وکیفیة قبره صلی الله علیه وسلم

کان فی المدینة حفاران احدهما یلحد والآخر لا یلحد ودعا
العباس رجلین قال لیذهب احدکما الی ابی عبیدة بن جراح
وهو کان یضرح لاهل مکة ولیذهب الآخر الی ابی طلحة الانصاری
وهو کان یلحد لاهل المدینة ثم قال العباس اللهم خر لرسولك ،
فذهبا فلم یجد صاحب ابی عبیدة ابا عبیدة ووجد صاحب ابی طلحة
ابا طلحة فلحد لرسول الله صلی الله علیه وسلم ۔ وروی ان اصحاب
رسول الله صلی الله علیه وسلم اختلفوا فی موضع دفنه بمکة او بالمدینة
فی البقیع او القدس حتی قال ابوبکر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم
یقول لم یقبر نبی الا حیث یموت ۔ وفی روایة ماقبض الله نبیا الا فی
الموضع الذی یحب ان یدفن فیه فأخروا فراشه واحفروا له تحت
فراشه ونزل فی قبره علی بن ابی طالب والعباس والفضل والقثم
ابناء العباس ، وکان قثم آخر الناس عهدا برسول الله صلی الله علیه وسلم
لانه آخر من صعد من قبره ۔ واما قصة المغیرة وطرح خاتمه فی القبر
ونزوله فیه لاخراجه فغیر صحیح والله تعالی اعلم ۔ وثم ان مولی

پیالوں، حوض اور پسندیدہ عیش کی طرف بازگشت ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کون آپ کو غسل دے؟ فرمایا میری اہل بیت کے بہت قریبی مرد عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کس کپڑے میں کفن دیا جائے؟ فرمایا، اگر تم چاہو تو میرے انہی کپڑوں میں، یا مصر کے کپڑوں میں، یا یمانی چادروں میں۔ ہم نے عرض کیا، کون آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائے؟ اور ہم رو پڑے، اور حضور پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ پھر فرمایا صبر کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے نبی کی طرف سے بہتر جزا دے، جب تم مجھے غسل دے کر تکفین کر چکو، تو مجھ کو میرے اس تخت پر میری قبر شریف کے کنارے جو میرے اسی مکان میں ہے رکھ کر ایک گھڑی باہر چلے جانا تاکہ سب سے پہلے میرے دوست و خلیل جبریل پھر اسرافیل پھر ملک الموت مع اپنے ملائکہ کی جماعت کے مجھ پر صلوٰۃ پڑھینگے۔ پھر تم سب گروہ در گروہ ہو کر آنا اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا۔ خبردار! فضول ستائش اور ماتم و نوحہ کر کے مجھے ایذا نہ دینا۔ اور چاہیئے کہ درود و سلام کی ابتدا میرے اہل بیت کے مرد، پھر انکی عورتیں، پھر تم کرنا۔ پھر ان پر سلام کہنا جو میرے صحابہ میں سے اس وقت موجود نہیں ہیں، اور ان پر سلام کہنا جو میرے دین پر آج کے دن سے قیامت تک برقرار و باقی رہیں۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کون آپ کو آپ کی قبر شریف میں داخل کرے؟ فرمایا، میری اہل فرشتوں سمیت جو بکثرت ہونگے وہ تمکو اسطرح دیکھتے ہونگے کہ تم انکو نہیں دیکھو گے۔

انوار التنزیل اور مدارک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے آخری آیت جو جبریل لیکر آئے یہ ہے وَاتَّقُوا یَوْمًا الآیہ یعنی ڈرو اُس دن سے جس میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹو گے پھر ہر ایک نفس کو جو اس نے کمایا پورا پورا

رسول الله صلى الله عليه وسلم - وقيل ان اوس بن خولى قد قال لعلى بن ابى طالب، يا على! انشدك بالله وحظنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له انزل، فنزل مع القوم وكانوا خمسة - وفى رواية عن على نزل فى حفرة النبى صلى الله عليه وسلم هو والعباس وعقيل بن ابى طالب واسامة بن زيد وابن عوف واوس بن خولى وهم الذين تولوا كفنه، والاول اصح وقد كان شقران حين وضع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حفرته اخذ قطيفة نجرانية حمراء اصابها يوم خيبر وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبسها ويفرشها فطرحها تحته فدفنها معه فى قبره، فقال والله لا يلبسها احد بعدك ودفن فى قبره اللبن يقال تسع لبنات - قيل فلما فرغوا عن وضع اللبنات اخرجوا القطيفة قال ابو عمر ووالحاكم - قال النووى وقد نص الشافعى وجميع اصحابه وغيرهم من العلماء على كراهة وضع قطيفة او نحو ذلك تحت الميت فى القبر وقد شذ البغوى من اصحابنا فقال لا بأس بها لهذا الحديث والصواب كراهة ذلك كما قاله الجمهور واجابوا عن هذا الحديث بان شقران انفرد بفعل ذلك ولم يوافقه احد من الصحابة وانما فعله شقران لما ذكرنا عنه من كراهية ان يلبسها بعد النبى صلى الله عليه وسلم انتهى - وقد مر انها اخرجت يعنى القطيفة من القبر لما فرغوا من وضع اللبنات التسع كذا فى سيرة مغلطائى ثم هالوا[أ] التراب على لحده وجعل قبره مسطوحا، وفى المشكوة عن جابر فكان الذى رش الماء على قبره صلى الله عليه وسلم بلال بن رباح بقربة بدأ من قبل رأسه حتى انتهى الى رجليه رواه البيهقى فى دلائل النبوة

[أ] اى القوا التراب على قبره صلى الله عليه وسلم بالاول

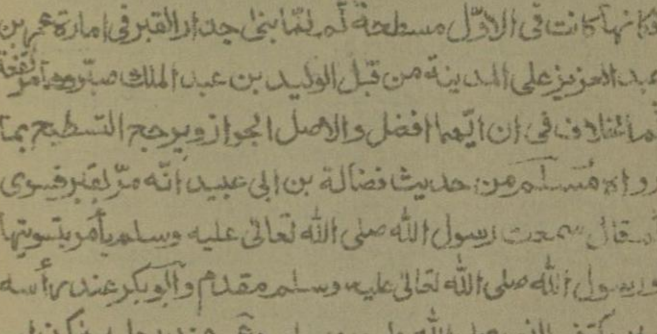
دیا جائیگا، اور وہ ظلم نہیں کیے جائینگے۔ اور فرمایا کہ اس آیت کو سورہ بقرہ دو سو اسی ۲۸۰ آیت کے ساتھ ملادو۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکیس ۲۱ دن یا اکیاسی ۸۱ دن اور ایک روایت میں ہے کہ تین ۳ گھنٹے دنیا میں رونق افروز رہے۔ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ذکر فرمانے لگے کہ وحی کا اختتام وعید پر ہوا۔

ابتدائے مرض

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء اور کیفیت یہ منقول ہے کہ ماہِ صفر کی اٹھائیس ۲۸ تاریخ بروزِ چہارشنبہ جبکہ آپ حضرتِ میمونہ کے گھر رونق افروز تھے دردِ سر سے مرض کی ابتداء ہوئی کسی نے کہا کہ انتیس ۲۹ صفر، اور کسی نے شروع ماہِ ربیع الاول کہا۔ اور کتاب الوفا میں ہے کہ صفر کی بیس ۲۰ تاریخ کو مرض شروع ہوا، اور آپ نے بارہ ۱۲ ربیع الاول کو وفات پائی۔ انتہیٰ۔ اور رزین نے ابنِ حاتم سے نقل کیا کہ ماہِ ربیع الاول ۱۱ھ میں آپ نے وفات پائی ہے، اور حضرتِ میمونہ کے گھر میں مرض کی ابتداء ہوئی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرتِ زینب بنتِ جحش میں۔ اور کسی نے حضرتِ ریحانہ کے گھر میں مرض کی ابتداء بتائی (رضی اللہ عنہن) اور خطابی نے بیان کیا کہ آپ کے مرض کی ابتداء پیر کے دن ہوئی۔ اور ایک قول ہفتہ اور ایک چہارشنبہ کا ہے اسے حاکم قول کہا ہے۔ اور کتاب روضہ میں دو ۲ قول مروی ہیں۔ اور مدتِ مرض میں اختلاف ہے، کہا گیا کہ چودہ ۱۴ دن ہیں۔ اور کسی دن بارہ ۱۲ کہا، اسی پر اکثریت ہے۔ ایک قول دس ۱۰ دن کا بھی ہے، اس پر سلیمان نے جزم کہا، اسکا بھی انھوں نے جزم کیا، حالانکہ وہ ثقہ ہیں، کہ آپ کے مرض کی ابتداء بروزِ ہفتہ بائیس ۲۲ صفر کو ہوئی اور پیر کے دن دو ۲ ربیع الاول کو وفات ہوئی۔

کتاب الاکتفاء میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع

وعن سفيان بن تمار انه رآه مسنما، وفي صحيح البخاري من حديث ابي بكر بن عياش انه رأى قبر النبي صلى الله عليه وسلم مسنما اي مرتفعا، زاد ابو نعيم في المستخرج وقبر ابو بكر وعمر كذلك واستدل به على ان المستحب تسنيم القبر وهو قول ابي حنيفة ومالك واحمد والمزني وكثير من الشافعية وبعض قدماء الشافعية استحبوا التسطيح ويحتمل ان يكون في الاول مسطوحا فقد روى ابو داود والحاكم انه كشفت عائشة للقاسم بن محمد عن قبره صلى الله عليه وسلم وعن قبر صاحبيه ثلثة قبور لا مشرفة ولا لاطئة مبطوحة ببطحاء العرصة الحمراء وبيضاء ورفع قبره من الارض قدر شبر وهذا كان في خلافة معاوية فكانها كانت في الاول مسطحة ثم لما بنى جدار القبر في امارة عمر بن عبد العزيز على المدينة من قبل الوليد بن عبد الملك صيروها مرتفعة ثم اختلفوا في ان ايهما افضل والاصل الجواز ويرجح التسطيح بما رواه مسلم من حديث فضالة بن ابي عبيد انه امر بقبر فسوي ثم قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يأمر بتسويتها ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مقدم وابو بكر عند رأسه بين كتفي النبي صلى الله عليه وسلم وعمر عند رجليه هكذا۔

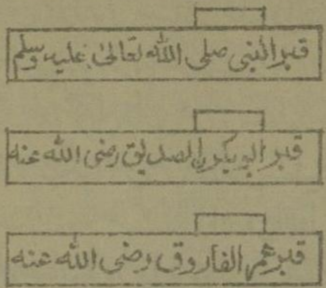


كذا نقله السمهودي في خلاصة الوفاء

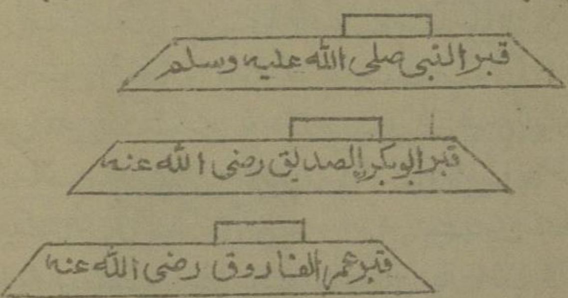
سے واپس تشریف لائے، تو مدینہ منورہ میں بقیہ ماہ ذی الحجہ اور محرم و صفر میں قیام فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرماتے رہے، اور اسامہ بن زید کو شام کی طرف روانہ فرمایا، اور انھیں حکم دیا کہ سرزمین فلسطین میں سے بلقاء اور روم کے حدود کو پامال کردیں۔ پھر لوگوں کو سامان جنگ دیا اور مہاجرین اولین کو اسامہ کے ساتھ جمع کردیا۔ یہ آخری لشکر تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا، تو لوگ روانگی کی تیاری میں ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ مرض لاحق ہوگیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کے موافق اپنی رحمت و کرامت میں ماہ صفر کے آخر یا ماہ ربیع الاول میں قبض روح فرمائی سو اسکی اول ابتداء جیسا کہ مذکور ہوا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیانی رات میں بقیع الغرقد کی طرف تشریف لے گئے، انکے لیے مغفرت چاہیں۔ پھر اپنے دولتکدہ پر واپس آئے، پھر جب صبح ہوئی تو اسی دن درد شروع ہوا۔

ابو مویہبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کو مجھے بلا کر فرمایا، اے ابو مویہبہ! مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس بقیع والوں کی مغفرت دعا کروں، تو میرے ساتھ چلو۔ پس میں آپ کے ساتھ گیا۔ پھر جب وہاں آپ کھڑے ہوئے تو فرمایا السلام علیکم یا اھل القبور، تم پر تمہاری صبح خوش گوار ہو، بنسبت اور لوگوں کی صبح کے کہ انھیں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی مانند حوادث اور فتنے گھیریں، کیونکہ پچھلا اگلے کے ساتھ ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اے ابو مویہبہ! بلا شبہ مجھے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں کہ میں اس میں ہمیشہ رہوں۔ اسکے بعد جنت اور مجھ کو دنیا کے اور اپنے رب سے ملاقات کے درمیان اختیار ملا کہ جسے چاہوں قبول کروں۔ میں نے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ

وذكر رزين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مقدم وابو بكر خلف رأسه عند منكبيه صلى الله عليه وسلم وطالت رجلاه أسفل وعمر خلف ابي بكر هكذا :-



واما صفة القبور الشريفة بالحجرة المنيفة فقد اختلف فيها على نحو سبع كيفيات ذكرناها بالاصل بادلتها والذي عليه الأكثر ان قبر النبي صلى الله امامها الى القبلة مقدما اى لجدار القبلة كما سيأتي ثم قبر ابي بكر عند حذاء منكبي رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قبر عمر عند منكبي ابي بكر وهذه صفة نقل من "خلاصة الوفاء" بعينها :-



وفي حديث عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه

دنیا کے خزانوں کی کنجی لیکر ہمیشہ رہیئے پھر جنّت۔ آپ نے فرمایا نہیں! خدا کی قسم! اے ابو موہیبہ میں نے اپنے رب کی لقاء اور جنت کو پسند فرمایا ہے۔ پھر آپ نے اہلِ بقیع کے مغفرت کی دُعا کی پھر واپس آ گئے۔ اسکے بعد آپ کو وہ مرض شروع ہو گیا جس میں اللہ نے آپ کو بلایا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بقیع سے واپس تشریف لائے تو آپ نے مجھ کو دردِ سر میں بے چین پایا، اور میں کہہ رہی تھی، ہائے سر! تب آپ نے فرمایا، بلکہ میں خدا کی قسم ہائے سر"۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم مزاح کی باتوں سے یوں ہی تسلی دیتے رہے پھر فرمایا تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم مجھ سے پہلے وفات پا جاؤ؟ اُسوقت میں ذمّہ دار ہوں گا کہ تمہیں کفن دوں، اور تمہاری نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دوں۔ میں نے عرض کیا، خدا کی قسم! گویا میں آپ پر بھاری ہوں کہ آپ نے یہ سب کچھ کیا۔ اسکے بعد آپ نے میرے گھر کی طرف مراجعت فرمائی، اور اُسی روز آپ نے کسی زوجہ کے ساتھ آخر وقت میں شب باشی کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تبسّم فرمایا، اسکے بعد آپ کے مرض نے شدّت پکڑی، حالانکہ آپ اپنی ازواج پر دَورہ فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرتِ میمونہ کے گھر مرض بہت شدید ہو گیا تو آپ نے اپنی سب ازواج کو بلایا، اور اُن سے اجازت چاہی کہ وہ میرے گھر میں تیمار داری کرائیں۔ سو اُن سب نے اجازت دیدی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اہل میں سے دو مردوں کے سہارے، ایک اُن دونوں میں سے فضل بن عباس، اور ایک کوئی دوسرا، اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کی پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور دونوں قدمِ مبارک سے لکیر کھنچتی آ رہی تھی، یہاں تک کہ میرے گھر تشریف لے آئے۔ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

الذي لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد ولولا ذلك ابرز قبره غير انه خشي اوخشي ان يتخذ مسجدا على شك الراوي على صيغة المجهول او المعلوم فعلى الأول الضمير للشأن ومقتضاه انهم فعلوا ذلك باجتهادهم والثاني يقتضي ان النبي صلى الله عليه وسلم هو الذي امرهم بذلك ومعنى ابرز قبره كشف قبره صلى الله عليه وسلم ولم يتخذ الحائل والمراد الدفن خارج بيته وهذا قالته عائشة قبل ان يوسع المسجد ولهذا لما وسع المسجد جعلت حجرتها مثلثة الشكل محدودة حتى لا يتأتى لاحد ان يصلي جهة القبر الكريم مع استقبال القبلة، ونقل اهل السير عن سعيد بن مسيب قال بقي في البيت موضع قبر في السهوة الشريفة يدفن فيه عيسى بن مريم عليهما السلام

ذكر وقت دفنه صلى الله عليه وسلم

اختلف في وقته روى عن عائشة قالت ما علمنا بدفن رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى سمعنا صوت المساحي ليلة الثلثاء في السحر، وفي الموطاء بلغ مالكا انه صلى الله عليه وسلم توفي يوم الاثنين ودفن يوم الثلثاء وللترمذي في ليلتها في مكانه الذي توفي فيه. وروى عن محمد بن اسحق انه قال قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فمكث ذلك اليوم وليلة الثلثاء ودفن في الليل اي ليلة الاربعاء، وقيل دفن يوم الثلثاء حين زاغت الشمس. وفي الكفاية انه صلوا عليه صلى الله عليه وسلم يوم الاربعاء ثم دفن. فان قلت لما اخر دفنه

کہ وہ دوسرا شخص حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکلیف بڑھ گئی، اور درد شدید ہو گیا۔ ایک روایت میں دار اسماء (بلسمئے میراہمنی) کے بعد یہ ہے کہ آپ تشریف لے گئے۔ پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد لوگ آپ کو چادر میں لپیٹے اٹھا کر میرے گھر لے آئے پھر لجنۂ ازواجِ مطہرات کو بلایا، اُن سے فرمایا میں علیل ہو گیا ہوں اب اتنی استطاعت نہیں رہی کہ میں باری باری تم میں دورہ کر سکوں، لہٰذا تم سب اجازت دیدو کہ میں عائشہ کے گھر رہوں) ۔ پھر میں نے آپ کو وضو کرایا حالانکہ میں نے کسی کو آپ سے پہلے وضو نہیں کرایا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار اپنی علالت کے دوران دریافت فرمایا کرتے، میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ کی مراد اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا دن تھا۔ تب آپ کی ازواجِ مطہرات نے یہ اجازت دیدی کہ جہاں حضور چاہیں رہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام فرمایا اور انہی کے یہاں آپ کی وفات ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چادرِ مبارک لپیٹے اپنی ازواجِ مطہرات کے یہاں تشریف لیجایا کرتے درانحالیکہ آپ علیل تھے، اور انکی باری اسطرح پوری فرمایا کرتے۔ حضرتِ عائشہ فرماتی ہیں کہ جب مرض نے شدت اختیار کی، اور حضور انہی اپنی باری پوری فرماتے رہے، تو وہ سب ازواج حضرتِ میمونہ کے گھر جمع ہو کر آئیں۔ جب انھوں نے آپ کا یہ حال دیکھا، تو سب اہلِ بیت کی یہی رائے ہوئی کہ لدود کی دوا پلائیں، کیونکہ سب کو یہ خوف دامنگیر تھا کہ آپ کو ذات الجنب (نمونیا) ہو گیا ہے، تو انھوں نے وہ دوا پلائی۔ اور ایک روایت میں حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی کوکھ

صلى الله عليه وسلم وقد قال لأهل بيت أخّروا دفن ميتهم وعجلوا
دفن ميتكم ولا تؤخروه. فالجواب لما ذكر من عدم اتفاقهم على موته
او لاختلافهم في موضع الدفن او لانهم اشتغلوا في الخلاف الذي
وقع بين المهاجرين والانصار حتى استقر امر الخلافة التي هي اهم
مهمات الدين فبايعوا ابابكر ثم بايعوه بعد بيعة اخرى في ملأ منهم
ثم رجعوا بعد ذلك الى النبي صلى الله عليه وسلم فنظروا في دفنه فغسلوه
وكفنوه ودفنوه والله تعالى اعلم. وفي رواية الدارمي عن انس قال
ما رأيت يوما كان احسن ولا اضوء من يوم دخل علينا فيه رسول الله
صلى الله عليه وسلم وما رأيت يوما كان اقبح ولا اظلم من يوم مات فيه
رسول الله صلى الله عليه وسلم. وفي رواية الترمذي عنه قال لما
كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة
اضاء منها كل شيء فلما كان اليوم الذي مات فيه اظلم منها كل شيء
وما نفضنا ايدينا من التراب وانا لفي دفنه حتى انكرنا قلوبنا.

ذكر الندبة عليه ومرثيته صلى الله عليه وسلم

ولما دفن صلى الله عليه وسلم جاءت فاطمة فقالت كيف طابت انفسكم
ان تحثوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم التراب رواه البخاري.
وفي رواية اخرى لما فرغوا من دفنه صلى الله عليه وسلم خرجت
فاطمة قالت يا ابا الحسن دفنتم رسول الله صلى الله عليه وسلم؟
قال نعم. قالت كيف طابت قلوبكم ان تحثوا التراب على رسول الله
صلى الله عليه وسلم أليس ذلك نبي الرحمة؟ قال نعم ولكن لا مرد

پکڑ لیا کرتے تھے، ایک دن میں نے بھی کو کھ پکڑ لی۔ اسوقت آپ پر اتنی شدید بیہوشی طاری ہوئی کہ ہم نے خیال کیا کہ وفات پا گئے، تو ہمنے لدُود پلا یا۔ پھر خود بخود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو افاقہ ہو گیا، اور ہم وہ لدُود پلا چکے تھے تو آپ نے فرمایا، میرے ساتھ یہ کس نے حرکت کی ہے؟ تو وہ سب ڈر گئیں، اور انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بہانہ کیا، اور سب نے جو اسوقت گھر میں تھے، حضرت عباس کو سبب ٹھہرایا، حالانکہ اس میں انکی قطعاً رائے نہ تھی۔ تو ان سب نے کہا، آپ کے چچا حضرت عباس کے مشورہ سے یہ ہوا تھا، کیونکہ ہمیں خوف تھا کہ شاید آپ کو ذات الجنب (نمونیا) ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ذات الجنب تو شیطان سے ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اسکو مجھ پر تسلط نہیں دیا ہے، اور نہ یہ کہ شیطان مجھے لگ جائے۔ اور لیکن یہ حرکت عورتوں کی ہے، لہٰذا سب کو ہی لدُود پلایا جائے، سوائے میرے چچا حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کے، میرا حکم انکو شامل نہیں ہے۔ چنانچہ سب کو لدُود پلائی گئی۔ اور حضرتِ میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھی پلایا گیا، حالانکہ وہ روزے دار تھیں، مگر فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرتِ عائشہ کے گھر کی طرف اُن کی باری کے دن حضرتِ عباس اور حضرتِ علی کے سہارے چلے، اور حضرتِ فضل آپ کی پُشت کو سہارا دیئے ہوئے تھے، اور آپ کے دونوں قدم خط کھینچتے جا رہے تھے، یہانتک کہ حضرتِ عائشہ کے یہاں تشریف لے آئے، پھر اُنہی کے پاس رہے، کیونکہ شدتِ مرض کی وجہ سے انکے گھر سے کسی اور جگہ جانے کی استطاعت نہ تھی۔ جب آپ کے مرض نے شدت اختیار کی، تو حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کا حال بیمار و اکل سا ہو گیا، اور آپ بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ اسوقت میں نے آپ سے عرض کیا

لامر الله تعالى فتحدثت تندب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول يا ابتاه، وارسول الله، وانبي الرحمة، الأن لا يأتي الوحي الأن ينقطع عنا جبرئيل، اللهم الحق روحي بروحه واشبعني بالنظر الى وجهه ولا تحرمني اجره وشفاعته يوم القيمة - وفي رواية اخذت تربة من تراب رسول الله صلى الله عليه وسلم شمت ثم انشدت شعر ــ

ماذا على من شم تربة احمد ان لا يشم مدى الزمان غواليا
صبت علي مصائب لو انها صبت على الايام صرن لياليا

وفي الاكتفاء مما ينسب الى علي او فاطمة شعر :-

ماذا على من شم البيتين

وعن انس قال لما ثقل النبي صلى الله عليه وسلم جعل يتغشاه الكرب فقالت فاطمة واكرب ابتاه! قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس على ابيك كرب بعد اليوم فلما مات قالت يا ابتاه اجاب ربا دعاه يا ابتاه جنة الفردوس ماواه، يا ابتاه الى جبرئيل انعاه - فلما دفن قالت يا انس اطابت انفسكم ان تحثوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم التراب انفرد باخراجه البخاري، وزاد الطبراني يا ابتاه من ربه ما ادناه - وقد عاشت فاطمة بعده صلى الله عليه وسلم ستة اشهر فما ضحكت تلك المدة وحق لها مثل ذلك - وروي عن انس قال مررت على باب عائشة وكانت تندب النبي صلى الله عليه وسلم يا من لم يشبع من خبز الشعير، يا من اختار الحصير على السرير، يا من لم ينم الليل كله من خوف السعير - وعن عائشة ان ابابكر دخل على النبي

کہ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو آپ اُس پر غصہ فرماتے؟ آپ نے فرمایا، بلا شبہ مومنین پر سختی ہوا کرتی ہے، لیکن جب کسی مومن کو کوئی کانٹا چبھے، یا اس سے زیادہ تکلیف پہنچے، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں مومن کا درجہ بلند فرماتا اور اسکے معاصی (گناہ) محو فرماتا ہے۔ اور فرماتی ہیں میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ اُس پر مرض کی شدت ہوئی ہو۔ مروی ہے کہ کسی کا ہاتھ آپ کے جسم اقدس پر بخار کی شدتِ حرارت کی وجہ سے نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا کسی نبی نے اتنی تکلیفیں نہیں اٹھائیں، جتنی مجھ پر تکلیف کی شدت ہے، اس قدر ہمارا ثواب بھی کئی گنا زیادہ ہے۔

حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ کو بخار کی انتہائی شدت میں پایا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کو بڑی شدت سے بخار ہے؟ فرمایا، ہاں۔ مجھ کو اتنا بخار ہے جتنا تم سے ۲ دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا، کیا یہ اسلیے کہ آپ کو دونا اجر ہو؟ فرمایا، ہاں! اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو ایک کانٹے کی بھی تکلیف پہنچے، یا اس سے زیادہ کی، تو اللہ تعالیٰ اُسکو اسکے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے، جسطرح درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے، امام بخاری نے اسے بیان کیا۔ اور حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب آپ کے مرض نے شدت پکڑی تو آپ نے فرمایا، مجھ پر سات مشکیزے جنکے مونھ کھلے نہ ہوں بہا دو۔ شاید کہ مجھے راحت ہو، اور لوگوں سے گفتگو کر دوں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرتِ حفصہ کے تانبے کے لگن میں ہمنے آپ کو بٹھایا اور آپ پر پانی بہایا، یہانتک کہ ہمیں فرمایا، بس اب نہلا چکیں۔ پھر تشریف لے گئے۔ اور اُس دن کھڑے ہو کر خطبہ دیا (فرمایا) اللہ تعالیٰ ہی کیلیے

صلى الله عليه وسلم بعد وفاته فوضع فاه بين عينيه فوضع يديه على صدغيه فقال وانبياه، واخليلاه، واصفياه۔ وفى رواية قالت لما توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء ابوبكر فدخل عليه ورفع الحجاب وكشف الثوب من وجهه فاسترجع فقال مات والله رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم تحوّل من قبل رأسه فقال وانبياه ثم حدره فمه وقبّل جبهته ثم رفع رأسه فقال واخليلاه ثم حدر فيه وقبّل جبهته فقال واصفياه ثم حدر فمه ثم قبّل جبهته ثم سجّاه بالثوب ثم خرج۔ وذكر ابو العباس القصّاب فى شرحه لبردة البوصيرى انه لما تحقق عمر ابن الخطاب موته صلى الله عليه وسلم لقول ابى بكر الصديق ورجع الى قوله قال وهو يبكى بابى انت وامى يارسول الله لقد كان لك جذع تخطب الناس عليه فلما كثروا اتخذت منبرا لتسمعهم فحنّ الجذع لفراقك حتى جعلت يدك عليه فسكن فامتك اولى بالحنين عليك حين فارقتهم بابى انت وامى يارسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان جعل طاعتك طاعته فقال مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ بابى انت وامى يارسول الله لقد بلغ من فضيلتك عنده ان بعثك آخر الانبياء وذكرك فى اوّلهم فقال الله تعالى لَقَدْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ بابى انت وامى يارسول الله لقد بلغ من فضيلتك عنده ان اهل النار يودّون ان يكونوا اطاعوك وهم بين اطباقها يعذّبون يقولون يا ليتنا اطعنا الله واطعنا الرسول۔ وقال ابو الجوزاء كان الرجل من اهل المدينة اذا اصابته مصيبة جاء اخوه ليصافحه ويقول يا عباد الله اتق الله فان رسول الله اسوة حسنة قال فالهم شعر

حمد وثنا ہے۔ اسکے بعد اُن شہداء کے لیے جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے، مغفرت کی دعا کی۔

امتدادِ مرض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض کی کل مدت بارہ۱۲ دن کی تھی، اور کسی نے اٹھارہ دن کہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی علالت میں فرمایا، یہ تمام دروازے مسجد میں آنے جانے کے بند کردو بجز ابوبکر کے دروازے کے، کیونکہ میں ابوبکر سے زیادہ صحابہ میں سے احسان کرنیوالا کسی کو نہیں جانتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس مسجد میں کھلنے والی ہر کھڑکی کو میری طرف سے بند کردو، سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں آپکی تیمارداری کروں اور میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر رہوں؟ فرمایا، اے ابوبکر اگر اگر اپنی ازواج، صاحبزادیوں اور اہلِ بیت سے اپنے علاج کی خدمت نہ لوں تو ان پر میری طرف سے سخت مصیبت ہوجائیگی۔ اے ابوبکر! تمہارا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو چکا۔

انہی واقعات میں سے یہ ہے کہ آپ نے اپنے مرض میں لوگوں کو خطبہ دیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ یا تو وہ دنیا لے لے یا اسکو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، تو اُس بندے نے اسکو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اِس پر حضرتِ ابوبکر رونے لگے ہمنے حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رونے سے تعجب کیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو یہ اختیار دیا ہے

اصبر بكل مصيبة وتجلد — واعلم بأن المرء غير مخلد
واصبر كما صبر الكرام فإنها — نوب تنوب اليوم تكشف في غد
وإذا أتتك مصيبة تشجى بها — فاصبر مصابك بالنبي محمد

وقال آخر شعر :—

تذكرت لما فرق الدهر بيننا — فعزيت نفسي بالنبي محمد
وقلت لها إن المنايا سبيلنا — فمن لم يمت في يومه مات في غد

وروي أن بلالاً لما كان يؤذن بعد وفاته صلى الله عليه وسلم فإذا قال أشهد أن محمداً رسول الله ارتج المسجد بالبكاء والنحيب فلما دفن ترك بلال الأذان شعر :—

لو ذاق طعم الفراق رضوى — لكان من وجده يميد
قد حملوني عذاب شوق — يعجز عن حمله الحديد

ورثته صلى الله عليه وسلم عمته صفية بمراثي كثيرة فيها قولها شعر

ألا يا رسول الله كنت رجاءنا — وكنت بنا براً ولم تك جافيا
وكنت رحيماً هادياً ومعلماً — ليبك عليك اليوم من كان باكيا
لعمرك ما أبكي النبي لفقده — ولكن لما أخشى من الهرج آتيا
كأن على قلبي لذكر محمد — وما خفت من بعد النبي المكاويا
أفاطم صلى الله رب محمد — على جدث أمسى بيثرب ثاويا
فدى لرسول الله أمي وخالتي — وعمي وخالي ثم نفسي وماليا
فلو أن رب الناس أبقى محمداً — سعدنا ولكن أمره كان ماضيا
عليك من الله السلام تحية — وأدخلت جنات من العدن راضيا

ورثاه أبو سفيان بن الحارث بن عبد المطلب ابن عمه صلى الله عليه وسلم شعر

حالانکہ وہ بندہ مختار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ دانا تھے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اپنے مرض میں چالیس غلام آزاد کیے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ہر بیماری میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے صحت و عافیت کی دعا مانگی، لیکن اس مرض میں جس میں آپ نے وفات پائی صحت و شفا کی دعا نہ مانگی، بلکہ اپنی جان پر سختی فرمائی، اور فرماتے اے نفس تیرا عجب حال ہے کہ ہر وقت تو پناہ مانگتا ہے۔

انہی واقعات میں سے یہ ہے کہ آپ نے حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں، اسکے بعد پھر کان میں کچھ بات کہی تو ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اُن سے اس بات کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا، میں ایسی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز افشا کردوں، یہاں تک کہ جب آپ نے وفات پائی، تو میں نے اُن سے پوچھا، انھوں نے جواب دیا کہ حضور نے میرے کان میں فرمایا تھا کہ جبریل ہر سال قرآن کریم کا مجھ سے ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ دور کیا، اور میں خیال کرتا ہوں اب میرا وقت پورا ہو چکا ہے، اور یقیناً میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی ہو، اور میں کتنا اچھا تمہارا پیش رو ہوں۔ تو اس وجہ سے میں رونے لگی۔ پھر فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو، یا یہ فرمایا کہ تمام مسلم عورتوں کی سردار ہو، اس وجہ سے میں ہنس پڑی۔

اور انہی واقعات میں سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوری مدت علالت میں لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے صرف تین دن امامت نہ فرمائی، ایک

أرقت فبت ليلي لا يزول ... وليل أخي المصيبة فيه طول
وأسعدني البكاء وذاك فيما ... أصيب المسلمون به قليل
لقد عظمت مصيبتنا وجلت ... عشية قيل قبض الرسول
وأضحت أرضنا مما عراها ... تكاد بنا جوانبها تميل
فقدنا الوحي والتنزيل فينا ... يروح به ويغدو جبرئيل
وذلك أحق ما سالت عليه ... نفوس الناس أو كادت تسيل
نبي كان يجلو الشك عنا ... بما يوحى إليه وما يقول
ويهدينا فلا نخشى ضلالا ... علينا والرسول لنا دليل
أفاطم إن جزعت فذاك عذر ... وإن لم تجزعي ذاك السبيل
فقبر أبيك سيد كل قبر ... وفيه سيد الناس الرسول

ورثاه الصديق بقوله شعر:-

لما رأيت نبينا متجدلا ... ضاقت علي بعرضهن الدور
فارتاع قلبي عند ذاك لهلكه ... والعظم مني ما حييت كسير
أعتيق ويحك إن حبك قد ثوى ... فالصبر عنك لما بقيت يسير

أيضاً

ياليتني من قبل مهلك صاحبي ... غيبت في جدث علي صخور
فلتحدثن بدائع من بعده ... يعيى بهن جوانح وصدور

ورثاه صلى الله عليه وسلم الصديق أيضاً بقوله شعر:-

ودعنا الوحي إذ وليت عنا ... فودعنا من الله الكلام
سوى ما تركت لنا رهينا ... تضمنه القراطيس الكرام

وقال الحسان شعر:-

قول میں سترہ نمازیں ہیں۔ چنانچہ جب اس پہلی نماز کے لیے اذان ہوئی جس میں آپ نے امامت نہ فرمائی اور وہ نمازِ عشاء تھی، آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اور زہری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا لوگوں سے کہدو کہ وہ نماز پڑھ لیں، سو عبداللہ بن زمعہ باہر آئے، اسوقت حضرتِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مل گئے، اُن سے کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی۔ چونکہ انکی آواز بلند تھی نماز میں انکی آواز اونچی ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی آواز سنکر فرمایا، کیا یہ عمر کی آواز ہے؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ نے فرمایا، ابوبکر کے غیر کو امام بنانے سے اللہ اور مومنین انکاری ہیں چاہیئے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اسی طرح منتقی میں مذکور ہے۔

شرح مواقف میں ہے کہ حضور کی علالت کے زمانہ میں حضرت بلال نے نماز کیلیے اذان دی تو آپ نے عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا جاؤ اور ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ جب وہ باہر آئے تو دروازہ پر حضرتِ عمر اور ایک جماعت کو پایا، مگر ان میں حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے، تو کہا اے عمر لوگوں کو نماز پڑھائیے۔ جب انھوں نے تکبیر کہی چونکہ وہ بلند آواز تھے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی آواز سنی، فرمایا اللہ اور مسلمان منع کرتے ہیں، ابوبکر ہی نماز پڑھائیں، تین مرتبہ فرمایا۔ راوی کا قول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا کہ تمنے یہ کیا برا کیا، میں تو یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمکو میرے لیے حکم دیا ہے؟ کہا نہیں خدا کی قسم

كنت السواد لناظري فعمي عليك الناظر
من شاء بعدك فليمت فعليك كنت أحاذر

ذكر ميراثه وتركته وحكمه فيها صلى الله عليه وسلم

ما ترك صلى الله عليه وسلم عند موته درهما ولا دينارا ولا عبدا ولا شيئا الا بغلته البيضاء وسلاحه وارضا جعلها صدقة - وفي خلاصة السير ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم مات ثوبي حبرة وازارا عمانيا وثوبين صحاريين وقميصا صحاريا وقميصا سحوليا وجبة يمنية وخميصا وكساء ابيض وقلانس صغارا لاطية ثلاثا او اربعا وازارا طوله خمسة اشبار وملحفة مورسة وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقة وقال صلى الله عليه وسلم لا تقسم ورثتي دينارا ولا درهما ما تركت بعد نفقة نسائي ومؤنة عيالي فهو صدقة - وعن ابي هريرة قال جاءت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ابي بكر فقالت من يرثك قال ولدي واهلي فقالت ما لي لا ارث ابي فقال ابو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل مال نبي صدقة الا ما اطعمه انا لا نورث ولكني اعول على من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعول وانفق على من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق عليه - وعن عائشة سألت ابا بكر بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ميراثها من تركة رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة فقال ابو بكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة

مجھے یہ نہیں فرمایا کہ کس کو کہوں۔ اور مروی ہے کہ حضرت بلال اذان دیکر دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ فرمایا ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ بلال اپنا سر پکڑے نکلے اور یہ فرماتے تھے، ہائے فریاد! میری امیدیں منقطع ہو گئیں اور کمر ٹوٹ گئی۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی، اور جب اُس نے مجھے جنا تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حال نہ دیکھتا۔ مسجد میں گئے اور کہا اے ابوبکر بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا ہے کہ آپ آگے بڑھیں۔ جب حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسجد خالی دیکھی چونکہ آپ نرم دل تھے برداشت نہ کر سکے غش کھا کر گر پڑے۔ تب مسلمانوں نے آہ و فغاں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ شور سُنا، تو آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا یہ کیسا غل ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے بغیر مسلمان آہ و فغاں کر رہے ہیں۔ تو اُسوقت حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا، انکے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ پھر فرمایا اے جماعتِ مسلمین! تم اللہ کی رحمت اور اُسکی آمان میں ہو، اور اللہ تعالیٰ کی پرہیزگاری اُس کی حفاظت اور اطاعت، تم پر میرا خلیفہ ہے، میں اب دنیا چھوڑنے والا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا، تو حضرت بلال نماز کی اطلاع کرنے آئے آپ نے فرمایا، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر ایک کمزور دل کے مرد ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہونگے تو لوگوں کو آواز تک نہ سنا سکیں گے، پس آپ اگر حضرت عمر کو حکم فرمائیں تو مناسب ہے۔ تب آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو، وہ لوگوں کو

فابى ابوبكر ان يدفع الى فاطمة شيئًا فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذلك
فهجرته فلم تزل حتى توفيت فلما توفيت دفنها زوجها على بن ابى طالب
ولم يؤذن لها ابابكر وصلى عليها على عہ وكان لعلى من الناس جهة حيوة
فاطمة فلما توفيت استنكر على وجوه الناس فالتمس مصالحة ابى بكر
ومبايعته ولم يكن بايع تلك الاشهر فبايعه بعدها كذا فى الصحيحين
وروى البيهقى عن الشعبى ان ابابكر عاد فاطمة فى مرضها فقال على
هذا ابوبكر ليستاذن عليك قالت اتحب ان اذن له قال نعم فاذنت له
فدخل عليها فارضاها حتى رضيت كذا فى الوفاء - وفى رياض النضرة
للمحب الطبري دخل ابوبكر على فاطمة فاعتذر اليها وكلمها فرضيت عنه
وعن الاوزاعى قال بلغنى ان فاطمة غضبت على ابى بكر فخرج ابوبكر
حتى قام على بابها فى يوم حار ثم قال لا ابرح مكانى حتى ترضى علىّ بنت
رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخل عليها على فاقسم عليها لترضى ترضيت عنه
فاخرج ابن السمان فى الموافقة وقد اختصم على والعباس فى ميراث
النبى على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم على عهد عمر فقال عمر لطلحة
والزبير وعبد الرحمن بن عوف وسعد رضى الله عنهم انشدتكم الله
اسمعتم رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل مال نبى صدقة
الا ما اطعمه انا لا نورث قالوا اللهم نعم -

ذكر زيارة قبره الشريف على ساكنه التحية والسلام

زيارة النبى القرشى الهاشمى المكى المدنى ابى القاسم محمد بن عبد الله
بن عبد المطلب بن هاشم خاتم الانبياء والمرسلين صلوات وسلامه

عہ وفى صحيح البخارى صلى عليها ابوبكر رضى الله عنه ١٢ الرضوى

نماز پڑھائیں۔ فرماتی ہیں میں نے پھر حفصہ سے کہا تم یہ بات کہو، تب آپ سے حفصہ نے عرض کیا کہ ابوبکر کمزور دل کے مرد ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہونگے تو آواز تک لوگوں کو نہ سنا سکیں گے، پس اگر آپ عمر کے لیے فرمائیں تو مناسب ہے اسوقت آپ نے فرمایا "تم حضرت یوسف علیہ السلام کی ساتھی عورت کی طرح ہو، ابوبکر سے کہو لوگوں کو لوگوں کو نماز پڑھائیں" راوی کا قول ہے ہم نے حضرت ابوبکر سے عرض کردیا، جب انھوں نے نماز شروع کردی تو آپ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے افاقہ محسوس فرمایا، تو حضور دو شخصوں کے سہارے اسطرح کھڑے ہوئے کہ آپ کے قدم مبارک زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے، یہانتک کہ مسجد میں تشریف لائے، جب حضرت ابوبکر نے آہٹ پائی تو پیچھے ہٹنے کا قصد کیا، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ فرمایا تم اسی طرح کھڑے رہو تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، اسطرح پر کہ حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے وہ حضور کے مقتدی تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کے مقتدی تھے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے تو لوگ ہٹنے لگے، اس سے حضرت ابوبکر بھی سمجھے کہ لوگوں نے یہ کشادگی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے جگہ سے پیچھے ہٹنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی پیٹھ پر اشارہ کیا اور فرمایا نماز جاری رکھو، اور انکے پہلو میں بیٹھ گئے، اور انکی دہنی جانب بیٹھ کر نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حضور کو اللہ کی نعمت وفضل سے اب صحت میں دیکھتا ہوں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں

عليه وعليهم اجمعين مستحبة مندوبة من اوكد المستحبات وافضل القربات
قريبة من الواجب في حق من كان له سعة وقدرة لقوله صلى الله عليه
وسلم من وجد سعة ولم يفد الي فقد جفاني، وفي رواية ما من احد
من امتي له سعة ولم يزرني فليس له عذر عند الله، وعنه
صلى الله عليه وسلم من جاءني زائراً لا يهمه الا زيارتي كان حقاً
عليّ ان اكون له شفيعاً يوم القيامة رواه الحافظ ابو علي بن السكن
وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من زار قبري وجبت له
شفاعتي صححه ابن عبد الحق، وعنه صلى الله عليه وسلم من زارني
بعد مماتي فكانما زارني في حياتي، وفي الباب احاديث كثيرة وفيما
نقلنا كفاية فاذا خرج الزائر وتوجه الى المدينة الطيبة يكثر
من الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم في الطريق فانه لا عبادة
افضل منها بعد الفرائض لسالكي هذا الطريق فاذا وقع بصره على شجرة
المدينة وحرمها فليزد في الصلوة والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم
وليسأل الله تعالى ان ينفعه بزيارته وليسعده في الدنيا والآخرة
وليقل اللهم ان هذا حرم رسولك فاجعله لي وقاية من النار
واماناً من العذاب وسوء الحساب، ويستحب ان يغتسل لدخول
المدينة المطهرة ويلبس افخر ثيابه وانظفها ويتطيب ويتصدق
بما تيسر، ثم يدخلها قائلاً بسم الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم
رب ادخلني مدخل صدق واخرجني مخرج صدق واجعل لي من
لدنك سلطاناً نصيراً فاذا وصل باب المسجد فليقدم رجله اليمنى في
دخوله قائلاً اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي ابواب رحمتك وفضلك

آج کا دن بنت خارجہ کا ہے اجازت ہو تو وہاں چلا جاؤں؟ فرمایا: ہاں!
اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر اپنے گھر بمقام سنح میں چلے گئے۔ یہ روایتیں ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر ہی امام تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے کسی کے پیچھے نماز نہیں ادا فرمائی سوائے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے، اور ایک سفر میں عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک رکعت ادا فرمائی۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں ایک غزوہ میں شریک تھے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اتنے میں نماز شروع ہو گئی، لوگوں نے عبد الرحمٰن کو آگے بڑھا دیا، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو ایک رکعت عبد الرحمٰن پڑھ چکے تھے، اسوقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ ان کے پیچھے نماز پڑھی اور جو رہ گئی تھی اسے پوری کی اور فرمایا کسی نبی نے اسوقت تک وفات نہ پائی جبتک کہ اپنی امت میں سے کسی صالح کے پیچھے نماز نہ پڑھ لی اسی طرح صفوہ میں مذکور ہے۔

مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے، تو مغیرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر سے پہلے قضائے حاجت کو تشریف لے گئے اور میں آپ کے ہمراہ پانی کا برتن اٹھائے ہوئے تھا جب واپس تشریف لائے تو میں نے آپ کے دست اقدس پر برتن سے پانی ڈالا، آپ نے اپنے ہاتھ منہ دھوئے، اسوقت آپ صوف کا جبہ

وليقصد الروضة الشريفة المقدسة وهي ما بين منبره وقبره من المسجد التي هي روضة من رياض الجنة فيصلي تحية المسجد في مصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تيسر والا في غيره من الروضة او من المسجد ثم يسجد سجدة شكر الله على الوصول الى تلك البقعة الشريفة وفي السجدة خارج الصلوة والتلاوة كلام بين العلماء ويسأل اتمام النعمة عليه بقبول زيارته ثم يأتي القبر الشريف ويقف عند رأسه مستقبلا ويكون وقوفه مستدبر القبلة ولا يضع يده على جدار الخطيرة ولا يقبلها فان ذلك وامثاله من بدع الجاهلين وليس من سيرة السلف الصالحين بل يدنو على قدر ثلث اذرع او اربعة ثم يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم وعلى الصديق والفاروق رضي الله تعالى عنهما وليقل بحضور قلب وغض صوت وسكون جوارح السلام عليك يا سيد المرسلين السلام عليك يا خاتم النبيين السلام عليك يا قائد الغر المحجلين السلام عليك يا من ارسله الله رحمة للعلمين السلام عليك وعلى اهل بيتك وازواجك واصحابك اجمعين السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك عبده و رسوله وامينه وخيرته من خلقه واشهد انك بلغت الرسالة واديت الامانة ونصحت الامة وجاهدت في سبيل الله حق جهاده وعبدت ربك حتى اتاك اليقين فجزاك الله عنا يا رسول الله افضل ماجزى نبيا عن امته اللهم صل على سيدنا محمد وعلى ال سيدنا محمد كما صليت على سيدنا ابراهيم وعلى ال سيدنا ابراهيم انك حميد مجيد وبارك على سيدنا محمد وعلى ال سيدنا محمد كما باركت على سيدنا

پہنے ہوئے تھے، آپ اپنے دونوں ہاتھ جُبّہ سے نکالنے لگے، جُبّہ کی آستین تنگ تھی اسلیئے آپ نے دونوں ہاتھ جُبّہ کے نیچے سے نکالے اور جُبّہ کو اپنے کاندھوں پر ڈال لیا، پھر دونوں کہنیاں دھوئیں اور آپ نے پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا۔ پھر میں آپ کے موزے اُتارنے جھکا تو فرمایا جانے دو، میں نے وضو کرکے موزے پہنے ہیں، ان موزوں پر مسح کیا۔ ایک روایت میں مغیرہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! غالباً حضور فراموش فرما گئے فرمایا نہیں تم بھولتے ہو، مجھ کو میرے رب نے یہی حکم دیا ہے۔ اس روایت کو ابوداؤد اور دارمی نے اسی معنی میں روایت کیا۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ پھر حضور سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا، جب جماعتِ مسلمین میں آئے تو نماز شروع ہو چکی تھی، اور عبدالرحمٰن بن عوف نماز پڑھا رہے تھے، آپ نے انکے ساتھ ایک رکوع کیا پھر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انھیں آمد معلوم ہوئی، تو پیچھے ہٹنے لگے، آپ نے انھیں اشارہ فرمایا، پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے ساتھ دو میں سے ایک رکعت پڑھی اور کھڑے ہو گئے، میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا، اور چھوٹی ہوئی رکعت کو پورا کیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا جو کہ مشکوٰۃ میں مذکور ہے۔

نافع بن عمرو بن عباس سے مروی وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف آوری سے معذور ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ آپ کے قائم مقام ہو کر نماز پڑھائیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ اُس وقت تشریف لاتے جب حضرت ابوبکر نماز شروع کر چکے ہوتے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھتے، اُن کے سوا آپ نے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، البتہ ایک رکعت سفر میں عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے پڑھی ہے۔

ابراهيم وعلى آل سيدنا ابراهيم انك حميد مجيد، اللّٰهم انك قلت وقولك الحق وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ٥ اللّٰهم قد سمعنا قولك واطعنا امرك وقصدنا نبيك مستشفعين به اليك من ذنوبنا، اللّٰهم فتب علينا واسعدنا بزيارته وادخلنا في شفاعته وقد جئناك يا رسول الله ظالمين انفسنا مستغفرين لذنوبنا وقد سماك الله تعالى بالرؤف الرحيم فاشفع لمن جاءك ظالماً لنفسه معترفاً بذنبه تائباً الى ربه. وقد انشد هذه الابيات بعضهم وذكرها في رسائل المناسك ـــ ٥

يا خير من دفنت في القاع اعظمه	فطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسي الفداء لقبر انت ساكنه	فيه العفاف وفيه الجود والكرم
انت الشفيع الذي ترجىٰ شفاعته	عند الصراط اذا ما زلت القدم

ويدعو لنفسه ولوالديه ولمن احب بما احب فالدعاء في حضرته مستجاب، وقد ذكرنا آداب الخروج الى المدينة وسلوك طريقها وآداب دخولها وزيارته صلى الله عليه وسلم وآداب الاقامة بهذه البلدة الطيبة المطيبة بالتفصيل والتكميل في تاريخ المدينة[ع] المسمى "بجذب القلوب الى ديار المحبوب" فليطلب ثمة -

ولنختم الرسالة بذكر رؤيته صلى الله عليه وسلم في المنام

وما فيها من الكلام، والله الموفق وبيده ازمة المرام ذكر في المواهب اللدنية ان من خصائص النبي صلى الله عليه وسلم ان من رآه في المنام

ع فليطلب الاصل من الكتب النعيمة الموضوعة والترجمة الشاهة الضا ١٢ الهدى

"اسد الغابہ" میں حضرت حسن بصری سے مروی ہے وہ حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو آگے بڑھایا، انھوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، اور میں تندرست و صحیح موجود تھا اور غائب نہ تھا، اگر حضور مجھ کو آگے بڑھانا چاہتے تو مجھے امام بنا دیتے بایں وجہ ہم نے اپنے دنیاوی معاملات میں بھی انھیں پر رضامندی کا اظہار کیا، جن سے اللہ اور اسکا رسول ہمارے دینی امور میں راضی تھے۔

انہی واقعات میں سے یہ ہے کہ جمعرات کے دن آپ کے مرض نے شدت اختیار کی تو ارادہ فرمایا کہ ایک تحریر لکھ دی جائے، چنانچہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے فرمایا، ایک ہڈی یا تختی لاؤ کہ میں ابوبکر کے لیے ایک تحریر لکھ دوں تاکہ ان پر اختلاف نہ ہو۔ جب عبد الرحمٰن کھڑے ہونے لگے تو فرمایا، اللہ اور مسلمان منع کرتے ہیں کہ اے ابوبکر کوئی تم سے اختلاف کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کا وقت نزدیک آیا، تو اسوقت کاشانہ اقدس میں بہت سے لوگ تھے، جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تم کو ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ دنیا سے میرے تشریف لیجانے کے بعد پھر تم گمراہ نہ ہو؟ اسوقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اسوقت چونکہ مرض کی شدت ہے (نوشتہ کی تکلیف دینا مناسب نہیں) تمہارے پاس تو قرآن ہے ہمیں صرف کتاب اللہ (قرآن) کافی ہے (اسکی موجودگی اور اس پر عمل کرتے رہنے میں کبھی گمراہ نہ ہونگے) پس اہل بیت اختلاف کرکے باہم جھگڑ پڑے، کسی نے کہا کاغذ پیش کردو، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوشتہ تحریر کرادیں تاکہ پھر تم گمراہ نہ ہو۔ اور کسی نے وہ کہا جو حضرت

فقد رأى حقافان الشيطان لا يتمثل به، ففي رواية قتادة عند مسلم من رآني في المنام فقد رأى الحق وله ايضا من حديث جابر من رآني في المنام فقد رأى انه لا ينبغي للشيطان ان يتشبه بي، وفي ابي سعيد عند البخاري فان الشيطان لا يتكوّنني اي لا يتكوّن كوني فحذف المضاف واوصل المضاف اليه بالفعل، وفي حديث ابي قتادة عند البخاري لا يتراأى بي ومعناه لا يستطيع ان يتمثل بي يعني ان الله تعالى وان مكّنه في التصوير في اي صورة اراد فانه لا يمكّنه من التصور في صورة النبي صلى الله عليه وسلم فذهب جماعة الى ان محل ذلك اذا راه الرأى على صورته الكريمة التي كان عليها حتى انه ضيق الغرض بعضهم وقال لابد ان يراه على صورته التي قبض عليها حتى يعتبر عدد الشعرات البيض التي لم تبلغ عشرين، وعن حماد بن زيد انه قال كان محمد يعني ابن سيرين اذا قص عليه رجل انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم قال صف لي الذي رأيته فان وصف له صفة لا يعرفها قال لم تره وسنده صحيح، وقد اخرج الحاكم من طريق عاصم بن كليب حدثني ابي قال قلت لابن عباس رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في المنام قال صفه لي قال فذكرت الحسن بن علي فشبهته به قال قد رأيته وسنده جيد لكن يعارضه ما اخرجه ابن عاصم من وجه اخر عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رآني في المنام فقد رآني فاني أرى في كل صورة وفي سنده ابن التومة وهو ضعيف لاختلاطه وهو من رواية من سمع منه بعد الاختلاط والله تعالى اعلم، قال القاضي ابوبكر بن

[margin: اخرجه، يعرفها]

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جب اختلاف بڑھا اور آوازیں بلند ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک سے چلے جاؤ۔ اسکے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے ایک سے ایک بڑی مصیبت جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تحریر نوشتہ میں حائل ہو گئی بسبب انکے اختلاف کرنے اور شور و غل کرنے کے۔ امام بخاری نے اسے بیان کیا۔

آخری مدّتِ حیاتِ ظاہری کے واقعات میں سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس صرف سات دینار تھے، وصال شریف تک وہ بھی خرچ ہو گئے سہل بن سعد سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس صرف سات دینار تھے، جو حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں تھے جب آپ علیل ہوئے تو فرمایا، اے عائشہ ان دیناروں کو الگ کر دو پھر آپ پر غشی آ گئی اور حضرت عائشہ آپ کی تیمارداری میں مشغول ہو گئیں، حضور نے تین مرتبہ فرمایا اور ہر بار اسکے بعد آپ پر غشی ہو گئی اور وہ خدمت میں مشغول ہو گئیں۔ بعدہ ان دیناروں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ انکو خیرات کر دیں پھر پیر کی شب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے وصال شریف کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ اسوقت حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے پاس گھر کا چراغ بھیجا اور کہا کہ اپنے پاس سے چراغ میں ہمارے لیے تیل ڈالدیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال شریف کی تیاری میں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور نے حضرتِ عائشہ سے اسوقت فرمایا جبکہ وہ آپ کو اپنی گود میں لیے تھیں، اے عائشہ تم نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ عرض کیا وہ میرے پاس ہیں، فرمایا انھیں خرچ کر دو۔ اسکے بعد غشی طاری ہو گئی، دراں حالیکہ حضور انہی کی گود میں تھے۔ پھر جب افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا کہ کیا

الغيبي رؤيته صلى الله عليه وسلم بصفاته المعلومة ادراك على الحقيقة ورؤيته على غير رؤيته ادراك للمثال فان الصواب ان الانبياء لاتغيرهم فيكون ادراك ذاته الكريمة حقيقة الصواب وادراك الصفات ادراك المثال، وقال القاضي عياض لايحتمل ان المراد بقوله فقد رأنى او فقد راى الحق ان من راه على صورته المعروفة في حياته كانت رؤياه حقا ومن راه على غير صورته كانت رؤياه تاويلا انتهى. وتعقبه النووي فقال هذا ضعيف والصحيح انه يراه حقيقة سواء كانت على صفة المعروفة او غيرها انتهى، وتعقبه شيخ الاسلام بن حجر العسقلاني فقال لم يظهر لي من كلام القاضي ماينافي ذلك بل ظاهر قوله انه يراه حقيقة في الحالين لكن في الاول يكون الرؤيا مما لايحتاج الى التعبير والثاني مما يحتاج الى التعبير، ويلزم من قول من قال ان لايكون رؤيته الا على صورته المعلومة ان من راه على غير صفته يكون رؤياه من اضغاث احلام، ومن المعلوم انه يرى في النوم على حالة تخالف حالة في الدنيا من الاحوال اللائقة ولم يكن للشيطان من التمثل لشئ مما كان عليه او ينسب اليه بعارض عموم قوله فان الشيطان لايتمثل بي فالاولى ان تنزه رؤياه وكذا رؤيا شئ منه او مما ينسب اليه عن ذلك فانه ابلغ في الحرمة واليق بالعصمة كما عصم من الشيطان في يقظته فالصحيح في تاويل هذا الحديث ان مقصوده ان رؤيته في كل حالة ليست باطلة ولا اضغاثا بل هي الحق في نفسها ولو راى على غير صورته فصور تلك الصور ليست من الشيطان بل هو من قبل الله وهذا قول القاضي ابي بكر بن الطيب وغيره

سے اُن دیناروں کو خرچ کر دیا؟ عرض کیا، نہیں! تو آپ نے انھیں منگایا
اور اپنی ہتھیلی پر رکھے اور فرمایا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ خواہش ہے
کہ اللہ تعالیٰ سے اُسوقت تک نہ ملے جب تک کہ یہ سونا پاس ہو۔ پھر وہ سب
خیرات کر دیئے، اور اُسی دن آپ کا وصال ہو گیا۔ انہی واقعات میں سے
یہ ہے کہ بوقت وصال حضور کو اختیار ملا۔ حضرتِ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں سُنا
کرتی تھی کہ کوئی نبی وفات نہیں پاتا جبتک کہ اُس کو دنیا اور آخرت میں اختیار ملے
سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخر مرض میں یہ فرماتے سُنا کہ
اے رب! اُن لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء
اور صالحین، اور وہ کتنا بہترین رفیق ہے۔ میں خیال کرتی ہوں کہ اُسوقت آپ کو
اختیار ملا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا، جنت میں رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ
یعنی اُن لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا وہ انبیاء اور صدیقین اور
اور شہداء اور صالحین ہیں یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔ اور انہی واقعات میں سے
یہ ہے کہ آپ نے اپنے وصال سے قبل مسواک فرمائی۔ حضرتِ عائشہ سے مروی ہے
کہ وہ فرماتی تھیں کہ مجھ پر یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے میرے گھر میں میری باری کے دن اور میری گود اور سینہ پر وصال فرمایا
اور ایک روایت میں ہے کہ میری ٹھوڑی اور گردن پر، اور یہ اللہ کی نعمت ہے کہ
بوقتِ وصال خدا نے میرا اور حضور کا لعاب دہن جمع فرما دیا تھا، اور یہ کہ میرے پاس
عبدالرحمٰن بن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما آئے اور اُنکے ہاتھ میں مسواک تھی اور
میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گود میں لیے ہوئے تھی، میں نے حضور کو
دیکھا کہ وہ مسواک کی طرف نظر فرما رہے ہیں، میں نے سمجھ لیا کہ آپ مسواک
چاہتے ہیں، اُسوقت عرض کیا کیا میں آپ کے لیے مسواک پیش کروں؟ آپ نے

ويؤيده قوله فقد رأى الحق اشار اليه القرطبي ، وقال شيخ مشايخنا في الحديث الحافظ ابن الحجر الهيثمي والصواب كما قدمناه في رؤيته عليه السلام التعميم على اي حال رآه الرائي بشرط ان يكون على صورته الحقيقية في وقت ما سواء كان في شبابه او رجوليته او كهوليته او آخر عمره وقد يكون لما خالفه ذلك تعبير يتعلق بالرائي كما قال بعض علماء التعبير ان من رآه شيخا فهو غاية سلم ومن رآه شابا فهو غاية حرب ، وقال ابوسعيد احمد بن محمد بن نصر من رأى نبيا على حال هيئته فذلك دليل على صلاح الرائي وكمال جاهه وظفره على من عاداه ومن رآه متغير الحال عابسا مثلا فذلك دليل على سوء حال الرائي ، وقال العارف ابن ابي جمرة من رآه في صورة حسنة فذلك حسن في دين الرائي وان كان في جارحة من جوارحه شيء او نقص فذلك لخلل في الرائي من جهة الدين قال وهذا هو الحق وقد جرب ذلك فوجد على هذا الاسلوب وبه تحصل الفائدة الكبرى في رؤياه حتى يتبين الرائي هل عنده من خلل اولا لانه عليه الصلوة والسلام نوراني مثل المرآة الصقيلة ما كان في الناظر اليها من حسن او غيره تصور فيها وفي ذاتها على احسن حال لا نقص فيها ، وكذلك يقال في كلامه عليه الصلوة والسلام في النوم انه يعرض على سنته فما وافقها فهو حق وما خالفها فالخلل في الرائي فرؤيا الذات الكريمة حقة والخلل انما هو في سمع الرائي وبصره ، قال وهذا خير ما سمعته في ذلك ثم قال العبد الضعيف اصلح الله حاله سمعت سيدي الشيخ العارف بالله

اپنے سرِ مبارک کے اشارہ سے ہاں کہا، سو پیش کردی، مگر وہ آپ کو سخت معلوم ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسے نرم کردوں؟ آپ نے اپنے سرِ مبارک کے اشارہ سے ہاں فرمایا، میں نے اُسے نرم کردیا، پھر اُسے لیکر مسواک کی، اور یہ کہ آپ کے سامنے ایک پانی کا برتن تھا آپ اس میں اپنا دستِ اقدس ڈالتے پھر اپنے چہرۂ انور پر پھیرتے اور فرماتے لا الٰہ الا اللہ بیشک بوقت رحلت سختی (سکراتِ موت) ہوتی ہے۔ پھر آپ نے ہاتھ کھڑے کیے اور کہنا شروع کیا: الرفیق الاعلیٰ، یہاں تک کہ حضور نے وصال فرمایا اور دستِ اقدس بستر پر آ گئے۔

حاکم اور ابن سعد نے کئی سندوں سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حال میں وصال فرمایا کہ آپ کا سرِ مبارک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ حاکم کی تمام سندیں حافظ ابن حجر کے قول کے موافق شبہ سے خالی نہیں ہیں لہٰذا اسکی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔

اور انہی واقعات میں سے یہ ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیر کے دن نمازِ فجر کے وقت پردہ اُٹھایا تاکہ ملاحظہ فرمائیں کہ لوگ نمازِ فجر میں مشغول ہیں۔ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے جب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس علالت میں ہوئے جس میں وصال فرمایا حتیٰ کہ پیر کے دن لوگ نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرے کا پردہ اُٹھا کر کھڑے ہوئے ہمیں ملاحظہ فرما رہے تھے، آپ کا چہرۂ انور گویا مصحف کا ورق تھا، پھر تبسم فرمایا ہمنے قصد کیا کہ اس خوشی میں ہم اپنی نماز توڑ کر جمالِ جہاں آرا کی دید کریں پھر حضرتِ ابوبکر ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف میں مل جائیں، انھیں خیال ہوا کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں

عبد الوهاب بن ولی الله المتقی یقول سمعت سیدی الشیخ العارف بالله علی بن حسام الدین المتقی یقول جآء من دیار مصر استفتآء صورته ما تقول سادات العلمآء والعرفآء فی رجل رأی فی منامه رسول الله صلی الله علیه وسلم یأمره ویقول له اشرب الخمر بماذا یعبّر ذلك فكتب كلّ من بلغ شیئاً والّی ما سنح من التاویلات والاشارات حتّی اذا اُتی الشیخ العارف بالله المتبّع المقتدی محمد بن عراق وكان شیخاً قویاً متبّعاً فی كمال الاتباع للسنة كتب فی جوابه ان الرائی قد غلط حسّه فانه صلی الله علیه وسلم قال له لتشرب الخمر فغلطت حاسّته فوقع له انه یقول اشرب الخمر والله تعالی اعلم واعلم انه قد ورد فی حدیث اٰخر من روایة مسلم من راٰنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة اوفكانما راٰنی فی الیقظة لایتمثل الشیطان بی ووقع عند الاسمٰعیلی فقد راٰنی فی الیقظة بدل قوله سیرانی ومثله عند ابن ماجة وصححه الترمذی من حدیث ابن مسعود، واختلفوا فی تفسیر قوله فسیرانی فی الیقظة فقال ابن بطال یرید بقوله فسیرانی فی الیقظة تصدیق تلك الرّؤیا فی الیقظة وصحتها وخروجها علی الحق ولیس المراد انه یراه فی الاٰخرة لانه سیراه یوم القیامة فی الیقظة جمیع امّته من راٰه فی النوم ومن لم یره، وقال المازری ان كان المحفوظ فكانما راٰنی فی الیقظة فمعناه ظاهر وان كان المحفوظ فسیرانی فی الیقظة احتمل ان یكون اراد اهل عصره ممن لم یهاجر الیه فانه اذا راٰه فی المنام جعل ذلك علامة علی ان یراه بعد ذلك فی الیقظة واوحی الله تعالی بذلك الیه صلی الله علیه وسلم، وقیل معناه

اُسوقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ چھوڑ دیا۔ اُسی روز آپ کا وصال ہوا۔ اِنہی واقعات میں سے یہ ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت کے زمانہ میں آپ کے پاس سے باہر آئے، اُسوقت ایک شخص نے پوچھا اے ابوالحسن! آج صبح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حال رہا؟ فرمایا اچھا حال رہا۔ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے حضرتِ علی سے فرمایا تم تین دن کے بعد بے سہارا ہونے والے ہو۔ پھر الگ ہو کر فرمایا میرا خیال ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ بوقتِ وفات عبد المطلب کی اولاد کے بشرے کیسے ہوتے ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس علالت سے صحتیاب نہ ہونگے، اب تم ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم حضور سے معلوم کریں، اگر یہ امارت ہماری طرف ہے، تو ہم اسکو معلوم کرلیں، اور اگر نہیں ہے، تو ہم اپنے حق میں اچھی وصیت کرالیں۔ اُسوقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا، دیکھو اگر ہم حضور کے پاس گئے، اور آپ نے ہمیں امارت عطا نہ فرمائی، تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ لوگ اسکو ہمیں دیدینگے، خدا کی قسم! میں اسکو ہرگز کبھی نہیں دریافت کرونگا۔ اِنہی واقعات میں سے یہ ہے کہ حضرتِ جبریل علیہ السلام وصال شریف سے قبل تین دن برابر حاضر ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مزاج پرسی کرتے رہے کہ اب حضور کا مزاج کیسا ہے ان کا آنا جمعہ اتوار اور پیر کے دن تھا، اور پیر کے ہی دن ملک الموت نے حاضری کی اجازت چاہی۔

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حضور کو سلام فرماتا ہے اور آپ کا مزاج دریافت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا،

سيرى تاويل تلك الرؤيا في اليقظة وصحتها، وأجاب القاضي عياض باحتمال
ان يكون رؤياه له في النوم على الصفة التي عرف بها ووصف عليها
موجبة لتكرمته في الآخرة وان يراه رؤية خاصة من القرب منه
والشفاعة لعلو الدرجة ونحو ذلك من الخصوصيات، قال ولا
يبعد ان يعاقب الله بعض المذنبين في القيمة بمنع رؤية نبيه
صلى الله عليه وسلم مدة، وحمله ابن ابي جمرة على محمل آخر فذكر
عن ابن عباس او غيره انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم
في النوم فبقي بعد ان استيقظ متفكراً في هذا الحديث فدخل
على بعض امهات المؤمنين لعلها خالته ميمونة فاخرجت له
المرآة التي كانت للنبي صلى الله عليه وسلم فنظر فيها صورة
النبي صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم ولم ير صورة نفسه
فالحاصل من الاجوبة خمسة وجوه احدها انه على سبيل التشبيه
والتمثيل ويدل عليه قوله عليه السلام فكانما رآني في اليقظة، وثانيها
ان معناه سيرى في اليقظة تاويلها بطريق الحقيقة، وثالثها انه
خاص باهل عصره ممن آمن به قبل ان يراه، ورابعها المراد انه
يراه في المرآة التي كانت له ان امكنه ذلك قال الشيخ الحافظ ابن حجر
وهذا من ابعد المحامل، وخامسها انه يراه يوم القيمة بمزيد
خصوصية والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔

ذيل في ذكر نبذة من شهر ربيع الآخر ومما يناسب ان
يجعل تلواً وتذييلاً لاحوال هذا الشهر المكرم
المفضل اعني شهر الربيع الاول ذكر شهر الربيع الآخر خصنا الله

اے اللہ کے امین، میں خود کو علیل پاتا ہوں۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ اے جبریل میں خود کو مغموم اور تکلیف میں پاتا ہوں۔ دوسرے دن جبریل نے حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ حضور کو سلام فرماتا ہے اور آپ کا مزاج دریافت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا، اے اللہ کے امین، میں خود کو دردمند پاتا ہوں۔ پھر تیسرے دن جبریل، ملک الموت کے ساتھ آئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ حضور کو سلام فرماتا ہے اور آپ کا مزاج دریافت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا، اے اللہ کے امین، میں خود کو دردمند پاتا ہوں، یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ عرض کیا یہ ملک الموت ہیں پھر (پھر جبریل نے) کہا دنیا میں میرا یہ آخری وقت ہے، اور آپ کا بھی آخری وقت ہے۔ آپ کے بعد اولادِ آدم میں کسی مرنے والے کے پاس ہرگز نہ آؤں گا اور آپ کے بعد کسی کے پاس زمین پر نہ آؤں گا۔ اُسوقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر موت کی شدت معلوم ہوتی (سکراتِ موت) اور آپ کے پاس پانی کا پیالہ تھا جب بھی شدت محسوس ہوتی تو اُس میں سے پانی لیکر اپنے چہرۂ اقدس پر مل لیتے، اور فرماتے، اے خدا سکراتِ موت پر میری مدد کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی علالت کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ خیبر کا زہریلا لقمہ ہمیشہ ستاتا رہا ہے، چنانچہ اب بھی رگِ گردن منقطع ہوتی معلوم ہو رہی ہے۔ ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہوئے ہیں، باوجود اس خاص بزرگی کے جو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ شفاء شریف میں یہ روایت ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فيه بالفيض الباطن والظاهر وما فيه من قضية وفات سيدنا و
مولانا القطب الفرد الغوث شيخ الاسلام والمسلمين غوث الثقلين
الشيخ محي الدين ابي محمد عبد القادر الحسني الحسيني الجيلاني
الحنبلي رضي الله وارضاه عنا وذكر نبذة من الاختلاف في يوم
وصوله الى جناب الكريم المتعال والاشارة لما هو الارجح فيه
من الاقوال فنقول قد ذكر في بهجة الاسرار الكتاب المشهور في
بيان احوال هذا الشيخ الكريم المختار برواية الثقات من المشائخ
الكبار وبين مصنف هذا الكتاب وبين الشيخ واسطتان فحسب
انه مرض في رمضان اياما وعنده من المشائخ الشيخ علي بن الهيتي الهيتي ن
والشيخ ابو النجيب عبد القاهر السهروردي والشيخ ابو الحسن
الجوسقي وغيرهم من المشائخ فجاءه شخص بهيئ السمت عليه
وقار فقال السلام عليك يا ولي الله انا شهر رمضان جئتك اعتذر
اليك مما قدر عليك في واودعك فهذا اخر اجتماعي بك ثم انصرف
فمات الشيخ ليلة السبت تاسع من الربيع الآخر من السنة الثانية
ولم يدرك رمضانا آخر انتهى، ولقد ذكروا في مناقبه انه كان
تأتي اليه الشهور قبل ان تحل فان كان في قدر الله تعالى ان يكون فيه
نقمة وسوء جاء في صورة منكرة وان كان في قدر الله تعالى
ان يكون فيه نعمة وخير جاءه في صورة جميلة، فقد ذكر في
بهجة الاسرار وفي خلاصة المفاخر في مناقب الشيخ عبد القادر
تاليف الشيخ العالم العارف الامام عبد الله اليافعي تكملة
كتابه روض الرياحين انه اخبر المشائخ وفيهم ابنه سيد السادات

ان کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ لیتے تھے "اے لوگوں کے رب! تو اس تکلیف کو دور کر کے شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، بجز تیری شفاء کے کوئی شفاء نہیں ہے، ایسی شفاء مرحمت فرما کہ بیماری کو نہ چھوڑے" بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا۔ اور فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی اس آخری علالت میں ضعیف ہو گئے تو میں نے آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر ملنا شروع کیا، اور وہی کلمات (مذکورہ بالا) پڑھنے لگی تب آپ نے دستِ اقدس مجھ سے چھوڑا کر کہا "اے رب! مجھے ڈھانپ لے اور مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے" اور یہ آپ کا وہ آخری کلام ہے جسے میں نے آپ کے کلام میں سے سنا۔ یہ صحیحین میں منقول ہے۔ سہیلی کہتے ہیں کہ میں نے واقدی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ پہلا کلمہ جسے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبکہ آپ حضرتِ حلیمہ کے یہاں رضیع تھے یہ فرمایا اللّٰہ اکبر، اور آپ کا آخر کلام الرفیق الاعلیٰ ہے۔ اور حاکم نے حضرت انسؓ کی حدیث سے بیان کیا کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو آخری کلمہ فرمایا یہ ہے کہ جلال ربی الرفیع (میرے رب کا جلال برتر ہے) اسی طرح مواہب لدنیہ میں ہے۔ اور حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری عہد یہ تھا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین نہ ہوں۔

حضرتِ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی علالت کے زمانہ میں علی العموم یہ وصیت فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی حفاظت کرو، اور باندی و غلام کے حقوق کو ملحوظ رکھو، یہاں تک کہ سینہ میں آواز بھر آئی اور زبان نے یاری نہ کی اسی طرح الاکتفاء میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوقتِ رحلت وصیت فرمائی کہ نماز کی

سيف الدين عبد الوهاب قالوا كنا جلوساً عند شيخنا الشيخ محي الدين عبد القادر الجيلي آخر نهار الجمعة سلخ جمادى الآخر من سنة ستين وخمس مائة وهو يتكلم فجاء شاب حسن الصورة وجلس الى الشيخ وقال السلام عليك يا ولي الله انا شهر رجب جئتك اهنيك وما قدر ان يكون في سوء عام على الناس قال فلم ير الناس في شهر رجب ذلك الاخير فلما كان يوم الاحد سلخه جاء رجل كريه المنظر ونحن ايضاً عنده فقال له السلام عليك يا ولي الله انا شهر شعبان جئتك وقد قدر في ان يكون فناء ببغداد وغلاء بالحجاز وسيف بخراسان وكان كما قال قالت فبهذه الرواية يكون عرسه تاسع الربيع الآخر وهذا هو الذي ادركنا عليه سيدنا الشيخ الامام العارف الكامل الشيخ عبد الوهاب القادري المتقي المكي فانه قدس سره كان يحافظ يوم عرسه هذا التاريخ اما اعتماداً على هذه الرواية او على ما راى من شيخه الشيخ الكبير علي المتقي او من غيره من المشائخ رحمهم الله تعالى وقد اشتهر في ديارنا هذا اليوم الحادي عشر وهو المتعارف عند مشائخنا من اهل الهند من اولاده كذا ذكر شيخنا وسيدنا السيد البهي الرضي الوصي ابو المحاسن سيدي الشيخ موسى الحسني الجيلاني بن الشيخ الكامل العارف المعظم المكرم ابي الفتح الشيخ حامد الحسني الجيلاني نقلاً من الاولاد القادرية تصنيف المخدوم الاعظم الاكرم الامجد الافخم ولي الله بالاتفاق الذي يقال له المخدوم الثاني والشيخ عبد القادر الثاني قدس الله روحه مما نقل فيها عن آبائه

حفاظت کرو، اور باندی و غلام کے حقوق کو ملحوظ رکھو، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ میں آواز بھر آگئی، اور زبان مبارک نے یاری چھوڑ دی اور مروی ہے کہ ملک الموت نے اجازت طلب کی اور آپ کے پاس جبریل موجود تھے، اسوقت جبریل نے عرض کیا یا احمد! یہ ملک الموت آپ سے اذن کا خواستگار ہے، اس نے آپ سے پہلے کسی آدمی سے اجازت نہیں طلب کی اور نہ آپ کے بعد پھر کسی آدمی سے اجازت لیگا۔ فرمایا اسے آنے دو۔ چنانچہ ملک الموت نے سامنے حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ، یا احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور کی بارگاہ میں بھیجا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضور کے ہر حکم کی تعمیل کروں، اگر آپ اپنی روح قبض کرنے کی اجازت دیں تو قبض کروں، اور اگر منع فرمائیں تو باز رہوں۔ فرمایا اے ملک الموت! کیا تم ایسا کرو گے؟ عرض کیا مجھے یہی حکم ملا ہے کہ حضور کی اطاعت و فرمانبرداری کروں، جو کچھ حضور فرمائیں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے۔ تب آپ نے فرمایا، اے ملک الموت وہ کرو جسکا تمہیں حکم ملا ہے۔ جبریل نے عرض کیا، یا رسول اللہ، یہ میرا زمین پر آنا آخری ہے دنیا میں میرے مقصود تو آپ ہی تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

اور اکتفاء میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری باری کے دن میرے سینہ اور گود میں وفات پائی۔ اس امر میں کسی پر ظلم نہیں کیا گیا۔ اسکے بعد میرا بھولاپن اور کم سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہ میری گود میں تھے تو وفات پائی، اور میں نے آپ کا سر مبارک آپ کے تکیہ پر رکھ دیا، اور عورتوں کے ساتھ رونے کو تیار ہو گئی، اور منہ پیٹنے لگی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، تو ایسے تعزیت کرنیوالے آئے، جنکی آواز تو بہت سنائی دیتی تھی، مگر وہ نظر نہیں آتے تھے۔ چنانچہ کسی شخص کی

الكرام رحمة الله تعالى عليهم اجمعين، وذكر الشيخ الامام عبد الله اليافعي
فى كتابه خلاصة المفاخر فى تاريخه المشهور المسمى بمرآة الجنان ان
وفاته فى شهر الربيع الآخر من سنة ستين او احدى وستين و
خمس مائة ولم يعين اليوم وذلك اما لعدم علمه بذلك او لاختلاف
وقع هنالك، وقد يقال ان وفاته فى اليوم السابع عشر ولا
اصل له والله تعالى اعلم، فان قلت هل لهذا العرف الذى شاع
فى ديارنا فى حفظ اعراس المشائخ فى ايام وفاتهم اصل فان كان
عندك علم بذلك فاذكره، قلت قد سألتُ عن ذلك شيخنا الامام
عبد الوهاب المتقى المكى فاجاب بان ذلك من المشائخ وعاداتهم
ولهم فى ذلك نيات قلت كيف تعين ذلك اليوم دون سائر الايام
فقال الضيافة مسنونة على الاطلاق فاقطعوا النظر عن تعين
اليوم وله نظائر كمصافحة بعض المشائخ بعد الصلوات وكالاكتحال
يوم عاشوراء فانه سنة على الاطلاق وبدعة من جهة الخصوصية
ثم قال وقد ذكر بعض المتاخرين من مشائخ المغرب ان اليوم
الذى وصلوا فيه الى جناب العزة وحظائر القدس يُرجى فيه
من الخير والكرامة والبركة والنورانية اكثر واوفر من سائر
الايام اطرق مليّا ثم رفع رأسه فقال لم يكن فى زمن السلف
شيئ من ذلك وانما هو من مستحسنات المتأخرين والله تعالى اعلم

شهر رجب

فى القاموس رَجَبَ فلانًا هابه وعظمه رجبًا ورجوبًا ورجّبه وارجبه

آواز آئی، "السلام علیکم اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ ہر ایک جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ یقیناً تمہارا اجر قیامت کے دن پورا ملے گا۔ بیشک اللہ کی طرف سے ہر ایک مصیبت کی تعزیت ہے، اور ہر مرنے والے کا بدلہ ہے، اور ہر فوت ہونے والے کا صلہ ہے، تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو، اور اسی سے امیدوار رہو۔ بلاشبہ مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" اسوقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم جانتی ہو یہ بولنے والا کون ہے؟ یہ خضر علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح مشکوٰۃ میں دلائل النبوۃ سے مروی ہے۔

حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو صحابہ حضور کے گرد ہو کر (فراق و جدائی میں) رو رہے تھے اُسوقت ایک ایسا شخص آیا جسکے بال کندھے تک دراز تھے، اور تہبند و چادر میں ملبوس تھا، وہ صحابہ کے مجمع کو چیرتا اندر آیا، یہانتک کہ گھر کی چوکھٹ کو پکڑ کر وصال شریف پر رونے لگا۔ اسکے بعد صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، بلاشبہ اللہ ہی کی جانب سے ہر ایک مصیبت کی تعزیت ہے، اور ہر فوت ہونے والے کا بدلہ۔ آخر حدیث تک۔ اسکے بعد وہ شخص چلا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اُس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے ہر طرف دیکھا بھالا مگر کسی کو وہ نظر نہ آیا۔ تب حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، شاید کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو تعزیت کے لیے آئے تھے۔ اسے ابن ابی الدنیا نے حضرتِ علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کر کے بحث کی ہے۔

حضرتِ امام شافعی رحمۃ اللہ نے کتاب "الام" میں اسے بیان کیا، لیکن اسمیں حضرتِ خضر علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح مواہب لدنیہ میں ہے۔

عمر شریف:۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے بیان میں

ومنه رجب لتعظيمهم اياه والجمع ارجاب ورجوب ورجبات محركة والترجيب ذبح النسائك فيه انتهى - وفي النهاية الجزرى والترجيب التعظيم من رَجَبَ فلان مولاه عظمه، ومنه شهر رجب لانه كان يعظم، منه رجب مضر الذى بين جمادى وشعبان اضافه الى مضر لانهم عظموه وقوله بين جمادى وشعبان تاكيد لانهم كانوا ينسوئه ويؤخرونه من شهر الى شهر فيتحول عن موضعه، والعتيرة الرجبية ذبيحة يذبحونها فى رجب انتهى - ويقال له اصم فى القاموس الاصم رجب لانه لا ينادى فيه يا فلان ويا صباحاه وفى النهاية وشهر الله الاصم رجب اذ لا يسمع فيه صوت السلاح لكونه شهرا حراما وصف بوصف الانسان الذى لا يسمع مجازا قال العبد المؤلف عفا الله عنه واما المشهور بين بعض الناس من انه انما يقال له الاصم لانه يتصمم نفسه يوم القيامة ولا يشهد على الناس ما فعلوا فيه من المعاصى والقبائح ويقول انا اصم لا اسمع شيئا ولذلك يقال شهر الله لكونه متخلقا بخلقه سبحانه وهو ستار العيوب على العباد فلا اصل له ولا هو معقول لان الاتصاف بصفة الستارية لا يقتضى الاختصاص بالصمم لان ذلك انما هو فى ستر الاقوال فقط والله تعالى اعلم ولم يجئ فى جامع الاصول من واحد من الصحاح الستة حديثا واردا فى فضل رجب الا انه قد ذكر فى الجامع الكبير احاديث فى فضله وفضل العمل فيه وهى هذه رجب شهر الله وشعبان شهرى ورمضان شهر امتى رواه ابو الفتح بن الفوارس فى اماليه عن الحسن

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چالیس۴۰ سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی، اسکے بعد تیرہ۱۳ سال مکہ مکرمہ میں اور دس۱۰ سال مدینہ منورہ میں اقامت فرمائی۔ اور جب آپ نے وصال فرمایا، تو عمر شریف تریسٹھ۶۳ سال کی تھی، صحیحین میں یہی منقول ہے۔ اسی طرح صحیح روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عمریں بھی تریسٹھ۶۳ سال کی تھیں۔ ابو حاتم نے اپنی تاریخ میں اسے صحیح بتایا۔ اور ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں باسٹھ۶۲ برس اور چھ مہینے، اور ابن ابی شیبہ کی کتاب میں اکسٹھ۶۱ یا باسٹھ۶۲ سال لکھا ہے، اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تریسٹھ۶۳ برس کو حضور پہنچے ہوں، اور اِن اقوال کی مطابقت یوں کی ہے کہ جس نے پینسٹھ۶۵ برس کہا ہے تو اُس نے ولادت ووفات کے سالوں کو مستقل دو۲ سال شمار کیے ہیں، اور جس نے تریسٹھ۶۳ کہا ہے جو کہ مشہور ہے اُس نے ولادت ووفات کے سالوں کو چھوڑ دیا ہے، اور جس نے ساٹھ۶۰ کہا اُس نے اس حدیث پر اعتماد کیا جو اکلیل میں ہے، اور اس قول میں کلام ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنے بھائی سابق نبی کی نصف عمر دنیا میں زندگی گزاری ہے، چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو پچیس۱۲۵ سال اس دنیا میں رہے ہیں، اور جس نے اکسٹھ۶۱ یا باسٹھ۶۲ کہا اسکو شک ہے یقین نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ اختلافِ اقوال اس بنیاد پر ہے کہ بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں کتنے عرصہ قیام فرمایا (واللہ تعالیٰ اعلم) اسی طرح مغلطائی میں ہے

وصال شریف کا وقت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال شریف بلا اختلاف پیر کے دن بارہ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو بوقت چاشت اُسی وقت میں ہوا جس میں ہجرت کے وقت مدینہ منورہ

عہ روایتِ عشرہ میں سیدنا المسیح علیہ السلام کی تینتیس۳۳ سال کی عمر میں رفعِ آسمانی مذکور ہے ۱۲
امجد رضوی

مرسلًا أن رجب شهر عظیم تضاعف فیه الحسنات من صام یومًا منه کان کصیام سنة رواه الرافعی عن سعید ان رجب شهر الله ویدعى الاصم وکان اهل الجاهلیة اذا دخل رجب یعطلون اسلحتهم ویضعونها فکان الناس یأمنون ویأمن السبیل ولا یخافون بعضهم بعضًا حتى ینقضی رواه البیهقی فی شعب الایمان عن عائشة وقال رفعه منکر رجب شهر عظیم یضاعف الله فیه الحسنات فمن صام یومًا من رجب فکانما صام سنة ومن صام فیه سبعة ایام غلقت عنه سبعة ابواب جهنم ومن صام منه ثمانیة ایام فتحت له ثمانیة ابواب الجنة ومن صام منه عشرة ایام لم یسأل الله شیئًا الا اعطاه ومن صام منه خمسة عشر یومًا نادى منادٍ من السماء قد غفر لك ما مضى فاستأنف العمل ومن زاد زاده، وفی رجب حمل الله نوحًا فی السفینة فصام رجب وأمر من معه ان یصوموا فجرت بهم السفینة ستة اشهر آخر ذلك یوم عاشوراء اهبط على الجودی فصام نوح ومن معه والوحش شکرا لله عز وجل، وفی یوم عاشوراء فلق الله البحر لبنی اسرائیل، وفی یوم عاشوراء تاب الله على آدم وعلى یونس وفیه ولد ابراهیم رواه الطبرانی عن سعید بن ابی راشد وفی رجب یوم ولیلة من صام ذلك الیوم وقام تلك اللیلة کان کمن صام الدهر مائة سنة وقام مائة سنة وهو لثلث بقین من رجب وفیه بعث الله تعالى محمدًا صلى الله علیه وسلم رواه البیهقی فی شعب الایمان وقال منکر عن سلمان الفارسی، وعن خرشة بن الحر قال رأیت عمر بن الخطاب یضرب اکف الرجال فی صوم رجب

رونق افروز ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن تولد ہوئے، پیر کے دن بعثت ہوئی، پیر کے دن مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے، پیر کے دن مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے، پیر کے دن حجر اسود نصب فرمایا، پیر کے دن وصال ہوا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات پیوند لگی چادر میں ہوئی ابوہریرہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیوند لگی چادر اور موٹی ازار (تہبند) ہمیں دکھا کر فرمایا، ان کپڑوں میں حضور نے وصال فرمایا۔ اور اکتفاء میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اور رونے کی آواز اور فرشتوں کی تسبیح بلند ہوئی تو لوگ مدہوش ہو گئے جیسا کہ بکثرت صحابہ سے منقول ہے کہ انکے ہوش قائم نہ رہے، اور سخت مصیبت و بدحواسی میں پڑ گئے، اور بعض تو بالکل بہک گئے، کوئی مبہوت ہو کر چپ رہا، اور کوئی زمین میں پڑا رہ گیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مجنون ہو کر چیخ چیخ کر کہتے تھے کہ بعض منافق یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا گئے، یقیناً خدا کی قسم! آپ نے وفات نہ پائی، بلکہ اپنے رب کے پاس گئے ہیں، جیسے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام اپنی قوم سے پوشیدہ ہو کر واپس آ گئے تھے، انکے لیے بھی یہی کہا گیا تھا کہ وہ وفات پا گئے، خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور واپس تشریف لائیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لے آئے تھے، چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں تلوار پکڑ رکھی تھی اور فرما رہے تھے کہ

حتى يضعوها في الطعام ويقول رجب وما رجب انما رجب شهر يعظمه الجاهلية فلما جاء الاسلام ترك رواه ابن ابي شيبة والطبراني في الاوسط، وعن ابي قلابة قال في الجنة قصر لصوام رجب رواه ابن عساكر، وعن عامر بن شبل الجرمي قال سمعت ابا قلابة يحدث انه سمع انس بن مالك يقول في الجنة قصر لا يدخله الا صوام رجب رواه ابن شاهين في الترغيب ان في الجنة نهرا يقال له رجب اشد بياضا من اللبن واحلى من العسل من صام يوما من رجب سقاه الله من ذلك النهر رواه الشيرازي في الالقاب ورواه البيهقي في شعب الايمان عن انس، صوم اول يوم رجب كفارة سنين والثاني كفارة سنتين والثالثة كفارة سنة ثم كل يوم شهر رواه ابو محمد الخلال في فضائل رجب عن ابن عباس، وفي رجب ليلة تكتب للعامل فيها حسنات مائة سنة وذلك لثلث بقين من رجب فمن صلى فيه اثنتي عشر ركعة يقرء في كل ركعة فاتحة الكتاب وسبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر مائة مرة ويستغفر الله مائة مرة ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم مائة مرة ويدعو لنفسه ما شاء من دنياه وآخرته ويصبح صائما فان الله تعالى يستجيب دعاءه كله الا ان يدعو في معصية رواه البيهقي في شعب الايمان عن ابان عن انس وقال هو اضعف من الذي قبله، وعن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل رجب قال اللهم بارك لنا في رجب وشعبان وبلغنا رمضان رواه ابن عساكر

میں کسی سے یہ سننے نہ پاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، ورنہ اِس تلوار سے اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔

اور حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ تو گنگ ہو کر رہ گئے تھے، یہانتک نہ کوئی پکڑ کر اُن کو لیجاتا اور لے آتا تھا بات تک نہ کرتے تھے، مگر دوسرے دن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھے رہ گئے، جس و حرکت کی بھی استطاعت نہ رہی تھی۔ اور عبداللہ بن انیس تو بیمار ہو گئے اور اسی میں گھٹ گھٹ کر انتقال کر گئے۔ اور اِن تمام صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور استقرار حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے زیادہ ثابت قدم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، البتہ جب وہ آئے تو انکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اور ہاتھ کانپتے اور سانس پھولے ہوئے تھے، جس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو اوندھے گر پڑے اور چہرۂ انور سے کپڑا اٹھا کر کہا، اے حبیب! آپ کی تو زندگی بھی طیب و طاہر ہے اور وفات بھی۔ آپ کی وفات سے وہ چیز منقطع ہو گئی جو کسی نبی کی وفات سے منقطع نہیں ہوئی تھی۔ آپ تعریف و توصیف سے بالاتر اور گریہ و بکا سے برتر ہیں، کاش! اگر آپ کی وفات پر اختیار ہوتا تو ہم آپ کی وفات کے بدلے اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اپنے رب کی بارگاہ میں ہمیں یاد رکھنا ہم آپکے دل میں ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، تو لوگوں کو اس میں اختلاف ہو گیا کہ کیا آپ نے وفات پائی ہے یا نہیں، حضرت انس فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، تو لوگ رونے لگے، اسوقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

فى تاريخه وابن النجار وزاد ابن عساكر وكان اذا كانت ليلة الجمعة قال هذه ليلة غراء واذا كان يوم الجمعة قال هذا اليوم ازهر، وفى تنزيل الشريعة فى الاحاديث الموضوعة حديث فضل رجب على سائر الشهور كفضل القرآن على سائر الكلام رواه الديلمى عن انس ولم يتبين علته وفيه من لايعرف، وفى تبيين العجب للحافظ ابن حجر هذا الحديث بزيادة لفظ فضل رجب على سائر الشهور كفضل محمد صلى الله عليه وسلم على سائر الانبياء عليهم السلام وفضل رمضان على سائر الشهور كفضل الله تعالى على سائر عباده قال الحافظ ابن حجر رواه السلفى واسانيده ثقات الا هبة الله السقطى فهو الآفة والله تعالى اعلم، حديث فى يوم وليلة من صام ذلك اليوم وقام تلك الليلة كان له الاجر كمن صام مائة سنة وهى لثلث بقين وفيه بعث الله محمداً صلى الله عليه وسلم رواه الديلمى عن سلمان فيه خالد بن هياج وابن هياج متروك له احاديث مناكير كثيرة والحمل فيه على ابنه خالد فهو الآفة فى هذا الحديث، وفى فوائد هناد النسفى باسناد منكر عن انس مرفوعاً بُعثتُ نبياً فى السابع والعشرين من رجب من صام ذلك اليوم ودعا عند افطاره كانت كفارة عشر سنين، وفى جزء ابى معاذ الشاه المروزى فى فضائل رجب لعبد العزيز الكتانى من ضمرة عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن شهر بن حوشب عن ابى هريرة موقوفاً من صام يوم سبع وعشرين من رجب كتب الله له صيام ستين شهراً وهو

مسجد میں کھڑے یہ خطبہ دے رہے تھے کہ میں یہ سُننے نہ پاؤں کہ حضور نے وفات پائی، بلکہ اللہ نے انھیں اپنے پاس بلایا ہے، جیسے حضرتِ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو بلایا تھا، اور وہ اپنی قوم سے چالیس دن غائب رہے تھے۔ خدا کی قسم! مجھے توقع ہے کہ اُن لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائینگے، جو یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ وفات پاچکے ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ عمر برابر یہی فرماتے رہے اور لوگوں کو ڈراتے رہے یہانتک کہ اُنکے مُونھ میں جھاگ بھر گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ نے فرمایا یقیناً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میٹھی نیند میں ہیں جیسے لوگ سویا کرتے ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے وفات پائی ہے، لہٰذا اب اپنے آقا کی تدفین کا انتظام کرو۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو اُسوقت حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقام سنح یعنی محلہ عالیہ میں اپنی زوجہ بنتِ خارجہ کے گھر میں تھے، اور حضور نے اُنکو وہاں جانیکی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔ جب حضرتِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت کر لوگوں کو ڈرانے لگے اور یہ کہنے لگے کہ جس نے بھی کہا کہ رسول اللہ نے وفات پائی، تو اُسوقت حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سنح سے تھے تشریف سُنتے ہی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر واپس آئے، اندر گئے اور حضور کے چہرۂ انور کو کھولا، اور دوزانو بیٹھ کر بوسہ دیا۔ اُسوقت آپ روتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ آپ نے وفات پائی ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنی پاکیزہ آپ کی زندگی وموت ہے۔ اِسے طبری نے ریاض میں ذکر کیا۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ آپ کے چہرۂ انور سے چادر اُٹھائی اور

وهو اليوم الذي هبط فيه جبرئيل على محمد صلى الله عليه وسلم بالرسالة وهذا أمثل ما ورد في هذا المعنى، حديث من صام يومًا من رجب وقام ليلة من لياليه بعثه الله تعالى آمنًا يوم القيامة ومرّ على الصراط وهو يهلّل ويكبّر الحديث رواه الدارمي عن جابر من طريق اسمعيل بن يحيى التيمي، حديث من احيا ليلة من رجب وصام يومًا منه اطعمه الله تعالى من ثمار الجنة وكساه الله تعالى من حلل الجنة وسقاه الله تعالى من الرحيق المختوم رواه الدارمي عن الحسين بن علي فيه حصين بن مخارق بن مخارق، حديث رجب من الاشهر الحرم وايامه مكتوبة على ابواب السماء السادسة فاذا صام الرجل منه يومًا وجوّد صومه بتقوى الله نطق الباب ونطق اليوم فقالا يا رب اغفر له واذا لم يتم صومه بتقوى الله لم يستغفرا له وقالا اخدعتك نفسك رواه ابن شاهين والدارمي عن ابي سعيد وفيه اسمعيل التيمي حديث رجب شهر الله الاصم المنثر الذي افرده الله لنفسه فمن صام فيه يومًا ايمانًا واحتسابًا استوجب رضوان الله الاكبر وشهر رمضان شهر امتي ترمض فيه ذنوبهم فاذا صام عبد مسلم ولم يكذب ولم يغتب وفطره طيب خرج من ذنوبه كما تخرج الحية من سلخها رواه الحاكم في تاريخه عن ابي سعيد فيه ابو هارون العبدي وعصام بن طليق ليس بشيء، قلت لعلّ الآفة ابو هارون فانهم كذبوه حتى قال بعضهم هو اكذب من فرعون، حديث عن ابي الدرداء وقد سأله رجل عن صيام رجب فقال سألت عن شهر كانت الجاهلية تعظّمه وما زاده الاسلام الا فضلًا وتعظيمًا

اپنا مونھ حضور کے چہرۂ انور پر رکھ کر سونگھنے لگے، پھر چادر الٹ دی، یعنی آپ نے موت کی بو سونگھی۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر گھوڑے پر اپنے مکان مقام سنح سے جو مدینہ کے کنارے بنی حارث بن خزرج کے قبیلہ کے پاس تھا اور حضور کے کاشانۂ اقدس سے وہاں تک ایک میل کا فاصلہ تھا واپس آئے، راوی کا بیان ہے کہ وہ مسجد نبوی میں اترے اور کسی سے بات نہ کی سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک پہنچے، آپ اسوقت یمنی چادر میں پوشیدہ تھے تو انھوں نے آپ کا چہرہ کھولا، پھر اوندھے مونھ ہو کر بوسہ دیا، اور رو کر کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت جمع نہیں کریگا، پہلی موت جو آپ پر مقدر تھی یہی ہے جسے آپ نے قبول فرمایا۔ بخاری نے اسے روایت کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں کہ "اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت جمع نہیں کریگا" اسکی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ ظاہر معنی پر ہے۔ اس میں ان لوگوں کے گمان کے رد کی طرف اشارہ ہے، جو یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ پھر زندہ ہو کر تشریف لائینگے، اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے۔ اسلیے کہ اگر ان کا یہ گمان صحیح ہو، تو لازم آتا ہے کہ آپ پر دوبارہ موت آئے گی۔ لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خبردار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور کا بڑا اکرام ہے کہ وہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائیگا، جیسا کہ اوروں پر جمع کی، یعنی ان لوگوں کی مانند جو اپنے وطن سے ہزاروں کی تعداد میں نکلے تھے (اور یہ وہ لوگ تھے جو وباء طاعون کے خوف سے بھاگے تھے، انکو اچانک موت آئی اور پھر زندہ ہوئے تھے) اور نہ اس شخص کی طرح جو ایک گاؤں پر سے گزرے تھے (اس سے حضرت عزیر

ومن صام منه يومًا تطوعًا محتسبًا به ثواب الله عنه يبتغي به
وجه الله مخلصًا اطفأ صومه ذلك اليوم غضب الله تعالى عليه
واغلق عنه بابًا من ابواب النار ولو اعطى ملأ الارض ذهبا ما كان
ذلك جزاء له ولا يستكمل اجره لشيء من الدنيا دون يوم الحساب
وله اذا امسى عشر دعوات مستجابات فان دعا بشيء من عاجل
الدنيا اعطاه له وادخر له الخير كافضل ما دعا داع من اولياء الله
واحبائه واصفيائه ومن صام يومين كان له مثل ذلك وله
مع ذلك اجر عشرة من الصديقين في عمرهم بالغة ما بلغت
ومن صام ثلثة ايام كان له مثل ذلك وقال الله عزوجل عند
افطاره لقد وجب حق عبدي هذا ووجبت له محبتي وولايتي
أشهدكم يا ملائكتي اني قد غفرت له ما تقدم من ذنبه وما تأخر
ومن صام اربعة ايام كان له مثل ذلك ويبعث يوم القيامة ووجهه
مثل القمر ليلة البدر ويكتب عدد رمل عالج حسنات ويدخل
الجنة ويقال تمن على الله ما شئت، ومن صام ستة ايام كان له
مثل ذلك ويعطى نورًا يستضيء به اهل الجمع يوم القيامة وان
يبعث في الآمنين حتى يمر على الصراط بغير حساب ويعافى من
عقوق الوالدين وقطيعة الرحم ويقبل على وجهه اذا لقيه
ومن صام سبعة ايام كان له مثل ذلك ويغلق له سبعة ابواب
جهنم ويحرمه الله على النار واوجب له الجنة يتبوأ منها
حيث يشاء، ومن صام ثمانية ايام كان له مثل ذلك ورفع
كتابه في اعلى عليين ويبعث يوم القيامة من الآمنين ويخرج

علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ مترجم)
اور کسی نے کہا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ آپ کو قبر میں دوبارہ موت نہ ہوگی جیسے اوروں کو ہوتی ہے کہ وہ زندہ کیے جاتے ہیں تاکہ (منکر نکیر کے) سوال وجواب ہوں۔ پھر انھیں موت دے دی جاتی ہے۔ اور کسی نے کہا اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وفات کے ساتھ آپ کی شریعت کی موت کو جمع نہیں کریگا۔ اور کسی نے کہا کہ دوسری موت کا کنایہ کرب و بے چینی ہے یعنی آج کے دن حضور نے جو کرب و بے چینی برداشت کی ہے، اسکے بعد کوئی کرب و بے چینی نہ ہوگی۔ یہ فتح الباری کا قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو حضرت عمر لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمر بیٹھ جاؤ۔ انھوں نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انھیں چھوڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو کوئی حضرت محمد (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پرستش کرتا تھا، وہ سن لے کہ آپ وصال فرما چکے، اور جو اللہ تعالیٰ عبادت کرتا تھا وہ بھی سن لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہ طاری ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الآیہ۔ یعنی سن لو حضور تو اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی بکثرت رسول گزر چکے ہیں آخر آیت تک۔ راوی کا قول ہے کہ خدا کی قسم لوگوں کو گویا یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے، یہانتک کہ ابوبکر نے یہ آیت تلاوت کی۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے خطبہ دینا شروع کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، پس انھوں نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا،

من قبره نور ووجهه يتلألأ لاهل الجمع حتى يقولون هذا
نبي مصطفى فان ادنى ما يعطى ان يدخل الجنة بغير حساب، ومن
صام عشرة ايام فبخ بخ له مثل ذلك وعشرة اضعافه وهو ممن
يبدل الله سيأته حسنات ويكون في المقربين لله بالقسط كمن
عبد الله الف عام صائما قائما صابرا محتسبا، ومن صام عشرين
يوما كان له مثل ذلك وعشرون ضعفا وهو ممن يزاحم ابراهيم
عليه السلام في قبته ويشفع في مثل ربيعة ومضر كلهم من اهل الخطايا
والذنوب، ومن صام ثلثين يوما كاملا كان له مثل ذلك و
ثلثون ضعفا وناداه مناد من السماء ابشر يا ولي الله بالكرامة العظمى
والنظر الى وجه الله الجليل في مرافقة النبيين والصديقين و والنظر ١
الشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا طوبى لك طوبى لك
طوبى لك ثلث مرات غدا اذا كشف الغطاء فافضيت الى جسيم
ثواب ربك الكريم فاذا نزل به الموت سقاه ربه عند خروج
نفسه بشربة من حياض الفردوس حتى لا يجد لالم الموت الما
فيظل في قبره ريان حتى يرد حوض النبي صلى الله عليه وسلم
فاذا خرج من قبره اتاه سبعون الف ملك معهم النجائب من
الدر والياقوت ومعهم طرائف الحلي والحلل فيقولون يا ولي الله
النجا الى ربك الذي اظمأت له نهارك وانحلت له جسمك فهو نعمة ١
اول الناس دخولا جنات عدن يوم القيامة مع الفائزين الذين
رضي الله عنهم ورضوا عنه وذلك هو الفوز العظيم فان كان لكل
يوم يصومه صدقة على قدر قوته فتصدق بها فيها لو اجتمع

آگاہ ہو جاؤ! جو حضور کی پرستش کرتا تھا جان لے کہ حضور نے وصال فرمالیا اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو سن لے کہ وہ حی لایموت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ الآیۃ بیشک آپ کو بھی وفات آنی ہے اور انھیں بھی مرنا ہے، اور فرمایا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الآیۃ راوی کا قول ہے کہ اسکے بعد لوگوں کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ابن ابو شیبہ کے یہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی ہے، یہانتک کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو ہلاک کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو فنا کرے۔ راوی کا قول ہے کہ منافقین اسوقت خوب خوشیاں منارہے تھے اور اپنے سروں کو اونچا اٹھا رہے تھے۔ اسوقت حضرت ابو بکر نے فرمایا اے شخص یقیناً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پاچکے ہیں، کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ الآیۃ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے محبوب! ہم نے آپ سے پہلے کسی کو ہمیشگی کی زندگی نہیں دی۔ پھر وہ منبر کی طرف تشریف لائے، الحدیث

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسوقت سنا جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت مسجد نبوی میں ہو رہی تھی، اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا، پھر کہا کہ کل میں نے تم سے ایک بات کہی تھی، وہ جیسی میں نے تم سے کہی تھی درست نہ تھی، خدا کی قسم! میں نے جو بات کل کہی تھی، نہ تو کتاب اللہ میں پائی،

جميع الخلائق على ان يقدروا ما اعطى ذلك العبد من الثواب ما
بلغوا معشار العشر مما اعطى ذلك العبد من الثواب رواه ابن شاهين
فى الترغيب عن مكحول وفى اسناده ظلمات بعضها فوق بعض وفيه
داؤد بن المحبر وهو المتهم به وسلمان بن الحكم ضعفوه والعلاء بن (سليمان بن الحكم)
الكثير مجمع على ضعفه، قال الحافظ ابن حجر فى تبيين العجب
هذا الحديث موضوع ظاهر الوضع قبح الله من وضعه فوالله لقد
قف شعرى من قراءته فى حال كتابته والمتهم به عندى داؤد
بن المحبر والعلاء بن الخالد فكلاهما قد كذب ومكحول لم يدرك
ابا الدرداء وايم الله ما حدث به مكحول قط، حديث عن انس
قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل رجب بجمعة فقال
يايها الناس انه قد اظلكم شهر عظيم رجب شهر الله الاصم تضاعف
فيه الحسنات وتستجاب فيه الدعوات وتفرج فيه الكربات لا يرد
للمؤمن فيه دعوة فمن اكتسب فيه خيرا ضوعف له فيه اضعافا
مضاعفة والله يضاعف لمن يشاء فعليكم بقيام ليله وصيام نهاره
فمن صلى فى يوم فيه خمسين ركعة يقرأ فى كل ركعة ما تيسر من القرآن
اعطاه الله من الحسنات بعدد الشفع والوتر وبعدد الشعر والوبر
ومن صام فيه يوما كتب الله له به صيام سنة، ومن خزن فيه
لسانه لقنه الله حجة عند مسألة منكر ونكير، ومن تصدق فيه
بصدقة كان بها فكاكه من فتنة النار، ومن وصل فيه رحمه
وصله الله فى الدنيا والآخرة ونصره على اعدائه ايام حياته
ومن عاد فيه مريضا امر الله كرام ملائكته بزيارته والتسليم عليه

اور نہ سنت رسول اللہ میں دیکھی، چونکہ میں توقع رکھتا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے بعد تک زندہ رہینگے، یعنی ہم سب کے بعد حضور وفات پائینگے، یا اور کچھ کہا (شک راوی ہے) اب اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے رسول کے لیے اسکو پسند کیا جو اسکی مرضی تھی۔ اور جو تمہاری آرزو تھی اُسے قبول نہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ ہدایت فرمائی، تم اسے مضبوط پکڑ کے ہدایت حاصل کرو جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی۔ ابونصر کہتے ہیں کہ گویا کہ حضرت عمر کی وہ تمام باتیں اُس شدت غم سے تھیں جو ان کو وصال رسول سے پڑی تھی، اور انکو منافقین کے غلبہ اور فتنے نے خوف زدہ کر دیا تھا جب انھوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پختہ یقین کا مشاہدہ کیا تو انھیں اللہ عزوجل کے فرمان کہ "ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے" کا قائل ہونا پڑا۔ اور اسکا کہ بلاشبہ آپ بھی وصال فرمانے والے ہیں، اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔" انتہیٰ۔

ابن عساکر نے ابی ذویب ہذلی سے روایت کی کہ انھوں نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیل ہیں، سو قبیلہ والے اس خبر سے خوف زدہ ہو گئے، اور میری رات دراز ہو گئی، یہاں تک کہ جب فجر کا وقت قریب ہوا تو غنودگی آگئی، اُس وقت ندائے غیبی نے کہا شعر؎ (ترجمہ)

یہ نہایت سخت حادثہ ہے کہ اسلام بیٹھ گیا۔ باغ میں اور سنگین مکانوں کی نشستگاہ میں۔ حضور نبی کریم نے وصال فرمایا، پس ہماری آنکھیں آنسو بن سے بہہ نکلیں آپ کی وفات کے صدمہ میں۔" میں اپنی نیند میں ڈر کر اچھل پڑا اور آسمان کی طرف دیکھا، تو چمکتے ستاروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اس سے میں نے جان لیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں، یا آپ قریب الوفات ہیں

وصلى فيه على جنازة فكأنما احيى موؤدة ومن اطعم فيه مؤمنا
فيه طعاما اجلسه الله يوم القيامة على مائدة عليها ابراهيم عليه السلام
ومحمد صلى الله عليه وسلم ومن سقى فيه شربة من ماء سقاه الله
تعالى من الرحيق المختوم ومن كسا فيه مؤمنا كساه الله الف حلة
من حلل الجنة ومن اكرم يتيما وامر يده على رأسه غفر الله له
بعدد كل شعرة مستها يده ومن استغفر الله عز وجل فيه مرة
واحدة غفر الله له به ومن سبح الله فيه تسبيحة او هلل تهليلة
كتب عند الله من الذاكرين الله كثيرا والذاكرات ومن ختم فيه
القرآن مرة البس هو ووالده كل واحد منهم تاجا مكللا باللؤلؤ
والمرجان وامن من فزع يوم القيامة رواه ابن عساكر وقال العسقلاني
في تبيين العجب هو موضوع انتهى فهذه احاديث ذكرت فيما حضر
عندنا من الكتب ولم يصح منها على ما قالوا شيء وغايتها الضعيف
وجلها موضوع والله تعالى اعلم ومما اشتهر فيما بين الناس
في هذا الشهر الرغائب وهي اول ليلة جمعة منه وللمتأخر فيها
صلوة مشهورة فيما بينهم والمحدثون انكروها اشد الانكار
حتى قال الامام محي الدين النووي وهذه عبارته واما صلوة
الرغائب وصلوة ليلة النصف من الشعبان فليستا بسنتين
بل هما بدعتان قبيحتان مذمومتان ولا تغترن بذكر ابي طالب
المكي لهما في قوت القلوب ولا بذكر حجة الاسلام الغزالي لهما
في احياء علوم الدين ولا بالحديث المذكور فيهما فان ذلك باطل
وقد صنف عبد العزيز بن عبد السلام كتابا نفيسا في ابطالهما

پھر مدینہ منورہ دوڑتا آیا تو وہاں اہلِ مدینہ دہاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، جیسے کہ حاجی بوقتِ احرام تلبیہ مل کر پڑھتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کیا ہوا؟ تو کسی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں۔

علامہ دمیری نے "حیٰوۃ الحیوان" میں بروایت واقدی وہ اپنے شیخ سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت میں شک و تردد ہوا، تو اسماء بنتِ عمیس نے اپنا ہاتھ حضور کے مونڈھوں کے درمیان رکھا پھر انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں کیونکہ آپ کے مونڈھوں سے مہرِ نبوت اٹھالی گئی۔ یہی بات تھی جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت معلوم ہوئی، اسکو بیہقی اور ابو نعیم نے نقل کیا۔

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ بوقت رحلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینۂ انور پر رکھا تھا، اسکے بعد عرصہ تک باوجودیکہ میں کھانا بھی کھاتی ہوں، وضو بھی کرتی ہوں، مگر میرے ہاتھوں سے مشک جیسی خوشبو نہ گئی۔

اور ابو نعیم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان پر چڑھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے ایک غیبی آواز کو آسمان سے ندا کرتے سنا کہ ہائے رسول اللہ (وا محمداہ) ہر ایک مصیبت آپ کی جدائی کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے اپنی علالت کے زمانہ میں فرمایا، اے لوگو! جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو اسوقت چاہیے کہ عین اس مصیبت میں جو دوسری وجہ سے اسکو پہنچی ہے، میری اس مصیبت کی تعزیت کرلے، کیونکہ میری امت میں سے

فلحن فيه واجاد واطال الامام المذكور فى فتاواه ايضاً ذمهما وتقبيحهما
وانكارهما فقال وينبغى تركهما والاعراض عنهما والانكار على فاعليهما و
على ولى الامر وفقه الله سبحانه منع الناس فى فعلهما فانه راع وكل ع٦
راع مسئول عن رعيته ، وقد صنف بعض العلماء كتبا فى انكارهما و
ذمهما وتسفيه فاعليهما ، وقال الشيخ شهاب الدين احمد بن حجر المكى الهيتمى
هذا من هبنا ومذهب المالكية والاخرين من الائمة ومذهب
اكثر علماء الحجاز ومذهب فقهاء المدينة ، وقد صنف الشيخ المذكور
كتابا فى هذا الشان وفيه حديث من صلى ليلة سبع وعشرين من رجب
ثنتى عشرة ركعة وذكر كيفيتها ثم اصبح صائما ثم ذكر انها الليلة التى بعث
فيها محمد صلى الله عليه وسلم حديث موضوع وله طرق اخرى
فيه زيادة وفى سندها متهمان بالكذب وفيه حديث رجب شهر الله
وشعبان شهرى ورمضان شهر امتى وان رجب شهر مخصوص بالمغفرة
وحقن الدماء وان من صامه استوجب مغفرة جميع ما سلف الى
غير ذلك من الفضائل حديث كذب موضوع مختلف ، وقد جمع الشيخ
فيه كثيراً من الصلوات التى ليست من السنة فى شئ بل هى بدع
منكرة وزعم العوام انها سنة ، والاصل المعول عليه فى هذا
الباب ما صح عنه صلى الله عليه وسلم لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام
من بين الليالى ولا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان
يصوم احدكم يوردوا امثاله مما يدل على انها بدع منكرة مخالفة لما ٦ اوردوا امثال
نص عليه السنة والله تعالى اعلم ، قال العبد الضعيف اصلح الله
حاله وجعل الى كل خير مآله هذا ما ذكره المحدثون على طريقهم

کوئی شخص میرے بعد ہرگز ایسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوگا جو میری اس مصیبت (یعنی وفات) سے زیادہ سخت ہو۔

غسل شریف جب لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے فارغ ہو گئے، اور اللہ نے ان کو اس اہتمام جس میں صحابہ کرام بعد وفات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوشش کر رہے تھے، سب کو جمع کر دیا اور امر خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ٹھہر گئی، تب تمام صحابہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ مروی ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے غسل دیا گیا؟ فرمایا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے باریک یمنی چادر سے پہلے پردہ کیا (چونکہ حضور کثیر الحیا تھے مترجم) اسکے بعد سنیت تمام صلحائے امت میں پھیل گئی۔ پھر ہاشمی مردوں کو جو کلہ اور دیواروں کے بیچ میں بیٹھے تھے اجازت دی، پھر حضرت عباس کلہ (سراپردہ) میں داخل ہوئے، اور حضرت علی اور حضرت فضل اور حضرت ابو سفیان بن حارث اور اسامہ بن زید کو بلایا، جب یہ سب کلہ (سراپردہ) میں جمع ہو گئے تو ان سب پر اور جو کلہ (سراپردہ) سے باہر گھر میں تھے نیند غالب ہو گئی۔ اسکے بعد ندائے غیبی نے متنبہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ غسل دو آپ سرتاپا پاکیزہ ہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا خبردار! ہم ضرور غسل دینگے۔ اہل بیت نے کہا یہ ندا صادق ہے غسل نہ دو۔ حضرت عباس نے فرمایا ہم ایسی آواز کے اوپر جسے ہم جانتے تک نہیں کیوں کر سنت کو ترک کر دیں۔ اسکے بعد ان پر پھر دوبارہ نیند کا غلبہ ہو گیا۔ پھر ندائے غیبی نے متنبہ کیا کہ حضور کو مع آپ کے ملبوسات کے غسل دو۔ اسوقت اہل بیت نے بھی کہا ہاں نہ مانو۔ حضرت عباس نے فرمایا ٹھیک ہے۔ جب حضرت عباس کلہ (سراپردہ) میں غسل کے لیے داخل ہوئے تو چوکڑی مار کر (مربع) بیٹھ گئے، اور

فی تحقیق الاسانید ونقل الاحادیث وعجبًا منہم ان یبالغوا فی ھذا الباب
ھذہ المبالغة ویکفیہم ان یقولوا لم یصح ذٰلك عندنا' واعجب
من الشیخ محی الدین النووی مع سلوکہ طریق الانصاف فی الابواب
الفقہیة وعدم تعصبہ مع الحنفیة کما ھو داب الشافعیة فما نحن فیہ
اَوْلٰی بذٰلك النسبتہ الی المشائخ العظام والعلمآء الکرام قدس اللہ
اسرارھم ھٰذا، وقد ذکر صاحب جامع الاصول فی کتابہ حدیثاً
من کتاب رزین مع ان موضوع ذٰلك الکتاب لجمع احادیث الکتب
الستة المسماة بالصحاح الستة واذا لم یجد فی ھذہ الکتب حدیثًا
فی ذٰلك اوردہ من کتاب اٰخر استیفاء وتکمیلا، وقال عن انس
اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر صلٰوة الرغائب وھی اوّل
لیلة جمعة من رجب فصلی فیہا بین المغرب والعشآء ثنتی عشرة
رکعة بست تسلیمات کل رکعة بفاتحة الکتاب والقدر ثلثا وقل ھو اللہ
اَحد ثنتی عشرة مرة فاذا فرغ من صلٰوتہ قال اللّٰھم صل علی محمّد
النبیّ الاُمّی وعلی اٰلہ بعد ما اسلم سبعین مرة ثم سجد سجدة وقال
فی سجودہ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحِ سبعین مرة ثم رفع رأسہ
وقال رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیُّ الْاَعْظَمُ
وفی روایة اخری الاعز الاکرم سبعین مرة ثم سجد وقال مثل ما قال
فی السجدة الاولی ثم سأل اللہ وھو ساجد حاجتہ فان اللہ لا یرد
سائلہ قال صاحب جامع الاصول وھذا مما وجدتہ فی کتاب
رزین ولم اجدہ فی واحد من الکتب الستة والحدیث مطعون فیہ
وقد وقع فی کتاب بہجة الاسرار ذکر لیلة الرغائب فی ذکر سیدنا

حضرت علی کو بھی جو کر سی مار کر (مربعہ) بیٹھنے کو کہا' دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دونوں نے اپنی گود میں بٹھالیا، اسوقت یہ ندا آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدھا لٹا دو پھر غسل دو، اور پردہ کرو، تب انھوں نے تختہ سے الگ ہو کر حضور کو سیدھا لٹا دیا، اور تختہ کی پائینتی غرب اور سرہانہ مشرق کی جانب کر دیا، اسکے بعد غسل دینا شروع کیا، اس حال میں کہ حضور کے جسم اقدس پر آپ کی قمیص تھی اور اسکی آستین ایک جانب سے کھلی ہوئی تھی۔ اور خالص پانی سے غسل دیا اور کافور کی خوشبو ملی گئی، پھر قمیص اور محول کو نچوڑ ڈالا، اور سجدہ گاہ اور مفاصل (جوڑوں) پر دھونی دی گئی، اور اسی خالص پانی سے وضو کرایا' یعنی چہرہ' دونوں ہاتھ اور دونوں ہتھیلیاں پھر قمیص اور محول پر کفن پہنا دیا، اور طاق مرتبہ عود (اگر) کی دھونی دی، پھر آپ کو اٹھا کر تخت مبارک (تابوت) پر لٹا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اپنے نبی کا پردہ کرو، اللہ تعالے تمہاری پردہ پوشی کرے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے غسل کا ارادہ کیا، تو اس میں ان کا اختلاف ہوا، کہنے لگے خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ملبوسات (کپڑے) اتار لیں جیسے ہم اپنے مردوں کے کپڑے اتار لیتے ہیں، یا آپ کو انہی ملبوسات (کپڑوں) سمیت غسل دیں۔ جب اختلاف ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند غالب کر دی حتی کہ ہر ایک کی ٹھوری سینہ پر تھی، تو گھر کے ایک گوشہ سے یہ آواز آئی، اور معلوم نہیں وہ کون تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملبوسات (کپڑوں) سمیت غسل دو، پھر وہ کھڑے ہوئے اور قمیص مبارک سمیت غسل دیا۔

وشيخنا القطب الربانى والغوث الصمدانى الشيخ محى الدين عبد القادر الحسنى الجيلانى قدس سره قال اجتمع المشائخ وكانت ليلة الرغائب الى اخر ما ذكره من الحكاية وذكر ايضا انه نقل عن الشيخين القدوتين الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبد الرزاق انهما قالا بكر الشيخ بقاء بن بسطو صبيحة يوم الجمعة الخامس من رجب سنة ثلث واربعين و خمس مائة الى مدرسة والدنا الشيخ محى الدين عبد القادر وقال لنا الا تسألونى عن سبب بكورى اليوم انى رأيت البارحة نورا اضاءت به الآفاق وعم اقطار الوجود ورأيت اسرار ذوى الاسرار فمنها ما يتصل به ومنها ما يمنعه مانع من الاتصال فما اتصل به سر الا تضاعف نوره فتطلبت ينبوع ذلك النور فاذا هو صادر من الشيخ عبد القادر فاردت الكشف عن حقيقته فاذا هو نور شهود قابل نور قلبه وتقادح هذان النوران والعكس ضياء هما على مرآة حاله واتصلت اشعة المتقادحات من محط جمعه الى وصف تفرقته فاشرق بها الكون ولم يبق ملك نزل تلك الليلة الا اتاه وصافحه واسمه عندهم الشاهد والمشهود قالا فاتيناه وقلنا له اصليت الليلة صلوة الرغائب فانشد شعر :—

اذا نظرت عينى وجوه حبائبى — فتلك صلوتى فى ليالى الرغائب
وجوه اذا ما اسفرت عن جمالها — اضاءت لها الاكوان من كل جانب
ومن لم يوف الحب ما يستحقه — فذاك الذى لم يأت قط بواجب

وذكر فى تنزيه الشريعة فى الاحاديث الموضوعة حديث انس بن مالك مرفوعا رجب شهر الله وشعبان شهرى ورمضان شهر امتى قيل

اور مشکوٰۃ میں ہے کہ پانی کو قمیص مبارک کے اوپر سے ڈالا اور قمیص سے ملتے جاتے تھے، اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں کہ اگر مجھے اپنے حال کی پہلے سے خبر ہوتی جو بعد کو سمجھی ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کی ازواج کے سوا کوئی غسل نہ دیتا۔ بکثرت شخصوں سے مروی ہے کہ جن لوگوں نے حضور کے غسل دینے کا ذمہ لیا تھا وہ حضور کے چچا کے صاحبزادہ (ابن عباس)، حضرت علی ابن ابی طالب اور حضور کے چچا عباس بن عبد المطلب اور انکے دونوں فرزند فضل اور قثم اور حضور کے محبوب اسامہ بن زید اور حضور کا غلام شقران (رضی اللہ عنہم) تھے۔ جب یہ سب حضرات آپ کے غسل کے لیے جمع ہو گئے، تو اوس بن خولی انصاری نے جو بنی عوف بن خزرج کے قبیلہ سے بدری ہیں، دروازہ کے باہر سے حضرت علی ابن ابی طالب کو پکار کر کہا "اے علی میں تم سے خدا کے واسطے رسول اللہ کی خدمت میں حصہ مانگتا ہوں" تو حضرت علی نے ان سے کہا آجاؤ، تو وہ بھی غسل میں حاضر ہو گئے، مگر غسل میں کچھ حصہ نہ لے سکے۔ کسی نے بیان کیا کہ وہ پانی اٹھا کر دیتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی نے مع قمیص مبارک کے اپنے سینہ سے ٹیک لگائی اور حضرت عباس اور فضل و قثم حضرت علی کے ساتھ پہلو بدلنے کی خدمت میں تھے، اور اسامہ و شقران آپ پر پانی بہاتے تھے اور ان کی آنکھیں پٹی سے بندھی تھیں کیونکہ حضرت علی روایت ہے کہ (فرمایا) مجھکو تمہارے سوا کوئی غسل نہ دے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا آپ کو کوئی غسل نہ دے، کیونکہ فرمایا میرا ستر کوئی نہ دیکھے، ورنہ اسکی آنکھیں جاتی رہینگی۔ اسی طرح سیرت مغلطائی میں ہے۔ اور "الشفاء" میں ہے کہ حضرت علی پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیتے تھے

يا رسول الله ما معنى قولك رجب شهر الله قال لانه مخصوص بالمغفرة
الحديث، وفيه لا تغفلوا عن اول ليلة جمعة من رجب فانها ليلة
تسميه الملائكة الرغائب، وفيه ما من احد يصوم يوم الخميس من
رجب ثم يصلي فيما بين العشاء والعتمة يعني ليلة الجمعة ثنتي عشرة ركعة
وساق الحديث في صفة الصلوٰة ثم قال وفيه علي بن عبد الله قال ابن
الجوزي اتهموه به ونسبوه الى الكذب، وسمعت شيخنا يقول رجاله
مجهولون ففتشت عنهم جميع الكتب فما وجدتهم وزاد بل لعلهم
لم يخلقوا، قال الحافظ العراقي في اماليه قد تساهل الحافظ ابو الفضل
محمد بن ناصر السلامي في ايراده هذا الحديث في مجلس الرابع عشر من
امالي ابن حصين وقوله انه حسن غريب، حديث انس مرفوعًا من
صلى المغرب اول ليلة من رجب ثم صلى بعدها عشرين ركعة الحديث
واخره وجاز على الصراط كالبرق بغير حساب ولا عذاب رواه
الجوزقاني، وفيه مجاهيل حديث من صام يومًا من رجب وصلى فيه
ركعتين يقرأ في اول ركعة مائة مرة اية الكرسي وفي الركعة الثانية
مائة مرة قل هو الله احد لم يمت حتى يرى مقعده من الجنة
قال ابن الجوزي فيه مجاهيل ومتروك، وحديث من صلى ليلة
سبع وعشرين من رجب ثنتي عشرة ركعة يقرأ في كل ركعة منها بفاتحة
الكتاب وسورة فاذا فرغ من صلوٰته قرأ فاتحة الكتاب سبع مرات
وهو جالس ثم قال سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اربع مرات ثم اصبح صائمًا
حط الله عنه ذنوب ستين سنة وهي الليلة التي بُعِثَ فيها مُحَمَّدٌ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس سے کوئی چیز دکھائی نہ دے جو بالعموم مُردوں کی دکھائی دیتی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا "میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی موت و حیات کتنی پاکیزہ ہے۔ ابن ماجہ نے جید سند کیساتھ حضرتِ علی سے مرفوعاً بیان کیا کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے میرے کنوئیں اور غرس کے کنوئیں کے سات مشک پانی سے غسل دینا۔ غرس کے بارے میں صاحب "نہایہ" نے کہا یہ لفظ غین معجمہ کے زبر اور راء و سین مہملہ کے سکون سے ہے یہ وہ کنواں ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانی پیا کرتے تھے۔ ابنِ نجار بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سویرے جنت کے کنوئیں پر پہنچا ہوں، سو آپ غرس کے کنوئیں پر صبح کو تشریف لے گئے، وضو کیا پھر اُس میں لعابِ دہن ڈالا۔ یہ سمہودی کی تاریخ مدینہ میں مذکور ہے۔ حضرتِ علی نے اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر قمیص مبارک کے نیچے ڈالا۔ یہ سیرتِ مغلطائی میں ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ پہلا غسل تو خالص پانی سے اور دوسرا بیری کے پتوں کے پانی سے اور تیسرا کافور کے پانی سے تھا۔ جعفر بن محمد سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلقۂ چشم میں پانی جمع ہوتا، تو حضرتِ علی اُسے پی لیا کرتے تھے۔ "شواہد النبوۃ" میں ہے کہ حضرتِ علی سے کسی نے پوچھا، آپ کے فہم و حافظہ کا سبب کیا ہے؟ فرمایا جب میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دیا، تو جو پانی حلقۂ چشم میں جمع ہوتا، اُسے میں اپنی زبان سے چوس لیا کرتا، اور نگل جایا کرتا تھا، لہٰذا اپنی قوتِ حافظہ اسی کی برکات سے میں جانتا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ حضرتِ علی اور فضل، دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دیا، اُس وقت حضرتِ علی کو ایک ندا آئی کہ اپنی نگاہ آسمان کی طرف کرو۔ یہ "الشفاء" میں مذکور ہے۔

صلى الله تعالى عليه وسلم هذا الحديث عزاه ابن حجر الى موضوعات ابن
الجوزي ولا يوجد فيها فلعله في بعض النسخ دون بعض، وقال الحافظ
ابن حجر روينا من حديث انس مرفوعاً في رجب ليلة يكتب للعامل
فيها حسنات مائة سنة وذلك لثلث بقين من رجب فمن صلى فيها
اثنتي عشرة ركعة يقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة من القرآن
يتشهد في كل ركعتين ويسلم في آخرهن ثم يقول في آخرهن سُبْحَانَ اللهِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ مائة مرة وليستغفر مائة مرة
وليصلي على النبي صلى الله عليه وسلم مائة مرة ويدعو بما شاء من
امر دنياه ويصبح صائماً فان الله يستجيب دعاءه كله الا ان يدعوه في
معصية رواه البيهقي وفيه متهمان، اعلم انه قد اشتهر فيما بين الناس
بديار العرب ان معراجه صلى الله تعالى عليه وسلم كان لسبع وعشرين
من رجب وموسم الرجبية فيه متعارف بينهم قريباً من موسم الحج
يأتون لزيارة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من البلاد النائية
ومن كل واد بعيد وفج عميق ويقال ان هذا القول غير صحيح و
الصحيح انه كان لسبع عشرة من رمضان او من الربيع الاول
بمكة في السنة الثانية عشر من البعثة، ثم اعلم انا لم نجد في
كتب الاحاديث لا اثباتاً ولا نفياً ما اشتهر بينهم من تخصيص الخامس
عشر من رجب بالتعظيم والصوم والصلوة وتسميته بيوم الاستفتاح عتيرة
وتسميته بمريم روزه والله تعالى اعلم، ومما كان في ابتداء الاسلام
ثم نسخ على قول الجمهور، والعتيرة بفتح العين المهملة وكسر المثناة الفوقانية
على وزن الكريمة والعتيرة شاة تذبح في شهر رجب وكان في صدر الاسلام

کفن مبارک

جب یہ حضرات آپ کے غسل سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے جسمِ اطہر کو خشک کیا، پھر وہ کیا جو میّتی کے ساتھ کرتے ہیں، پھر تین کپڑوں کا کفن دیا۔ دو کپڑے تو سفید تھے اور ایک یمنی چادر تھی۔ الاکتفاء میں ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ دو کپڑے اور ایک چادر تھی، فرمایا چادریں لائے تو تھے لیکن انھیں واپس کر دیا تھا، اور اُن کا کفن نہیں دیا گیا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو ریطہ (ہلکی چادر) اور ایک نجرانی چادر کا کفن دیا گیا۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روئی کی تین سفید سحولی چادروں کا کفن دیا گیا۔ سحول یمن کے ایک شہر کا نام ہے۔ اس میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ فرماتی ہیں، میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علالت کے زمانہ میں انکے پاس گئی، میں نے آپ کے اس کپڑے کو دیکھا جس میں آپ علیل تھے اور اُس میں زعفران کے دھبے تھے، حضرت ابوبکر نے فرمایا میرے اس کپڑے کو دھو کر اس میں دو کپڑے زیادہ کر کے مجھے کفن دے دینا۔ میں نے عرض کیا یہ تو پرانا ہے؟ فرمایا، نئے کے لیے مُردوں سے زیادہ زندہ حقدار ہے، چونکہ وہ تجارت کرتا ہے اسے بخاری نے بیان کیا۔ اور موطا ابو عبد اللہ امام مالک بن انس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین یمنی چادروں کا کفن دیا گیا جس میں دو صحاری دو صلی چادریں تھیں۔ اور ابوداؤد نے بیان کیا کہ تین نجرانی چادریں تھیں۔ الاکلیل میں ہے کہ سات کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ سب میں یہ ہے کہ اس میں قمیص اور عمامہ شمار نہ تھا۔ ایک مفرد اور ضعیف حدیث میں ہے، جسے یزید بن ابی زیاد نے روایت کی کہ کپڑوں کو کافور میں بسایا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مشک میں۔ اسی طرح سیر مغلطائی میں ہے۔ عروہ کی حدیث میں جو حضرت عائشہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

ثم نسخ، ونقل الطيبي ان ابن سيرين كان يذبح العتيرة في شهر رجب وهذا يشعر بان المنسوخ وجوبها والله تعالى اعلم - اخرج البخاري ومسلم عن ابوهريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا فرع ولا عتيرة قال الراوي الفرع اول نتاج كان ينتج لهم كانوا يذبحونه لطواغيتهم والعتيرة في رجب، وفي حديث الترمذي وابي داؤد والنسائي وابن ماجه اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفة فسمعته يقول يا ايها الناس ان على كل اهل بيت في كل عام اضحية وعتيرة هل تدرون ما العتيرة هي التي تسمونها الرجبية قال الترمذي هذا حديث غريب ضعيف الاسناد، وقال ابوداؤد والعتيرة منسوخة وقد جاءت العتيرة بمعنى الذبيحة التي تذبح للاصنام والمراد هنا المعنى الاول -

شهر شعبان

في القاموس شعبان شهر معروف الجمع شعبانات وشعابين من تشعب تفرق كانشعب وفي الحديث انما سمي شعبان لانه تشعب فيه خير كثير للصائم فيه حتى يدخل الجنة رواه الرافعي في تاريخه عن انس والكلام في هذه الرسالة على ثلث مقالات -

شعبين ٦ تشعب ٦ .

المقالة الاولى | فيما ورد في فضل شهر شعبان والصيام فيه مطلقا من غير تخصيص بليلة النصف منه

احاديث الكتب الستة شعبان بين رجب وشهر رمضان يغفل الناس عنه يرفع فيه اعمال العباد فاحب ان لا يرفع عملي الا وانا صائم رواه البيهقي في شعب الايمان عن اسامة - شعبان شهري و

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سحولی کے سفید تین[۳] کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ اسکو نسائی نے بروایت عبدالرزاق وہ معمر وہ زہری وہ عروہ سے بیان کیا، اس پر ائمہ ستہ متفق ہیں، جو ہشام بن عروہ نے حضرتِ عائشہ سے روایت کی اس میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ روئی کے تھے، جس میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ اور بیہقی کی روایت میں نئے تین سحولی کپڑے ہیں۔ السحولی سین کے زبر اور پیش کے ساتھ ہے۔ نووی نے کہا زبر زیادہ مشہور ہے، اکثر راویوں کی یہی روایت ہے، زبر کے ساتھ سحول کی طرف منسوب ہیں، جسکے معنی دھوبی کے ہیں، اسلیے کہ وہ کپڑے دھوتا ہے یا اُس سحول کی طرف منسوب ہے جو یمن میں ایک گاؤں ہے، لیکن پیش کیساتھ بولنا، تو یہ سحل کی جمع ہوگی، جسکے معنی سفید و صاف کپڑے ہونگے جو روئی نے ہی ہوں۔ یہ محاورہ شاذ ہے، کیونکہ یہ جمع کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ کسی نے کہا پیش کے ساتھ ایک گاؤں کا نام ہے۔ اور الکرسف کاف کے پیش اور راء کے سکون اور سین مہملہ کے پیش اور فاء کے ساتھ روئی کے معنی میں ہے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکفین کے بارے میں مختلف روایتیں مروی ہیں، لیکن حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ان سب میں زیادہ صحیح ہے، اور صحابہ و غیر صحابہ کے اکثر علماء کا اسی پر عمل ہے۔

بیہقی نے خلافیات میں کہا کہ ابو عبداللہ یعنی حاکم کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ اور ابنِ عباس اور عائشہ اور ابنِ عمر اور جابر بن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکفین کے بارے میں متواتر حدیثیں مروی ہیں کہ تین کپڑے تھے جس میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ عبداللہ ابن محمد بن عقیل سے وہ ابنِ حنفیہ سے وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سات کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ اس حدیث کو

رمضان شهر الله رواه الديلمي في فردوس الاخبار عن عائشة - وعن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رجب قال اللهم بارك لنا في رجب وشعبان وبلغنا رمضان رواه ابن عساكر وابن النجار - وعن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم حتى نقول لا يفطر ويفطر حتى نقول لا يصوم وما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم استكمل صيام شهر قط الا رمضان وما رأيته في شهر اكثر منه صياماً في شعبان، وفي رواية عن ابي سلمة قال سألت عائشة عن صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت كان يصوم الشعبان الا قليلاً اخرج الاولى البخاري ومسلم والموطا وابو داؤد واخرج الثانية مسلم والنسائي، وفي رواية الترمذي قال ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في شهر اكثر صياماً منه في شعبان كان يصومه الا قليلاً بل كان يصومه كله وفي رواية اخرى لابي داؤد قالت كان احب الشهور الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصومه شعبان ثم يصله برمضان، واخرج النسائي ايضاً رواية الترمذي وابو داؤد والنسائي ايضاً قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم حتى نقول لا يفطر ويفطر حتى نقول لا يصوم وكان يصوم شعبان او عامة شعبان، وفي رواية اخرى له كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم شعبان الا قليلاً وفي رواية اخرى كان يصوم شعبان كله، وفي رواية البخاري ومسلم قالت لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يصوم شهراً اكثر من شعبان فانه كان يصوم كله، وكان يقول خذوا من العمل ما تطيقون فان الله لا يمل حتى تملوا الحديث وعن ابي هريرة نحوه وقال ابو داؤد وزاد ابو هريرة كان يصومه الا قليلاً

امام احمد نے اپنی مُسند میں بیان کیا، اور ابن حزم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ابن عقیل سے یا بعد والوں میں کسی سے وہم واقع ہوا ہے، اور حدیث کے لفظ کہ "اس میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ" کے معنی میں اختلاف ہے۔ صحیح معنی تو یہ ہیں کہ ہرگز کفن میں نہ تو قمیص تھی اور نہ عمامہ۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ آپ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا، جو قمیص اور عمامہ کے علاوہ تھے۔ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے کہا کہ پہلے معنی مراد میں زیادہ ظاہر ہیں۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں بیان کیا کہ پہلے معنی کے جمہور علماء قائل ہیں اور کہا کہ یہی درست ہے جو ظاہر حدیث کا اقتضاء ہے، اور کہا کہ دوسرے معنی ضعیف ہیں، کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ کفن میں قمیص اور عمامہ بھی تھا۔ انتہیٰ! علماء نے کہا کہ حدیث کی تفسیر میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا کفن میں قمیص اور عمامہ کا ہونا مستحب ہے یا نہیں؟ چنانچہ علماء نے تین کپڑوں کے ساتھ قمیص اور عمامہ زیادہ کرنے میں اختلاف کیا، کیونکہ یہ مل کر پانچ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا حنبلی علماء نے تو مکروہ بتایا، اور شافعی علماء نے جائز غیر مستحب کہا، اور مالکی علماء نے اسے مرد و عورت دونوں کے لیے مستحب بتایا، بلکہ عورتوں کے لیے تاکید کرتے ہوئے کہا کہ سات کپڑوں تک زیادتی مکروہ نہیں ہے" اس سے زیادہ بیجا اور اسراف ہے۔ اور علماء احناف نے کہا کہ تین کپڑے یہ ہیں، ازار (تہ بند) قمیص اور لفافہ۔ اور حدیث میں یہ دلالت ہے کہ وہ قمیص جس میں حضور کو غُسل دیا گیا تھا کفن دیتے وقت اُتار لیا گیا تھا۔ امام نووی مُسلم کی شرح میں کہتے ہیں کہ یہی درست ہے جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ لیکن وہ حدیث جو سُننِ ابو داؤد میں حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا، حُلہ دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ کی وفات ہوئی"

بل كان يصومه كله، وعن أم سلمة قالت ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان اخرجه الترمذى وعند ابى داؤد لم يكن يصوم من السنة شهرا تاما الا شعبان كان يصله برمضان واخرج النسائى الروايتين وله فى أخرى ما رأيته يصوم شهرين متتابعين الا انه كان يصل شعبان برمضان، وعن اسامة قال قلت يا رسول الله لم ارك تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان قال ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان وهو شهر يرفع فيه الاعمال الى رب العلمين فاحب ان يرفع عملى وانا صائم اخرجه النسائى احاديث من غيرها من الكتب وفيه احاديث الجامع الكبير واحاديث ذكرها الشيخ الامام العارف بالله ابو الحسن البكرى شعبان بين رجب و رمضان يغفل الناس عنه يرفع فيه اعمال العباد فاحب ان لا يرفع عملى الا وانا صائم رواه البيهقى فى شعب الايمان وعن عطاء بن يسار قال لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى شهر اكثر صياما منه فى شعبان وذلك انه تنسخ فيه آجال من يموت فى السنة، وعن اسامة شعبان شهرى ورمضان شهر الله رواه الديلمى فى مسند الفردوس وعن عائشة ان امرأة ذكرت لها انها تصوم رجب فقالت ان كنت صائمة شهرا لا محالة فعليك بشعبان فان فيه الفضل رواه ابن زنجويه وعنها قالت لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى شهر اكثر صياما منه فى شعبان لانه تنسخ ارواح الاحياء فى الاموات حتى ان الرجل ليحج وقد وقع اسمه فيمن يموت، وعنها ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصوم شعبان كله فسألته قال ان الله يكتب فى شعبان كل نفس ميتة

تو یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت قائم کرنی صحیح نہیں، اسلئے کہ اسکے راویوں میں ایک راوی زکریا بن زید ہے، اسکے ضعف پر تو محدثین کا اجماع ہے، بالخصوص اس روایت میں جو ثقہ راویوں کی حدیث کے خلاف ہو۔

نماز جنازہ یا درود شریف

حضرت امام محمد سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز بغیر امام و جماعت کے ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ تنہا تنہا کہ کوئی ان کا امام نہ تھا، گروہ کے گروہ مسلمانوں کے داخل ہوئے اور آپ پر صلوٰۃ پڑھتے اور چلے جاتے، پس جب وہ صلوٰۃ پڑھ چکتے، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے جنازہ اور اہل جنازہ کو چھوڑ دو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی اور عباس اور بنو ہاشم نے صلوٰۃ پڑھی، اسکے بعد مہاجرین، پھر انصار پھر اور لوگوں نے آپ پر تنہا تنہا کہ کوئی ان کا امام نہ تھا صلوٰۃ پڑھی۔ اسکے بعد عورتیں پھر بچے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اس کی فرمائی تھی کہ سب سے پہلے مجھ پر صلوٰۃ پڑھے گا وہ میرا رب، پھر جبریل پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت مع اپنے لشکر کے پھر فرشتے پھر تم سب گروہ در گروہ' آخر حدیث تک، اس حدیث میں ضعف ہے، بلکہ وہ دعا مانگتے تھے اور چلے جاتے تھے۔ ابن ماجشون کہتے ہیں جب یہ پوچھا گیا، کتنی بار آپ پر صلوٰۃ پڑھی گئی، کہا بہتر مرتبہ۔ پھر کسی نے کہا تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا کہا اس صندوق سے جسے امام مالک نے اپنے ہاتھ کا لکھا چھوڑا تھا۔ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی، اسی طرح سیرت مغلطائی میں ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ جب تجہیز سے منگل کے دن فارغ ہوگئے، تو آپ کو اس سریر (چارپائی) پر رکھا جو آپکے کاشانہ اقدس

تلك السنة فاحب ان يأتي اجلي وانا صائم، والمعنى يأتي كتابة اجلي وفيه
ان كتابة اجله اذا كانت في زمن عبادة تلبس بها المكتوب اجله يرتجي
له الموت على خير وان اولى تلك العبادات الصوم كذا قاله الشيخ الامام
ابوالحسن البكري، يدل عليه ماروى عنها انها قالت كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يصوم شعبان كله حتى يصله برمضان ولم يكن يصوم
شهرا تاما الا شعبان فقلت يارسول الله ان الشعبان لمن احب
الشهور اليك قال ياعائشة انه ليس نفس تموت في سنة الا كتب
اجلها في شعبان فاحب ان يكتب اجلي وانا في عبادة ربي وعمل صالح،
وعنها ايضا قال النبي صلى الله عليه وسلم انه يكتب في ليلتي شعبان
لملك الموت من يقبض فاحب ان لا ينسخ اسمي الا وانا صائم،
وقد روي عن عائشة ان النسخ يكون في ليلة النصف وليس الليل
محل الصوم فالمعنى ان الله يعيد بركة الصوم على وقت الكتابة من الليل
ويحتمل ان يكون الكتابة نهارا وتسلم الصحيفة للملك ليلا كما جاء
في حديث اخرجه ابن ابي الدنيا، وعن عطاء بن يسار قال اذا كان
ليلة النصف من شعبان دفع الى ملك الموت صحيفة فيقال اقبض
من في هذه الصحيفة فان العبد ليغرس الغراس وينكح الازواج
ويبني البنيان وان اسمه قد نسخ في الموتى، وروى الديلمي عن ابي هريرة
تقطع الآجال من شعبان الى شعبان حتى الرجل لينكح ويولد له وقد
خرج اسمه في الموتى، وروى عن عثمان بن المغيرة بن الاخنس مثله.

يبني نسخة

المقالة الثانية فيما ورد في فضل ليلة النصف من شعبان
بخصوصها عن عكرمة في قول الله سبحانه

میں تھا پھر لوگ گروہ در گروہ آتے تھے، اور صلوٰۃ پڑھتے جاتے تھے۔ جب سب فارغ ہو گئے تو عورتیں داخل ہوئیں، یہانتک کہ وہ فارغ ہوئیں تب جی گئے آپ کی صلوٰۃ پر کسی نے امامت نہ کی۔ ایک روایت یوں ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے صلوٰۃ پڑھی، وہ ملائکہ کی جماعتیں تھیں، پھر اہل بیت، پھر لوگوں کی جماعتیں، پھر آخر میں عورتوں نے۔ مروی ہے جب اہل بیت نے صلوٰۃ پڑھی تو لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ کیا پڑھیں؟ تب انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ نے اُن سے کہا کہ حضرت علی سے دریافت کرو۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا یہ پڑھو اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِيْ اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے نبی پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں، اے مسلمانو تم بھی اُن پر درود و سلام بھیجو۔ ہم حاضر ہیں اے اللہ ہمارے رب ہم حاضر ہیں، اللہ کی رحمتیں ہوں جو نیکو کار اور مہربان ہے اور مقرب فرشتوں، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالحوں اور وہ جو پاکی سے تیرا نام لیں، اے رب العالمین سب کی طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو حضور محمد بن عبداللہ خاتم النبیین، سید المرسلین، امام المتقین، رسول رب العالمین، جو حاضر و ناظر اور بشارت دینے والے، تیرے حکم سے تیری طرف بلانے والے روشن چراغ پر اور آپ پر سلام ہو) شیخ زین الدین مراغی نے اپنی کتاب تحقیق النصرۃ میں اسے بیان کیا۔

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ قال فی لیلة النصف من شعبان یا برم امر السنة وينسخ الاحياء ويكتب الحاج فلا يزاد فيهم احد ولا ينقص منهم احد رواه ابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم وذهب اکثر اهل العلم الی ان ذلك يكون فی لیلة القدر والابتداء فيه يكون من ليلة النصف من شعبان، وعن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق عن ابیه او عن عمه عن جده ابی بکر الصدیق عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ينزل الله تعالیٰ الی السماء الدنیا لیلة النصف من شعبان فیغفر لکل شیٔ الا لرجل مشرك او فی قلبه شحناء[له] رواه البیهقی، وعن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم اذا کان لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا نهارها فان الله ينزل فیها لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول اَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ اَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَهٗ اَلَا مِنْ مُبْتَلیٍ فَاُعَافِیَهٗ اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا حتّٰی یطلع الفجر رواه ابن ماجه والبیهقی قال العبد الضعیف نزول الله تعالیٰ الی السماء الدنیا یکون فی کل لیلة ولکن یختص ذلك بالثلث الاخیر وفی لیلة النصف من شعبان یکون من غروب الشمس الی الفجر ولا یختص ذلك فی الثلث الاخیر وهذا من فضل هذه اللیلة، وفی الحدیث ان الله اعد لعباده فی هذه اللیلة عطاء عظیما لم یعلمنا[۲] به لقوله صلی الله علیه وسلم الا کذا الا کذا حتّٰی یطلع الفجر کذا قالوا، وعن نوف البکالی ان علیاً خرج لیلة النصف من شعبان فاکثر الخروج فیها ینظر الی السماء الدنیا فقال ان داؤد علیه السلام خرج لیلة فی مثل هذه الساعة فنظر الی السماء فقال ان هذه الساعة ما دعا الله فیها احد الا اجابه ولا استغفره احد فی هذه الساعة الا غفر له

[له] عداوت وبغض دینوی ۱۲

[۲] لم یعلمنا

کیفیت تدفین و قبر مبارک

مدینۂ منوّرہ میں دو شخص گورکن تھے، ایک بغلی قبر کھودتا، اور دوسرا صندوقی قبر کھودتا تھا۔ حضرتِ عباس (رضی اللہ عنہ) نے دونوں کو بلایا، اور کہا کہ تم میں سے ایک تو حضرتِ ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کے پاس جائے یہ گورکن مکّہ والوں کے لیے قبریں تیار کیا کرتا تھا۔ اور دوسرے کو کہا کہ تم ابوطلحہ انصاری کے پاس جاؤ، یہ گورکن مدینہ والوں کے لیے قبریں تیار کرتا تھا، اسکے بعد حضرتِ عباس نے دُعا کی کہ اے خدا! تو اپنے رسول کے لیے بہتر کرنا پس وہ دونوں گئے، جو شخص حضرت ابوعبیدہ کی طرف گیا تھا اُسے وہ نہیں ملے اور جو شخص ابوطلحہ کے پاس گیا تھا اُسے وہ مل گئے پس انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر بغلی تیار کی۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں آپ کے دفن کی جگہ میں اختلاف رونما ہوا کہ مکّہ میں مدفون ہوں یا مدینہ میں بقیع کے اندر یا قُدس میں؟ یہانتک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ ہر نبی اُسی مقام پر دفن کیا گیا جہاں اُس نے وفات پائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اُسی جگہ وفات دی جو جگہ اُسے محبوب ہو کہ وہیں دفن کیا جائے۔ لہٰذا حضور کے بستر کو ہٹا کر وہیں بستر کے نیچے قبر تیار کرو۔

حضرتِ علی ابن ابی طالب، حضرت عباس اور اُنکے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم حضور کی قبر انور میں اُترے۔ یہ حضرتِ قثم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات میں آخری تھے، اسلیے کہ یہ سب سے آخر میں حضور کی قبر انور سے باہر نکلے، لیکن مغیرہ کا وہ قصہ کہ اپنی انگوٹھی کو قبرِ شریف میں ڈالدینا اور اُسکے

ما لم يكن عشارًا او ساحرًا او كاهنًا او عريفًا او شرطيًا او جابيًا او صاحب
كوبة او عرطبة - قال نوفل الكوبة والعرطبة الطنبور اللهم رب داؤد
اغفر لمن دعاك فى هذه الليلة او استغفرك فيها، وفيه ان ليلة
النصف من شعبان معروفة بالفضل فى غير هذه الليلة ايضًا ان الله
تعالى ليطلع فى ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه الا لمشرك
او مشاحن او قاطع رحم رواه ابن ماجة - عن ابى موسى ما من ليلة
بعد ليلة القدر افضل من ليلة النصف من شعبان ينزل الله فيها
الى السمآء الدنيا فيغفر لعباده كلهم الا المشرك او مشاحن او قاطع رحم
رواه سعيد بن منصور عن عطآء بن يسار يطلع الله ليلة النصف من شعبان
فيغفر لجميع خلقه الا المشرك او مشاحن رواه البيهقى، عن معاذ بن جبل
فى ليلة النصف من شعبان يوحى الله تعالى الى ملك الموت يقبض كل
نفس يريد قبضها فى تلك السنة رواه محمد ينورى فى المجالسة، عن
راشد بن سعد مرسلًا يفتح الله الخير فى اربع ليال ليلة الاضحى والفطر
وليلة النصف من شعبان تفتح فيها الاجال والارزاق ويكتب فيها
الحج وفى ليلة عرفة الى الاذان اتانى جبرئيل فقال هذه ليلة النصف
من شعبان ولله فيها عتقاء من النار بعدد شعر غنم كلب رواه البيهقى
وعن عائشة قالت فقدت النبى صلى الله عليه وسلم ذات ليلة
فخرجت اطلبه فاذا هو بالبقيع رافعًا رأسه الى السمآء فقال يا عائشة
أكنت تخافين ان يحيف الله عليك ورسوله قلت ومالى من ذلك
ولكنى ظننت انك اتيت بعض نسآئك فقال ان الله عزوجل ينزل
ليلة النصف من شعبان الى السمآء الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر

نکالنے کے لیے آخر میں اُترنا، تو یہ صحیح نہیں ہے واللہ اعلم۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام شقران اور اوس بن خولی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا، اے علی! میں تم سے اللہ کیواسطے اپنا حصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگتا ہوں؟ حضرت علی نے اُن سے کہا اُترآؤ۔ پس وہ اپنی قوم کے ساتھ اُترے اور وہ پانچ تھے۔

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کی قبر شریف میں حضرت علی، عباس، عقیل بن ابی طالب، اُسامہ بن زید، ابن عوف اور اوس بن خولی اُترے یہی وہ حضرات تھے جو حضور کی تکفین کے ذمہ دار تھے۔ لیکن روایت زیادہ صحیح ہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر شریف میں اُتارا جارہا تھا، تو شقران نے سُرخ رنگ کی نجرانی چادر جو خیبر کے دن ملی تھی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوڑھتے اور بچھاتے تھے لیکر حضور کے نیچے بچھادی، وہ چادر آپ ہی کے ساتھ قبر شریف میں دفن ہوگئی، اسکے بعد کہا کہ خدا کی قسم آپ کے بعد کوئی اسکو اوڑھ نہیں سکتا تھا۔ اور آپ کی قبر شریف میں کچی اینٹیں لگائی گئیں۔ کسی نے کہا کہ وہ نو اینٹیں تھیں۔ کسی نے بیان کیا کہ جب اینٹیں رکھی جاچکیں تو وہ چادر نکال لی تھی۔ یہ ابو عمر اور حاکم کا قول ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ امام شافعی اور انکے تمام اصحاب وغیرہ علماء نے صاف کہا کہ میت کے نیچے قبر میں مخملی چادر وغیرہ کا بچھانا مکروہ ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے صرف بغوی نے علیحدگی اختیار کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، انکی حجت یہی حدیث ہے، اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ مکروہ ہے، جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ علماء اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ کام تنہا شقران کا تھا، اور صحابہ میں سے کسی نے بھی اس کی موافقت نہیں کی۔ اور شقران نے اسی مصلحت سے

غنم كلب رواه ابن ابى شيبة والترمذى وابن ماجة والبيهقى -
قال فى جامع الاصول ونادر من ممن استحق النار وليس فيه
حديث فى الباب الا هذا وجاء نحوه بطرق متعددة اذا كان ليلة
النصف من شعبان اطلع الله تعالىٰ الى خلقه فيغفر للمؤمنين و
المؤمنات ويملى للكافرين ويدع اهل الحقد بحقدهم حتى يدعوه ٦
رواه البيهقى وابن قانع عن ابى ثعلبة الخشنى لا ينظر الله فيها يعنى فى ليلة
النصف من شعبان الى مشرك ولا الى مشاحن ولا الى قاطع رحم
ولا الى مسبل ولا الى عاق لوالديه ولا الى مدمن خمر رواه البيهقى
فى شعب الايمان وضعفه عن عائشة اذا كان ليلة النصف من شعبان
نادى مناد هل من مستغفر فاغفر له هل من سائل فاعطيه فلا يسئل
احد شيئًا الا اعطى الا الزانية بفرجها او مشرك رواه البيهقى عن
عثمان بن العاص، وروى عن كعب ان الله تعالىٰ يبعث جبرئيل
الى الجنة ليلة النصف من شعبان ليأمرها ان تزين ويقول
ان الله قد اعتق فى ليلتك هذه عدد نجوم السمآء وعدد ايام الدنيا
ولياليها وعدد ورق الشجر وعدد الجبال وعدد الرمال، وعن عطاء ٦
بن يسار اذا كان اول ليلة من شعبان ينسخ لملك الموت كل من يقبض
روحه فى تلك السنة الى مثلها من العام المقبل وان الرجل لينكح
الازواج ويبنى ويغرس ويظلم ويفجر وماله اسم فى الاحيآء رواه ابن زنجويه ٦

شرح الفاظ

فى القاموس الشحناء والشحنة بالكسر الحقد اوه شحنه
باغضه والمشاحن المذكور فى الحديث صاحب البدعة
التارك للجماعة انتهى، وفى النهاية يغفر الله لكل عبد ما خلا مشركًا او مشاحنًا

بچھادی تھی، جو ہم نے بیان کی کہ اُسے یہ بات ناپسند تھی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی اسے استعمال کرے۔ انتہیٰ۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ قبر شریف میں نو اینٹیں رکھنے کے بعد اُس چادر کو نکال لیا گیا، جیسا کہ سیرتِ مغلطائی میں ہے پھر آپ کی لحد شریف پر مٹی ڈال کر قبرِ انور کو مسطح کر دیا گیا۔ اور مشکوٰۃ میں حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے آپ کی قبرِ انور پر پانی چھڑکا وہ حضرتِ بلال ابن رباح تھے، انھوں نے ایک مشک لیکر سرہانے سے پائینتی تک پانی چھڑکا۔ بیہقی نے اسے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کیا۔

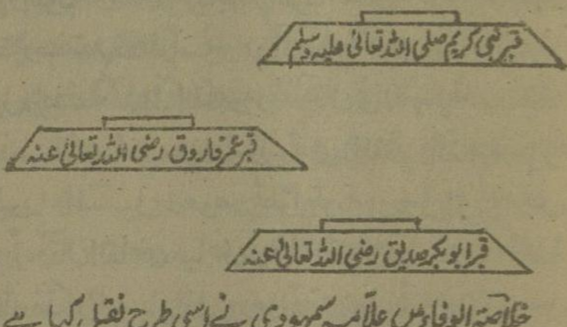
سفیان بن تمار سے مروی ہے کہ انھوں نے حضور کی قبرِ انور کو مُسنّم یعنی کوہان نما دیکھا۔ صحیح بخاری میں حضرتِ ابی بکر بن عیاش کی حدیث سے ہے کہ انھوں نے آپ کی قبرِ انور کو مُسنّم یعنی اونچا کوہان نما دیکھا۔ ابو نعیم نے مستخرج میں اتنا زیادہ کیا کہ حضرتِ ابوبکر اور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی ایسی ہی ہیں۔ اسی سے یہ استدلال کیا گیا کہ قبروں کو مُسنّم کوہان نما بنانا مستحب ہے، یہی قول امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، مزنی اور اکثر شوافع رحمہم اللہ کا ہے اور کچھ قدیم شوافع نے مسطح قبر کو مستحب جانا، ممکن ہے کہ پہلے مسطح ہو۔

ابوداؤد و حاکم نے بیان کیا کہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قاسم بن محمد کیلیے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبرِ شریف اور آپ کے دونوں صاحب رضی اللہ عنہما کی قبریں کھولی تھیں، یہ کُل تین قبریں تھیں، نہ تو بہت اونچی، اور نہ بہت پست زمین سے ملی ہوئیں، میدان کے سُرخ رنگ کے پتھروں سے چُنی ہوئیں۔ اور ایک میں ہے کہ وہ پتھر سُرخ و سفید ہیں، اور آپ کی قبرِ انور زمین سے بقدر ایک بالشت بلند ہے۔ یہ واقعہ حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے زمانہ میں ہوا گویا کہ یہ پہلے مسطح تھیں، اسکے بعد جب عمر بن عبد العزیز کی امارت کے زمانہ میں

ای معادیا والشحناء العداوة قال الاوزاعی اراد بالمشاحن ههنا صاحب بدعة مفارق جماعة، وقال الطیبی الشحناء العداوة والتمل والحقد ولعل المراد ما یقع بین المسلمین من النفس الامارة لا للدین کانه یشحن قلبه بغضا له، وفی ناظر عین الغریبین شحنت السفینة ملأتها، وفی القاموس عشر اخذ واحدا من عشرة وعشرهم اخذ ثلث اموالهم والعشار قابضه، وقال فی النهایة عشرت ماله وعشرته فانا عاشر ومعشر وعشار اذا اخذت عشره، وفی الحدیث ان لقیتم عاشرا فاقتلوه ای ان وجدتم من یأخذ العشر علی عادة الجاهلیة مقیما علی دینه فاقتلوه لکفره اولاستحلاله له ان کان مسلما واخذه مستحلا تارکا لفرض الله ربع العشر لامن یأخذه علی فرض الله کیف وقد عشر جماعة للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وللخلفاء بعده، وسمی عاشرا لاضافة ما یأخذه الی العشر کربع العشر اونصفه کیف وهو یأخذ العشر جمیعه فیما سقته السماء وعشر اموال اهل الذمة فی التجارات انتهی وقال الطیبی الاساحرا اوعشارا استثناء تشدیدا علیهما وانهما کالآئسین من رحمته، والعریف هو العراف والمراد ههنا المنجم اوالذی یدعی علم الغیب وفی الحدیث من اتی عرافا اوکاهنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد کذا فی النهایة، قال الطیبی هو قسم من الکهان یستدل علی معرفة المسروق والضالة بکلام اوفعل اوحالة والکاهن یخبر عن کوائن فی المستقبل، والشرطیة بالضم واحد الشرط کصرد وهم طائفة من اعوان الولاة وهو شرطی کترکی وجهنی سموا بذلک لانهم اعلموا انفسهم بعلامات یعرفون بها کذا فی القاموس، وفی النهایة نجمة اصحابه

جبکہ وہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینۂ منورہ میں امیر تھے، قبرِ انور کی دیواریں اُٹھائی گئیں، تو اسوقت قبر شریف کو اونچا کیا گیا۔ اسکے بعد اس میں اختلاف پیدا ہوا کہ مسطح افضل ہے یا مسنم۔ دراصل دونوں جائز ہیں، مگر مسطح کو ترجیح ہے، کیونکہ امام مسلم نے فضالہ ابن عبید کی حدیث روایت کی کہ وہ ایک قبر کے پاس آئے تو برابر کردی، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سماعت کی ہے کہ آپ برابر کردینے کا حکم فرماتے تھے۔

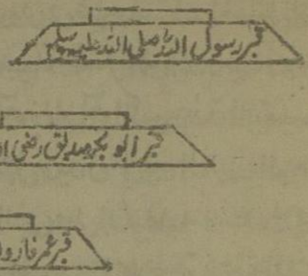
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبرِ انور سب سے آگے ہے۔ اور حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر حضور کے سرِ مبارک کے نزدیک مونڈھوں کے مقابل، اور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر دونوں کی پائینتی اس طرح ہے:۔



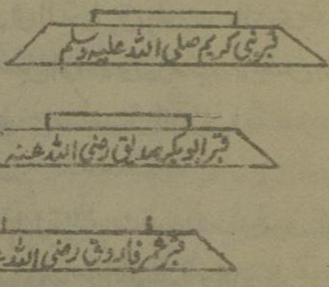
خلاصۃ الوفا میں علامہ سمہودی نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

اور رزین نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقدم ہیں، اور حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرِ مبارک کے نزدیک مونڈھوں کے مقابل، اور حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں آگے نکل گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے اس طرح پر ہے:۔ (صفحہ ۲۷۱ پر ملاحظہ ہو)

الذی یتقدمهم علی غیرهم من جنده وقیل هم الشرط والنسبة شرطی کذا فی النهایة، وقال الکرمانی صاحب الشرط بضم شین وفتح الراء جمع الشرط وهو اول الجیش ممن یتقدم بین یدی الامیر لتنفیذ اوامره انتهی والمراد بالشرطی هٰهنا نائب الظلمة ومن هو من اعوانهم، والجابی من الجبایة بالکسر وهو استخراج المال من مظانها کذا قال النووی، وفی القاموس جبی الخراج کرمی سعی جبایة وجباوة انتهی۔ فالمراد بالجابی الساعی عند السلطان و الآتی بالاموال المحرمة، والکوبة بالضم هی النرد او الطبل او البربط۔ اقول ذکرها الجزری فی النهایة، وفی الحدیث ان الله حرم الخمر والکوبة ومنه امرنا بکسر الکوبة، وفی شرح جامع الاصول هو طبل صغیر مختصر ذو الرأسین، والعرطبة العود او الطنبور او الطبل او طبل الحبشة کذا فی القاموس، وقال فی النهایة حدیث یغفر لکل مذنب الا لصاحب عرطبة وکوبة هی بالفتح والضم العود وقیل الطنبور، والمسبل وهو من یطول ثوبه ویرسل الی الارض اذا مشی کبرا، وقال القاضی عیاض فی مشارق الانوار حدیث ثلثة لا یکلمهم الله فذکر المسبل ازاره وهو الذی یجره خیلاء یقال اسبل ثوبه وشعره ای ارخاه انتهی، وفی صحیح مسلم عن ابی ذر عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ثلثة لا یکلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم قال فقرأها رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثلث مرار قال ابو ذر خابوا وخسروا من هم یا رسول الله قال المسبل والمنان بما اعطی والمنفق سلعته



حجرۂ مبارکہ میں قبور شریفہ کی ترتیب و کیفیت میں سات نوعیت کا اختلاف ہے جنکو ہم نے "الاصل" میں دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے، لیکن وہ نوعیت جس پر اکثر کا اتفاق ہے یہ ہے کہ قبر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مقابل قبلہ کی جانب یعنی دیوار بجانب کے متصل ہے جیسا کہ بیان ہوا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف آپ کے دوشِ مبارک کے مقابل ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف انکے دوشِ مبارک کے محاذ پر ہے۔
"خلاصۃ الوفا" میں اس طرح نقشہ دیا ہے۔



حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ وہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی اس آخری علالت کے زمانہ میں فرمایا اللہ تعالے

بالحلف الكاذب، وقال الامام النووي في شرح مسلم المسبل ازاره معناه المرخي له الجار خيلاء و طرفه جاء مفسرًا في الحديث الآخر لا ينظر الله الى من جر ثوبه خيلاء والخيلاء الكبر وهذا التقييد بالجر خيلاء مخصص عموم المسبل ويدل على ان المراد بالوعيد من جره خيلاء، وقد رخص النبي صلى الله عليه وسلم لابي بكر الصديق في ذلك وقال لست منهم اذا كان جره لغير الخيلاء وقال الامام ابو جعفر محمد بن جرير الطبري وغيره وذكر اسبال الازار وحده لانه كان عامة لباسهم وحكم غيره من القميص وغيره حكمه، قلت وقد وجد ذلك مبينًا منصوصًا عليه من كلام الجر ٦
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من رواية سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الاسبال في الازار والقميص والعمامة من جر شيئًا خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة رواه ابو داؤد والنسائي وابن ماجة باسناد حسن انتهى كلام النووي - قلت وقد ورد في اكثر طرق الحديث الذي نحن فيه المسبل مطلقا وفي بعضها المسبل ازاره ولعله قيده بعض الرواة على حسب فهمه من جملة شيوخ استعمال الازار وشهرته الإسبال ٦
في الازار والله تعالى اعلم -

المقالة الثالثة

في قيام ليلة النصف من شعبان وصيام يومها وما ثبت فيها من الادعية والاذكار عن علي بن ابي طالب قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها الحديث

یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے، انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کی قبر شریف کھلی رکھی جاتی، مگر ڈرے یا ڈرائے گئے، شک راوی ہے کہ یہ صیغہ مجہول ہے یا معروف کہ لوگ مسجد بنالیں۔ لصیغہ مجہول کی بناء پر تو ضمیر اس میں شان کی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ انھوں نے یہ عمل اپنے اجتہاد سے کیا، اور لصیغہ معروف یہ مطلب نکلتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور اَبْرَزَ قَبْرُہٗ کے یہ معنی ہیں کہ آپکی قبر انور کھلی ہوئی ہوتی، اور کوئی دیوار وغیرہ حائل نہ ہوتی۔ مقصد یہ ہے کہ گھر سے باہر دفن کیے جاتے۔ اور اسکو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد کی توسیع سے پہلے فرمایا کرتی تھیں۔ اسی بناء پر جب مسجد کی توسیع کی گئی تو ان کے حجرہ کو مثلث شکل میں محدود کر دیا، تاکہ کسی کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرکے قبرِ انور کے سامنے نماز پڑھ سکے۔ مورخین نے سعید بن مسیّب سے نقل کیا ہے کہ اس حجرہ میں شرقی کونے کی جانب ایک قبر کی جگہ خالی ہے جس میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دفن ہونگے۔

تدفین کا وقت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دفن کرنے کے وقت میں اختلاف ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دفن کی ہمیں خبر نہ ہوئی، یہاں تک کہ منگل کے دن صبح کے وقت پھاوڑے (مساحی) کی آواز سُنی۔ اور موطا میں ہے کہ امام مالک کو یہ خبر پہنچی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیر کے دن وصال فرمایا، اور منگل کے دن دفن کیے گئے۔ ترمذی نے بیان کیا کہ رات کے وقت اُسی جگہ جہاں وصال ہوا۔

عن عائشة قالت كانت ليلة النصف من شعبان ليلتي، وكان رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم عندي فلما كان في جوف الليل فقدته فاخذني
ما ياخذ النساء من غيرة فتلفعت بمرطي فطلبت في حجر نسائه فلم اجده فانصرفت
الى حجرتي فاذا انا به كالثوب الساقط وهو يقول في سجوده سجد لك خيالي
وسوادي وآمن بك فؤادي فهذه يدي وما جنيت بها على نفسي يا عظيم
يرجى لكل عظيم اغفر الذنب العظيم سجد وجهي للذي خلقه وصوره
وشق سمعه وبصره ثم رفع رأسه ثم عاد ساجدا فقال اعوذ برضاك
من سخطك واعوذ بعفوك من عقابك واعوذ بك منك لا احصي
ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك اقول كما قال اخي داود اعفر
وجهي في التراب لسيدي وحق له ان يسجد ثم رفع رأسه فقال اللهم
ارزقني قلبا تقيا من الشرك نقيا لا فاجرا ولا شقيا ثم انصرف ودخل
معي في الخميلة ولي نفس عال فقال ما هذه النفس يا حميراء فاخبرته
فطفق يمسح بيديه على ركبتي ويقول ويس هاتان الركبتان ما لقيتا
في هذه الليلة ليلة النصف من شعبان ينزل الله فيها الى سماء الدنيا
فيغفر لعباده الا لمشرك او لمشاحن رواه البيهقي، قال الشيخ الامام
العارف بالله ابو الحسن البكري ومن اولى ما يدعى به في هذه الليلة
اللهم اني اسألك العفو والعافية والمعافاة الدائمة في الدنيا والآخرة
او بعد ذلك في ليلة القدر وهذه افضل الليالي بعدها كما مر، ومن اولى
ما يدعى به ما رواه احمد بسند لا بأس به عن ابي بردة قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لما اهبط آدم الى الارض طاف اسبوعا بالبيت وصلى
خلف المقام ركعتين ثم قال اللهم انك تعلم سري وعلانيتي فاقبل معذرتي

ا؎ مرط بالكسر كليم از صوف ١٢ الكشف ؎ التعفير بالعين المهملة در خاک ماليدن وگرد آلودن ١٢ صراح
٣؎ ويس كلمة تستعمل في موضع رأفة واستملاح للصبي ١٢ صراح

محمد ابن اسحٰق سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبہ کو وفات پائی، اُس روز اور منگل کی رات تک ٹھہرے رہے، اور بدھ کی رات کو دفن کیے گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ منگل کے دن بعد زوالِ آفتاب دفن کیے گئے۔

شعبی کی کفایہ میں ہے لوگوں نے بدھ کے دن صلوٰۃ پڑھی، پھر دفن کیے گئے اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ کس وجہ سے تدفین میں تاخیر ہوئی؟ حالانکہ حضور نے اپنی اہلِ بیت سے انکے موتیٰ کے لیے فرمایا جبکہ انھوں نے دیر لگائی تھی کہ اپنے موتیٰ کے دفن میں جلدی کیا کرو دیر نہ لگایا کرو۔ تو جواب یہ ہے کہ اسکا سبب آپ کی وفات پر انکا عدم اتفاق ہے جیسا کہ مذکور ہوا، یا یہ کہ جائے مدفن میں ان کا اختلاف تھا، یا یہ کہ حضرات اس خلاف میں مصروف تھے جو مہاجرین و انصار میں پیدا ہو گیا تھا، یہاں تک کہ وہ امرِ خلافت جو دین کے اہم امور میں سے تھا طے ہو گیا، اور سب نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی، اس کے بعد ان سب نے دوبارہ مجمعِ عام میں بیعت کر لی۔ تب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کی تدفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ لہٰذا ان حضرات نے غسل دیا کفن دیا اور دفن کر دیا۔ واللہ اعلم

دارمی میں بروایت حضرتِ انس رضی اللہ عنہ ہے انھوں نے کہا کہ میں نے اُس دن سے زیادہ روشن و احسن نہیں دیکھا جس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے یہاں (مدینہ منورہ) تشریف لائے، اور میں نے اُس دن سے زیادہ بُرا اور تاریک دن نہ دیکھا جس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

ترمذی میں بروایت حضرتِ انس رضی اللہ عنہ ہے انھوں نے کہا کہ جب وہ دن ہوا جس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو وہاں کی ہر چیز منور ہو گئی، اور جب وہ دن آیا جس دن آپ نے وصال فرمایا، تو ہر چیز تاریک ہو گئی

وتعلم حاجتي فاعطني سؤلي وتعلم ما في نفسي فاغفر لي ذنوبي اسألك ايمانا يباشر قلبي ويقينا صادقا حتى اعلم انه لا يصيبني الا ما كتبت لي ورضا بما قسمت لي فاوحى الله اليه يا آدم انك دعوتني بدعاء فاستجبت لك ولن يدعوني به احد من ذريتك من بعدك الا استجبت له وغفرت له ذنبه وفرجت همه وغمه واتجرت له من وراء تجارة كل تاجر واتته الدنيا وهي راغمة وان كان لا يريدها، واختلف الآثار في احياء هذه الليلة وقال به من التابعين خالد بن معدان ومكحول ولقمان بن عامر، وخالف في ذلك عطاء و ابن ابي مليكة وغيرهما وعليه اصحاب مالك وشافعي، وكان خالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقهما اسحق بن راهويه يحيي هذه الليلة بجماعة في المسجد، وكان خالد ولقمان يلبسان فيها احسن الثياب ويكتحلان ويقومان في المسجد تلك الليلة فاذا احياها الرجل لنفسه فالظاهر ندب به للاحاديث السابقة ومثلها يعمل به في الفضائل وقال به الاوزاعي، وروى عن عمر بن عبد العزيز انه كتب لعامله بالبصرة عليك باربع ليال من السنة فان الله يفرغ فيه الخير افراغا اول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الفطر وليلة الاضحى لكن النظر في صحته عنه، وقال الشافعي ان الدعاء يستجاب في خمس ليال ليلة الجمعة والعيدين واول ليلة من رجب ونصف شعبان ولا نص للامام احمد في احيائها ويخرج في احيائهما عنه روايتان من
احيى ليلة العيدين انتهى، ومما ثبت من فعله صلى الله عليه وسلم ع ٦٠
انه اتى المقبرة ليلة النصف من شعبان ليستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء، عن عائشة قالت دخل على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

ابھی ہم نے اپنے ہاتھوں سے مٹی نہ جھاڑی تھی، اور دفن میں مصروف تھے کہ ہمارے دل پھر گئے۔

گریہ وزاری

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دفن کیے جا چکے، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زیارت کے لیے آئیں تو کہنے لگیں تمہارے دلوں نے کیسے قبول کر لیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو بخاری نے اسے بیان کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ کے دفن سے فارغ ہوئے، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں، اے ابوالحسن تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دفن کر دیا؟ کہا کہ ہاں! فرمانے لگیں تمہارے دل نے کیسے گوارا کر لیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔ کیا آپ نبی الرحمۃ نہ تھے؟ فرمایا ہاں تھے تو سہی لیکن حکم الٰہی کو کون ٹال سکتا ہے۔ پھر بیٹھ کر رونے لگیں۔ اور فرماتیں یَا اَبَتَاہُ (اے ابا جان) وَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَا نَبِیَّ الرَّحْمَۃِ "اب وحی نہیں آئے گی، اب ہم سے جبریل جدا ہو گئے۔ اے خدا میری روح کو حضور کی روح کے ساتھ ملحق فرما دے، اور آپ کے چہرۂ انور کے دیدار سے سیراب کر دے، اور بروزِ قیامت مجھے آپ کے اجرِ شفاعت سے محروم نہ کرنا

ایک روایت میں ہے کہ تربتِ اطہر کی مٹی ہاتھ میں لیکر سونگھی پھر یہ شعر پڑھا (ترجمہ) اُسے کیا مضائقہ جس نے حضور کی تربت کی مٹی سونگھی، پھر وہ ہمیشہ کبھی خوشبو نہ سونگھے میرے اوپر وہ مصیبتیں آ پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں، تو راتیں ہو جاتیں۔ الاکتفا جو شعر حضرت علی یا حضرت فاطمہ کی طرف منسوب ہیں وہ یہی دونوں شعر ہیں۔

حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علالت کی وجہ سے ضعیف ہو گئے اور اٹھنا دشوار ہو گیا، تب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا! ہائے باپ کی تکلیف! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے باپ کو

فوضع عنه ثوبيه ثم لم يستتم ان قام فلبسهما فاخذتني غيرة شديدة
ظننت انه يأتي بعض صواحباتي فخرجت اتبعه فادركته بالبقيع بقيع ١٦
الغرقد يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء فقلت بابي انت وامي
انت في حاجة ربك وانا في حاجة الدنيا فانصرفت فدخلت في حجري ولي نفس
عال ولحقني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما هذا النفس يا عائشة
فقلت بابي و[illegible] امي اتيتني فوضعت ثوبيك ثم لم تستتم ان قمت
فلبستهما فاخذتني غيرة شديدة وظننت انك تأتي بعض صواحباتي ١٦
حتى رأيتك بالبقيع تصنع ما تصنع قال يا عائشة اكنت تخافين ان يحيف
الله عليك ورسوله بل اتاني جبرئيل عليه السلام فقال هذه الليلة
ليلة النصف من شعبان ولله فيها عتقاء من النار بعدد شعر غنم كلب
ولا ينظر الله فيها الى مشرك ولا الى مشاحن ولا الى قاطع رحم ولا الى
مسبل ولا الى عاق والديه ولا الى مدمن خمر قالت فوضع ثوبيه
فقال يا عائشة تأذنين في قيام هذه الليلة فقلت نعم بابي انت وامي
فقام فسجد طويلا حتى ظننت انه قبض فقلت التمسه ووضعت يدي
على باطن قدميه فتحرك ففرحت وسمعته يقول في سجوده اعوذ بعفوك
من عقابك واعوذ برضاك من سخطك واعوذ بك منك جل وجهك
لا احصي ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك فلما اصبح ذكرتهن له ١٦
فقال يا عائشة تعلميهن وعلميهن فان جبرئيل عليه السلام علمنيهن و
امرني ان ارددهن في السجود رواه البيهقي، وعنها قام رسول الله صلى الله
عليه وسلم من الليل يصلي فاطال السجود حتى ظننت انه قد قبض فلما
رأيت ذلك قمت حتى حركت ابهامه فتحرك فرجعت فلما رفع رأسه

آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہے۔ جب حضور نے وفات پائی تو کہا "اے والد ماجد آپ کا مسکن تو جنت الفردوس ہے۔ ہائے والد ماجد جبریل سے خبر وفات سنی۔

پھر جب حضور دفن کیے گئے تو کہا "اے انس تمہارا دل اس پر راضی ہو گیا کہ تم رسول اللہ پر مٹی ڈالو۔ اسے صرف بخاری نے بیان کیا۔ اور طبرانی نے اتنا زیادہ کیا "اے والد ماجد اپنے رب سے کتنے قریب ہو گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف چھ مہینے حیات رہیں۔ اور اس مدت میں آپ کبھی نہ ہنسیں، اور حق یہ ہے کہ انھیں یہی سزاوار تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر گیا، اسوقت وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ شعر پڑھ رہی تھیں:

(ترجمہ) اے وہ نبی جو جَو کی روٹی سے بھی کبھی شکم سیر نہ ہوئے۔ اے وہ نبی جو چٹائی کو تخت پر پسند فرمائیں۔ اے وہ نبی جو تمام رات کبھی نہ سویا۔ دوزخ کے مالک کے خوف سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آئے، تو انھوں نے اپنا منھ حضور کی چشمہائے مبارک پر اور اپنے ہاتھ حضور کی کنپٹیوں پر رکھ کر کہا، ہائے نبی، ہائے خلیل، ہائے صفی، اور روایت میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو حضرت ابوبکر آئے اور حضور کے پاس پہنچکر پردہ اٹھایا، چہرۂ انور پر سے کپڑا اٹھا کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پھر کہا خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ پھر سرہانے کی طرف جا کر کہا ہائے نبی پھر اپنا منھ حضور کی پیشانی کا بوسہ لیا، پھر سر اٹھا کر کہا، ہائے خلیل، پھر سر جھکا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا، ہائے صفی۔ پھر اپنا سر جھکا کر پیشانی کا بوسہ لیا، اسکے بعد

من السجود وفرغ من صلوته قال یا عائشه او یا حمیراء اظننت ان النبی قد خاس بك فقلت لا والله یا رسول الله ولکنی ظننت انك قبضت لطول سجودك فقال اتدرین ای لیلة هی؟ قلت الله ورسوله اعلم قال هذه لیلة النصف من شعبان ان الله یطلع علی عباده فی لیلة النصف من شعبان فیغفر للمستغفرین ویرحم المسترحمین ویؤخر اهل الحقد کما هم رواه البیهقی، ومما یروی من الصلوٰة فی هذه اللیلة عن علی مرتضیٰ قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی لیلة النصف من شعبان قام فصلی اربع عشر رکعة ثم جلس بعد الفراغ فقرأ بام الکتاب اربع عشر مرة وقُل هُوَ اللّٰهُ اَحَد اربع عشر مرة وقُل اَعُوذُ بِرَبِّ الفَلَقِ اربع عشر مرة وقُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ اربع عشر مرة وایة الکرسی مرة ولَقَد جَاءَکُم رَسُولٌ مِّن اَنفُسِکُم الأیه فلما فرغ من صلوته سألت عما رأیت من صنعه قال من صنع مثل الذی رأیت کان کعشرین حجة مبرورة وصیام عشرین سنة مقبولة فان اصبح فی ذلك الیوم صائماً کان له کصیام ستین سنة ماضیة وسنة مستقبلة رواه البیهقی فی شعب الایمان وقال یشبه ان یکون هذا الحدیث موضوعاً وفی رواته مجهولون وهو منکر واخرجه الجوزقانی فی الاباطیل وابن الجوزی فی الموضوعات وقال موضوع واسناده مظلم، وفی تنزیه الشریعة فی الاحادیث الموضوعة حدیث علی ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یا علی من صلی مائة رکعة فی لیلة النصف من شعبان یقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب وقل هو الله احد عشر مرات الحدیث اخره ویأمر الکاتبین ان لا تکتبوا علی عبدی سیئة

کپڑا ڈھک دیا اور باہر چلے گئے۔
ابوالعباس قصاب نے بوصیری کے "قصیدۂ بردہ" کی شرح میں کہا جب حضرت عمر فاروق کو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہما) کے کہنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات پر یقین آیا، اور اپنے قول سے رجوع کیا، تو اسوقت رو کر کہا میرے ماں باپ قربان! اے اللہ کے اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بیشک، وہ کھجور کا ستون جس پر آپ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، پھر لوگوں کی زیادتی کے وقت آپ نے سنانے کے لیے منبر بنایا تھا تو آپ کے فراق میں وہ روتا تھا، یہانتک کہ آپ نے اپنا دستِ مبارک رکھا تب وہ ساکن ہوا تھا، تو آپ کے فراق میں رونے کی زیادہ سزاوار ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ خدا کی بارگاہ میں آپ کی فضیلت معلوم ہے کہ اُس نے آپ کی طاعت کو اپنی طاعت فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ جس نے رسول کی فرمانبرداری کی اُس نے بیشک، اللہ کی اطاعت کی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان! اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ آپ کی فضیلت خدا کی بارگاہ میں معلوم ہے کہ آپ کی بعثت تو تمام نبیوں کے بعد ہے، مگر آپ کا ذکر سب سے پہلے ہے فرمایا وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ الآیہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! خدا کی بارگاہ میں آپ کی فضیلت معلوم ہے کہ جہنمی تمنا کرینگے کہ کاش آپ کی کرتے، حالانکہ وہ طبقاتِ جہنم میں عذاب پا رہے ہونگے، کہینگے کاش ہم اللہ کی اطاعت کرتے اور اُسکے رسول کی اطاعت کرتے۔ ابوالجوزا نے کہا کہ ایک مدنی شخص تھا جب اُسے کوئی مصیبت پہنچتی تو اُسکا بھائی آکر اُس سے مصافحہ کرتا اور کہتا، اے عبداللہ! اللہ سے ڈرو، کیونکہ رسول اللہ

واكتب له الحسنات الى ان يحول عليه الحول ومن صلى هذه الصلوٰة فالرب يجعل له نصيباً من عنده تلك الليلة قال ابن الجوزي فيه مجاهيل وضعفاء، حديث من قرأ ليلة النصف من شعبان الف مرة قل هو الله احد في مائة ركعة لم يخرج من الدنيا حتى يبعث الله عليه في منامه مائة ملك ثلثون يبشرونه بالجنة وثلثون يؤمنونه من النار وثلثون يعصمونه من ان يخطي وعشرة يكذبون من عاداه قال ابن الجوزي فيه مجاهيل ومتهمون، حديث علي رضي الله تعالى عنه رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة النصف من شعبان صلى اربع عشر ركعة الحديث واسناده مظلم وقال البيهقي يشبه ان يكون موضوعاً ومن البدع الشنيعة ما تعارف الناس في اكثر بلاد الهند من ايقاد السُرُج ووضعها على البيوت والجدران وتفاخرهم بذلك واجتماعهم للهو واللعب بالنار واحراق الكبريت فانه مما لا اصل له في الكتب الصحيحة المعتبرة بل ولا في الغير المعتبرة ولم يرو فيها حديث لا ضعيف ولا موضوع ولا يعتاد ذلك في غير بلاد الهند من الديار العربية من الحرمين الشريفين زادهما الله تعالى تعظيما وتشريفا ولا في غيرهما ولا في البلاد العجمية ما عدا بلاد الهند بل عسى ان يكون ذلك وهو الظن الغالب اتخاذا من رسوم الهنود في السُرُج للدوالي فان عامة الرسوم البدعية الشنيعة بقيت من ايام الكفر في الهند وشاعت في المسلمين بسبب المجاورة والاختلاط واتخاذهم السراري والزوجات من النساء الكافرات قال بعض المتأخرين من العلماء ان استعمال السرج الكثيرة في الليالي المخصوصة من البدعية الشنيعة فان

(ن) فأمر صلى — عه ولا يقاس عليه ما يفعل المؤمنون في ابتهاج الولادة الشريفة ١٢ - القمي

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں عمدہ خصلت ہے کسی شاعر نے کہا ہے (ترجمہ) "ہر مصیبت پر صبر کر اور تحمل کر اور جان لے کہ آدمی ہمیشہ رہنے والا نہیں۔ اور صبر کر جیسا بزرگوں نے صبر کیا ہے کیونکہ مصیبت ایک ایسی سختی ہے، جو آج ہے اور کل جاتی رہیگی۔ اور جب تم مصیبت میں مبتلا ہو اور اُس سے غمگین ہو تو اپنی مصیبت کو نبی اکرم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مصیبت سے بدل دو۔"

دوسرے شاعر نے کہا (ترجمہ) "مجھے وہ وقت یاد ہے جب زمانہ نے ہم میں جدائی کر دی تھی، اُسوقت میں نے اپنی جان کی تعزیت حضور سے کی۔ اور میں نے اپنی جان سے کہا موت تو ہماری راہ ہے۔ لہٰذا جو شخص آج نہیں مرا تو کل مر جائے گا۔"

مروی ہے کہ حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب اذان دیتے اور کہتے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو مسجد گریہ وزاری سے گونج جاتی۔ جب حضور کی تدفین ہو گئی تو حضرتِ بلال نے اذان دینی ترک کر دی شعر (ترجمہ) "اگر فراق کا ذائقہ رضوی پہاڑ چکھتا، تو یقیناً وہ اپنی جگہ سے ہل جاتا۔ مجھ پر شوق کا عذاب اتنا ڈالا گیا کہ لوہا اس کی برداشت سے عاجز ہے۔"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرتِ صفیہ رضی اللہ عنہا نے بکثرت نوحہ میں اشعار کہے، چنانچہ کہتی ہیں (ترجمہ) "ہاں اے اللہ کے رسول آپ ہماری آرزو تھے، اور آپ ہم پر احسان فرماتے کبھی ظلم نہیں کرتے تھے۔ آپ رحیم، ہدایت کرنے والے اور تعلیم دینے والے تھے۔ آج آپ پر رونے والا خوب روتا ہے۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ کی قسم ایک میں ہی آپ کے فراق میں نہیں رو رہی ہوں، لیکن مجھے آپ کے آمدہ فراق نے ڈرا دیا۔ گویا میرا دل آپ کے

كثرة الوقيد زيادة على الحاجة لم يرد باستحبابه اثر في الشرع في موضع ع
قال قال علي بن ابراهيم واول حدوث الوقيد من البرامكة وكانوا
عبدة النار فلما اسلموا ادخلوا في الاسلام ما يموهون انه من سنن ٦ يموهون
الهدى ومقصودهم عبادة النيران حيث سجدوا مع المسلمين الى تلك
السرج وقد جعلها جملة ائمة المساجد نحو صلوة الرغائب شبكة
لجمع العوام وطلب الرياسة والتقدم وملأ بذكرها القصاص مجالسهم
ثم انه تعالى اقام ائمة الهدى في سعي ابطال امثال هذه المنكرات
فتلاشى امرها وتكامل ابطالها في البلاد المصرية والشامية في اوائل
المائة الثانية، وقد انكر الطرطوسي الاجتماع ليلة الختم ونصب المنابر ٦ الطرسوسي
واختلاط الرجال والنساء والتلاعب بينهم حتى يكون ما يكون كذا في التذكرة

شهر رمضان

واما شهر رمضان ففيه صيام وقيام والمراد بالقيام التراويح
ونذكر ههنا احكامها والمسائل المتعلقة بها. اعلم انه قد اختلف
العلماء في التراويح هل تسمى سنة فقال بعضهم لا هي من النوافل
وتسمى مستحبة وقال بعضهم تسمى مستحبة وقال بعضهم تسمى سنة
وهو الاصح وهي سنة مؤكدة للرجال والنساء لتوارثها الخلف عن السلف
والقطع الخلاف لرواية الحسن عن ابي حنيفة رحمهما الله تعالى انها سنة
لا ينبغي تركها وهذا لان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قد اقامها بعض
الليالي ثم تركها وبين العذر في ترك المواظبة وهو خشية ان يكتب علينا
ثم واظب عليها الخلفاء الراشدون خصوصا امير المؤمنين عمر رضي الله

ع واما في ختم التراويح وفي يوم الميلاد اتخاذ السرج وايقادها مستحسن عند المتاخرين من الفقهاء الحنفية ١٢ الرضوى

ذکر سے بھرپور ہے۔ مجھے خوف ہے اُن حوادث کا جو آپ کے بعد پہنچیں گی، میں کیونکر صبر کروں۔ اللہ تعالیٰ جو حضور کا رب ہے رحمت نازل کرے۔ اُس پر جس نے یثرب؎ (طیبہ) میں جگہ لی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میری ماں خالہ، چچا اور ماموں، اسکے بعد میری جان و مال قربان۔ اگر پروردگارِ عالم حضور کو باقی رکھتا تو ہم بہت خوش ہوتے، مگر اُس کا حکم تو پورا ہونا ہی ہے۔ اللہ کی جانب سے سلام و تحیت آپ پر ہو۔ اور آپ جنت کے باغوں میں خوش و خرم رہیں۔

ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب حضور کے چچا زاد بھائی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ نوحہ کہا ہے۔ شعر؎ (ترجمہ): میری نیند جاتی رہی، میرا غم لازوال ہے۔ اور مصیبت زدہ کی رات طویل ہوا کرتی ہے۔ رونے نے میری مدد کی اور یہ اس مصیبت سے جو مسلمانوں پر پڑی ہے کم ہے۔ بلاشبہ ہماری مصیبت بڑی اور ظاہر ہے۔ اس رات سے جس میں کسی نے کہا کہ رسول اللہ نے وفات پائی۔ اور ہماری زمین اس مصیبت سے جو اس کو ڈھانپ لے۔ ایسی ہو گئی کہ قریب ہے اسکے کنارے ہم پر جھک پڑیں، یقیناً ہم نے گم کر دیا اُس وحی و تنزیل کو جو جبریل صبح و شام لیکر ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ اور یہی زیادہ سزاوار ہے۔ اے جس پر یہ مصیبت پڑی کہ انکے دل بہہ جائیں یا آنسو بہا کریں یہ نبی اس شان کے تھے کہ ہم سے شک مٹا دیا کرتے اُس وحی کے ذریعہ جو آپ پر اترتی اور اچھے ارشاد سے۔ اور جنہیں ہدایت فرماتے پھر گمراہی کا خطرہ نہ رہتا۔ یہ رسول ہمارے رہبر تھے۔ اے فاطمہ اگر تم بے قرار ہو، تو تم معذور ہو۔ اور اگر تم صبر کرو یہ اچھی راہ ہے۔ تمہارے والدِ ماجد کی قبرِ انور تمام قبروں کی پیشوا ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے سردار رسولِ مکرم ہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ نوحہ پڑھا، شعر؎ (ترجمہ)

؎ حدیث میں یثرب کہنے کی ممانعت وارد ہے طیبہ کہا جائے ۱۲۔ رضوی

تعالیٰ عنہم اجمعین کما جاء فی الاحادیث . وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی وذکر فی بعض کتب الفقهیة لو ترك اهل البلدة التراويح قاتلهم الامام علی ذلك . ويروی انه كانت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها تقوم خلف ذکوان مولیٰ لها وكذلك ام سلمة كانت تقوم بجماعة النساء امتها مولاتها ام الحسن البصری ونذكر الكلام فيها فی عدة فصول

الفصل الاول فی عدد ركعاتها

فعندنا عشرون ركعة لما روى البيهقی باسناد صحيح انهم كانوا يقومون علی عهد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه بعشرين ركعة وفی عهد عثمان وعلی رضی اللہ عنهما مثله ، وروی عن ابن عباس انه صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشرين ركعة فی رمضان ثم اوتر بعدها بثلث لكن المحدثين قالوا ان هذا الحديث ضعيف والصحيح ما روته عائشة انه صلی احدی عشرة ركعة كما هو عادته فی قيام الليل ، وروی انه كان بعض السلف فی عهد عمر بن عبد العزيز يصلون باحدی عشرة ركعة قصد التشبه برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والذی استقر عليه الامر واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون وما روی انها ثلث وعشرون فلحساب الوتر معها ، وقال مالك ويروی عن الشافعی ايضاً انها ست وثلثون او تسع وثلثون مع الوتر فهو عمل اهل المدينة خاصة وقالوا سبب ذلك ان اهل مكة يطوفون

جب میں نے اپنے نبی کو بے حس و حرکت دیکھا تو کشادگی کے باوجود تمام گھر مجھ پر تنگ ہو گیا۔ اسوقت میرا دل مر جانے کو چاہتا تھا۔ اب میری ہڈیاں تازیست شکستہ رہینگی۔ اے عتیق! تیرا محبوب افسوس گزر گیا۔ اب تجھے تا بہ زندگی صبر ہی کرنا ہے۔ اے کاش میں اپنے آقا کی رحلت سے پہلے ہلاک ہو جاتا میں قبر میں پوشیدہ ہوتا اور میرے اُوپر پتھر ہوتے۔ یقیناً آپ کے بعد وہ حوادث رُونما ہونگے جن سے پسلیاں اور سینے گھٹ جائینگے۔

نیز یہ نوحہ بھی کہا ہے (ترجمہ) وحی نے ہمیں چھوڑ دیا جب سے آپ ہم سے جدا ہوئے۔ اب ہم اللہ کے کلام سے محروم ہو گئے۔ بجز اُس کلام کے جو آپ ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں، جو مکرم کاغذوں پر مشتمل ہے"

حضرتِ حسّان نے یہ پڑھا ہے (ترجمہ): "ہماری آنکھوں کی روشنی آپ ہی تھے، اب آپ کے دیدار سے ہماری آنکھیں نا دیدہ ہو گئیں۔ آپکے بعد اب جو چاہے مرے، مجھے تو آپ کی موت کا خوف تھا"

میراث و ترکہ اور اُس کا حکم!

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوقتِ رحلت روپیہ پیسہ اور غلام وغیرہ کچھ نہ چھوڑا، بجز ایک سفید خچر، ہتھیار اور اُس زمین کے جسکو خیرات کر دیا تھا۔

خلاصۃ السیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رحلت کے دن دو یمنی چادر، ایک عمّانی تہ بند، دو بھاری کپڑے، ایک بھاری قمیص، ایک سحولی قمیص، ایک یمنی جُبّہ، ایک حاشیہ دار سفید چادر، تین چھوٹی چھوٹی مستعمل ٹوپیاں علاوہ ایک پانچ بالشت لمبا تہ بند اور دس میں رنگی ہوئی ایک چادر

بالبيت اسبوعًا ويصلون ركعتي الطواف بين كل ترويحتين واهل المدينة لمّا لعجزوا من ادراك هذه الفضيلة صلوا بين ذلك اربع ركعات ويسمونها الست عشرية واستمر عادتهم على ذلك الى الآن وقد يروى ذلك عن عمر وعلى رضى الله تعالى عنهما لكنه غير مشهور عنهما فان صلى غيرهم ايضًا لا بأس ويستوى فيه الامام وغيره وينبغى ان يصلوا فرادى لان التنفل بالجماعة فى غير التراويح مكروه عندنا لكن اهل المدينة يصلونها بالجماعة والتنفل بالجماعة لا يكره عندهم، قال الشيخ قاسم الحنفى من متأخري علماء مصر التنفل بالجماعة مكروه لانه لو كان مستحبًا لكانت افضل كالمكتوبات ولو كانت افضل لكان المتهجدون القائمون بالليل يجتمعون فيصلون جماعة طلبا للفضيلة فلما لم يرو ذلك عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا عن اصحابه رضوان الله تعالى عليهم اجمعين علم انه لا فضل فى ذلك

الفصل الثانى

المستحب ان يجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة وكذا بين الخامسة والوتر وهو المروى عن ابى حنيفة ولان التراويح مأخوذ من الراحة ففيه تحقيق اسمها وهو المروى عن السلف و اهل الحرمين كانوا مجتمعين على ذلك، اما اهل مكة فانهم يطوفون اسبوعًا واهل المدينة يصلون اربعًا ولكن اهل كل بلد من بلاد المسلمين ثم هو بالخيار ان شاء سبح او هلل او صلى او قرأ القرآن او سكت، ولو ترك الاستراحة بين كل ترويحتين فقيل لا بأس به

ترکہ میں چھوڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم گروہ انبیاء سے ہیں، جو ہم چھوڑتے ہیں اس میں ورثہ نہیں ہوتا بلکہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا میرے ورثا روپیہ تقسیم نہیں کریں گے۔ اپنی ازواج کے نفقہ اور عیال کے خرچہ کے بعد جو بچے وہ صدقہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور فرمایا تمہارا وارث کون ہے؟ فرمایا میری اولاد اور میری اہل۔ تو حضرت فاطمہ نے کہا، پھر کیوں میرے والد کا ورثہ نہیں ملا؟ اسوقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ لا نورث الحدیث یعنی کوئی ہمارا وارث نہیں۔ لیکن میں اُسکے خرچہ کا ذمہ دار ہو جاؤں جسکے خرچہ کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لی تھی اور اُسے خرچ کروں گا جسکو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ مرحمت فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضور کے ترکہ خیبر، فدک اور مدینہ کے صدقات میں سے میراث مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں، جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میراث دینے سے انکار کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ بات گھر کر گئی، پھر اس معاملہ کو ہمیشہ کے لیے ترک فرما دیا یہاں تک کہ انکی وفات ہو گئی۔ پس جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رحلت ہوئی تو انکے شوہر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت (پردہ کی وجہ سے) دفن کر دیا

وقيل لا يستحب لانه يخالف عمل اهل الحرمين الشريفين زادهما الله تشريفاً وتعظيماً، قال العبد الضعيف اصلح الله حاله واحسن مبدأه ومآله ان الانتظار بين الترويحتين على ما تعارف صعب على المصلين بل يمكن ان يقضي الليل بهذا الشيء وان تطويل القراءة غير مستحسن لاستلزامه فوات هذا العمل المستحب المتوارث من السلف بل ينبغي رعاية الاعتدال في القراءة كما يأتي في العدويات، وسيأتي حكم القراءة في التراويح وفي استراحة مقدار اربع ركعات بقراءة معتدلة دون قدر ما صلى الترويحة تكفي ان شاء الله ونرجو من الله القبول.

الفصل الثالث في نية التراويح

فان نوى التراويح او سنة الوقت او قيام الليل في رمضان جاز وان نوى صلوة مطلقة او نوى تطوعاً فحسب اختلف المشائخ فيه حسب اختلافهم في اداء السنن الرواتب، ذكر بعض المتقدمين ان الاصح انه لا يجوز لانها سنة والسنة لا تتأدى بنية التطوع او بنية مطلق الصلوة كما روى الحسن عن ابي حنيفة في ركعتي الفجر وهذا لانها صلوة مخصوصة كالمكتوبات فيجب مراعاة الصفة فلا تتأدى بمطلق النية وذكر اكثر المتأخرين ان التراويح وسائر السنن تتأدى بمطلق النية لانها نوافل والنوافل تتأدى بمطلق النية، والاحتياط ان ينوي التراويح او سنة الوقت او قيام الليل في رمضان وفي سائر السنن ينوي السنة او ينوي الصلوة متابعة لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليكون ابعد عن الاختلاف، ثم قيل هل يحتاج لكل شفع من التراويح على حدة

اور حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اسکی خبر نہ دی، اور آپ پر حضرت علیؓ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ کی وجہ سے لوگوں میں حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کی وجاہت تھی، جب آپ وفات پاگئیں، تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنے سے کشیدہ دیکھا، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرکے اُن کی بیعت کرلی۔ چونکہ حضرت علی نے ان مہینوں تک بیعت نہیں کی تھی اب انکے بعد بیعت کی اسی طرح صحیحین میں مروی ہے، اور بیہقی نے شعبی سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علالت کے زمانہ میں عیادت فرمائی، اُسوقت حضرتِ علی نے حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا یہ ابوبکر ہیں جو اجازت طلب کرتے ہیں! حضرتِ فاطمہ نے فرمایا کیا تم اسے دوست رکھتے ہو کہ میں انھیں اجازت دیدوں؟ حضرتِ علی نے فرمایا، ہاں۔ تب حضرتِ فاطمہ نے اجازت دیدی، پھر حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آگئے اور اُنکو خوش کیا، حتّٰی کہ حضرت فاطمہ خوش ہوگئیں۔ ایسا ہی وفا میں ہے۔ محب طبری کی "ریاض النضرۃ" میں ہے کہ حضرتِ فاطمہ کے پاس حضرت ابوبکر پہنچے، عذر خواہی میں گفتگو کی پھر وہ خوش ہوئیں۔ اوزاعی سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرتِ فاطمہ، حضرتِ ابوبکر سے ناراض ہوگئی تھیں پھر حضرت ابوبکر حضرتِ فاطمہ کے پاس پہنچے، حتی کہ گرمی کے دور میں ان کے دروازہ پر کھڑے ہوگئے فرمایا میں اُسوقت تک یہاں سے نہ جاؤں گا جبتک بنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی نہ ہوجائیں۔ حضرتِ علی حضرتِ فاطمہ کے پاس پہنچے اور انکو قسم دی کہ وہ ان سے راضی ہوجائیں، تب وہ راضی ہوگئیں۔ اسے ابن سمان نے الموافقہ میں بیان کیا۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے خلافتِ فاروقی میں میراثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں منازعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرتِ طلحہ، حضرتِ زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد رضی اللہ عنہم سے

ان ينويها اولاً يحتاج اذا لكل بمنزلة صلوة واحدة -

فالصحيح انه لا يحتاج

الفصل الرابع في قدر القراءة في التراويح

اختلفوا فيه فقيل يقرأ مقدار ما يقرأ في المغرب لانها اخف من اخف المكتوبات وهذا غير سديد لانه لا يقع بهذا المقدار الختم في رمضان، وقال بعضهم يقرأ كما يقرأ في العشاء لانها تبع للعشاء في وقتها وروى الحسن عن ابي حنيفة انه يقرأ في كل ركعة عشر ايات ونحوها لانه يقع به الختم مرة لان عدد ركعات التراويح ستمائة وايات القرآن ستة آلاف فيكون في كل ركعة عشر ايات تقريباً، وقال بعضهم يقرأ في كل ركعة عشرين الى ثلثين لما روى عن عمر بن الخطاب انه دعا ثلثة من الائمة فامر احدهم ان يقرأ في كل ركعة ثلثين اية وامر الثاني ان يقرأ خمسا وعشرين اية وامر الثالث ان يقرأ عشرين اية في كل ركعة فما قاله عمر فضيلة وما قاله ابوحنيفة سنة وهذا لانهم اتفقوا على ان السنة الختم مرة والفضيلة الختم مرتين والافضلية الختم ثلث مرات والختم يقع مرة بما قاله ابوحنيفة ومرتين اوثلث مرات بما امر عمر كذا قالوا، ومنهم من استحسن الختم في الليلة السابعة والعشرين رجاء ان ينالوا فضيلة ليلة القدر اذ الاخبار قد ظاهرت وكثرت على انها هي ليلة القدر ولذا جعل مشائخ بخارا القرآن خمسمائة واربعين ركوعا واعلموا المصاحف بها ليقع الختم في الليلة السابعة والعشرين، ومن المتقدمين من مشائخنا من قال الافضل ان يقرأ في كل ركعة ثلثين اية ويختم في كل عشر ختمة لان كل عشر من الشهر

فرمایا، میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نبی کا تمام مال صدقہ ہے، بجز اسکے کہ وہ کھالیں ہمارا کوئی وارث نہیں؟ سب نے کہا، اے خدا! یہی صحیح ہے۔

قبر شریف کی زیارت

نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قریشی، ہاشمی، مکی، مدنی، ابو القاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم خاتم الانبیاء و المرسلین صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین کی قبرِ شریف کی زیارت مندوب و مستحب ہے مستحبات میں سب سے زیادہ مؤکد اور عبادات میں سب سے زیادہ فضیلت والی، واجب کے قریب قریب اُس شخص کے لیے جسکو گنجائش اور قدرت ہو، کیونکہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جسکو وسعت ہو، اور وہ میری زیارت کو نہ آئے، یقیناً اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ میری اُمت کا ہر وہ شخص جسکو وسعت ہو اور میری زیارت نہ کرے تو اللہ کے نزدیک اسکا کوئی عذر نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا جو شخص میری زیارت کو آیا اور اُس کا مقصود صرف میری ہی زیارت ہو، تو میرے اوپر حق ہے کہ میں بروزِ قیامت اُسکی شفاعت کروں اسے حافظ ابو علی بن سکن نے روایت کیا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے میری قبرِ انور کی زیارت کی مجھ پر اُس کی شفاعت واجب ہے۔ ابنِ عبد الحق نے اسے صحیح بتایا انکے والد پر رحمت ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس نے میری رحلت کے بعد میری زیارت کی گویا اُس نے میری حیات ظاہری میں میری زیارت کی۔ اس باب میں بکثرت روایتیں مروی ہیں جتنا ہم نے بیان کردی ہیں کافی ہیں۔ لہٰذا جب زائر گھر سے چلے اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو

متميز مخصوص وقد جاء في الحديث انه شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار، وروى عن ابي حنيفة انه كان يختم في شهر رمضان احدى وستين ختمة ثلاثين في الليالي وثلاثين في الايام وواحدة في التراويح. وقد روى في المواهب اللدنية مثل ذلك عن الشافعي، ثم قالوا الافضل تعديل القراءة بين التسليمات كما روى الحسن عن ابي حنيفة وجاء عن محمد وان خالف فلا بأس به، واما التسليمة الواحدة فانه لا يستحب تطويل القراءة في الثانية بلا خلاف كما في سائر الصلوات وان طول القراءة في الاولى على الثانية فلا بأس به، واما المختار فانه يجب ان يكون على الاختلاف عند ابي حنيفة وابي يوسف فان عندهما يكون المختار التسوية بين الركعتين ويكون المختار عند محمد تطويل الركعة الاولى على الثانية كما في الصلوات المفروضة -

مسئلة اذا غلط في التراويح فترك سورة او اية وقرأ ما بعدها فالمستحب ان يقرأ المتروكة ثم المقروءة ليكون على الترتيب

مسئلة واذا فسد شفع من التراويح وقد قرأ فيه هل يعيد بما قرأ قيل لا يعيد لان المقصود هو القراءة وقيل يعيد فيكون الختم في الصلوة الصحيحة - وحكم القعود على ما عرف في الاخرى من الاختلاف فيه والفتوى على عدم الفساد - وقيل لا اختلاف في التراويح لمكان الضرورة وقالوا لا ينبغي للقوم ان يقدموا في التراويح الخوشخوان ولكن يقدموا الدرستخوان فان الامام اذا كان يقرأ بصوت حسن يشغل عن الخشوع والتدبر والتفكر وكذا اذا كان لحانا لا بأس بان يترك مسجده كذا في سنن الهدى، ولو كان الفقيه قاريا فالافضل له ان يصلي

ع‍ه استعمل الشيخ لفظ الفارسي معرفا باللام والحق عدم ادخال اللام فيها ١٢ الرضوي

تو راستہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت رکھے کیونکہ اس راہ میں چلنے والے کے لیے فرائض کے بعد درود شریف سے بڑھ کر کوئی عبادت افضل نہیں ہے جب اس کی نظر مدینہ منورہ کے درختوں اور حرم پاک پر پہنچے تو درود و سلام میں اور زیادتی کرے، اور دعا مانگے کہ دنیا و آخرت میں اس زیارت کی برکت سے منتفع ہو کر سعادتمندی نصیب فرمائے، اور یہ کہے کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ لِيْ وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ یعنی اے خدا یہ تیرے رسول کا حرم ہے اسکو میرے لیے نار جہنم سے پناہ اور عذاب آخرت اور برے حساب سے امن دے" اور مستحب ہے کہ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرے اور اچھے عمدہ کپڑے پہنے، خوشبو ملے، اور جو کچھ آسان ہو صدقہ کرے، پھر یہ پڑھتے ہوئے داخل ہو، بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع اور اللہ کے رسول کی ملت پر، اے رب سچائی کی جگہ مجھے داخل کر اور سچائی کی جگہ مجھے نکال، اور بنا دے اپنی طرف سے غالب مددگار" پس جب مسجد کے دروازہ پر پہنچے تو اپنا داہنا پاؤں داخل کرے پڑھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ یعنی اے اللہ میرے گناہ بخشدے اور میرے لیے اپنی رحمت و فضل کے دروازے کھولدے اور جب روضہ مقدسہ کا قصد کرے، یہ روضہ آپ کے منبر شریف اور آپ کی قبر شریف کے درمیان مسجد کا حصہ ہے جو روضۃ من ریاض الجنۃ (یعنی جنت کے باغ کی ایک کیاری) کہا جاتا ہے، تو وہاں سے پہلے نفل پڑھے تحیۃ المسجد ادا کرے، اگر میسر ہو ورنہ روضہ کے دوسرے حصہ میں یا مسجد میں کسی جگہ پڑھے پھر یہاں تک یعنی اس بقعہ شریفہ تک پہنچنے پر سجدۂ شکر ادا کرے۔ نماز و تلاوت کے ما سوا سجدہ میں

يقرأ على نفسه ولا يقتدى بغيره ولا ينقص تسبيحات الركوع والسجود عن الثلث ولا يترك ثناء الاستفتاح والصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايضا لانهما سنتان، وقد يذكر في بعض كتب الفقه خلافه والصحيح هو الاول، واما في الدعوات فان علم من حال القوم ان لا يثقل عليهم يأتي بها والا لا، واذا قرأ في الشفع الاخير في الركعة الاولى المعوذتين قيل قرأ في الثانية فاتحة الكتاب وشيئا من البقرة فيكون حال المرتحل، وقيل يعيد قل اعوذ برب الناس ولا يقرأ شيئا من البقرة مراعاة للنظم والترتيب والمسنون المعمول عليه في الحرمين وسائر ديار العرب التكبير بعد الختم من والضحى الى اخر القرآن والمختار فيه لا اله الا الله والله اكبر، ولو اكتفى بالله اكبر صح، ولو لم يكن الامام حافظ القرآن فقيل الافضل ان يقرأ سورة الاخلاص في كل ركعة، وقيل الافضل ان يقرأ في كل ركعة سورة من القصار وهذا احسن لئلا يشتبه عليه عدد الركعات ولا يشتغل قلبه بحفظها فيفرغ للتدبر والتفكر والمتعارف (له) في هذا الزمان في الحرمين وديار العرب ان يقرأ في الركعة الاولى من الشفع الاول سورة الفيل وفي الثانية قل هو الله احد وفي الاولى من الشفع الثاني سورة لايلاف وفي الثانية قل هو الله احد، وهكذا حتى يقرأ في الشفع العاشر

له فالظاهر انه ينبغي التخفيف على القوم كما يفعله الائمة في زماننا من بداءتهم بقراءة التكاثر في الركعة الاولى وقراءة سورة الاخلاص في الركعة الثانية الى ان يكون قرأ تبت في الركعة التاسعة عشر وسورة الاخلاص في العشرين وليس فيه كراهة في الشفع الاول من الترويحة الاخيرة بسبب الفصل بين الركعتين بسورة واحدة لانه خاص بالفرائض كما هو ظاهر من مذهب الحنفية كثرهم الله سوادهم ١٢ منه

علماء کے درمیان اختلاف ہے پھر قبولِ زیارت کے ساتھ اتمامِ نعمت کی دعا مانگے
اسکے بعد قبر شریف کے پاس آئے، اور حضور کے سر مبارک طرف رخ کرکے اور قبلہ کی طرف
پیٹھ کرکے کھڑا ہو، اور جالی شریف کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے اور نہ اسے بوسہ دے،
کیونکہ یہ اور اسکے علاوہ اور ایسی حرکتیں جاہلوں کا طریقہ ہے، یہ سلف صالحین کا
طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ دیوار شریف سے تین یا چار گز کے فاصلہ سے کھڑا ہو، پھر نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما پر حضورِ قلب کیساتھ
پست آواز اور سکونِ اعضاء سے یہ پڑھے:۔ آپ پر سلام ہو اے رسولوں کے سردار
آپ پر سلام ہو اے نبیوں کے خاتم۔ آپ پر سلام ہو اے چمکتی پیشانی والوں کے لے
چلنے والے۔ آپ پر سلام ہو اے وہ رسول جسکو اللہ نے سارے جہان کی رحمت بنا کے بھیجا
آپ پر سلام ہو اور آپ کی اہلِ بیت وازواجِ مطہرات اور آپ کے تمام صحابہ پر۔
آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمت وبرکت ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز خدا
کے کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ کے بندہ اور اسکے
رسول، اسکے امین، اور اسکی تمام مخلوق میں برگزیدہ ہو۔ اور میں گواہی دیتا ہوں
کہ بلاشبہ آپ نے رسالت کی تبلیغ فرمائی، امانت کو ادا کیا، امت کو نصیحت کی، اور
اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا، اور آپ نے اپنے رب کی عبادت اس وقت تک کی
کہ آپ کو وفات آگئی۔ یا رسول اللہ! ہماری طرف سے اللہ تعالیٰ اس سے افضل
جزاء رحمت فرمائے جو کسی نبی کو اسکی امت کی طرف سے جزا دی ہو۔ اے خدا
ہمارے سردار محمد مصطفےٰ پر اور ہمارے سردار محمد مصطفےٰ کی آل پر ویسا ہی درود بھیج
جیسا کہ سیدنا ابراہیم اور سیدنا ابراہیم کی آل پر عالم کے لوگوں میں درود بھیجا، اور
برکت فرما ہمارے سردار حضور محمد مصطفےٰ پر اور حضور محمد مصطفےٰ کی آل پر جیسے برکت کی
تو نے سیدنا ابراہیم پر اور سیدنا ابراہیم کی آل پر بیشک تو ہی حمد والا برتر ہے۔

قل هو الله احد فی الرکعتین وفی التاسع قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق وفی العاشر قل هو الله احد وقل اعوذ برب الناس ۔

الفصل الخامس فی اداء التراويح بجماعة

من ترك التراويح بجماعة وصلاها فی البيت ففيه اختلاف المشائخ منهم من قال يكون تاركا للسنة وهو مسيء لما روى عن النبی صلى الله عليه وسلم انه قد روى من صلى التراويح صلى بالجماعة وهكذا النقل عن اصحابه رضی الله عنهم وعليه اتفاق فقهاء الامصار، ومنهم من قال يكون تاركا للفضيلة ولا بأس به لما روى عن بعض السلف ذلك ولان النبی صلى الله عليه وسلم تجد ما ترك القيام بالقوم تركهم يصلون فی بيوتهم كيف شاؤا وكان الامر على عهد ابی بكر وصدرا من خلافة عمر هكذا ثم استقر الامر على الجماعة وهو افضل، قال الشيخ قاسم الحنفی والصحيح ان اقامتها بالجماعة سنة على الكفاية حتى لو ترك اهل المسجد كلهم على الجماعة فقد تركوا السنة واساءوا فی ذلك، وان اقيمت التراويح بالجماعة فی المسجد فمن تخلف عنها من افراد الناس وصلى فی بيته فقد ترك الفضيلة ولم يكن مسيئا وان صلوها بالجماعة فی البيت اختلف فيه المشائخ والصحيح ان للجماعة فضيلة وللجماعة فی المسجد فضيلة اخرى فهذا قد حاز احدى الفضيلتين وترك الاخرى، وهكذا فی المكتوبات انتهى۔ وقيل هی كسائر السنن تصلى فرادى اذ هو اقرب الى الاخلاص وابعد من الرياء۔ وقد ورد فی الصحيح افضل صلوة المرء فی بيته الا المكتوبة اقول وهذا القول غير مختار لانه انما يكون فی غير ما ورد فيه الجماعة والتراويح قد ورد فيها الجماعة كما ذكرنا وعن

[illegible]

اے خدا تو نے فرمایا اور تیرا فرمان حق ہے کہ اگر وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، آپ کے پاس حاضر ہوں، پھر وہ اللہ سے مغفرت چاہیں، اور یہ رسول بھی اُنکے لیے مغفرت کریں، تو یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پائینگے اے خدا بیشک ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے حکم کی اطاعت کی اور تیرے نبی کے دربار میں حاضر ہوئے کہ ہمارے گناہوں کی تیرے یہاں شفاعت کریں، اے خدا ہم پر رحمت سے رجوع کر، اور آپ کی زیارت کی برکت سے نیک بخت بنا اور آپ کی شفاعت میں ہمیں داخل کر۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کے دربار میں اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں یقیناً اللہ تعالےٰ نے آپ کا نام رؤف ورحیم رکھا، پس آپ اسکی شفاعت کرینگے جو آپکے پاس اپنی جان پر ظلم، اپنے گناہوں کا اقرار، اپنے رب سے توبہ کرتا ہوا حاضر آیا۔

کسی شاعر نے اِن شعروں کو کہا، اور بعضوں نے مناسک کے رسالوں میں بیان کیا ہے۔ شعر ؎ (ترجمہ):۔

"برتر اُن لوگوں سے جنکی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن ہوئیں، پھر اُنکی خوشبو سے ہموار زمین اور چٹانیں معطر ہوگئیں۔ میری جان اُس قبرِ انور پر قربان جسمیں آپ سکونت پذیر ہیں۔ اسی میں پارسائی ہے، اور اسی میں سخاوت و کرم ہے۔ آپ وہ شفیع ہیں جن کی شفاعت کی اُمید کی گئی ہے، اُس صراط پر جبکہ قدم ڈگمگانے لگیں گے۔"

پھر اپنے لیے اور اپنے والدین، اعزا و احباب کے لیے دعا مانگیں، کیونکہ آپ کی بارگاہ میں ہر دعا مقبول ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ ہم نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ المسمی بہ "جذب القلوب الی دیار المحبوب" میں مدینہ طیبہ سے واپسی اور اسکی راہ میں چلنے کے آداب، اور مدینہ طیبہ میں داخلہ، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

ف ؎ اردو ترجمہ تاریخ مدینہ منورہ مکتبہ نعیمیہ رضویہ موچی گیٹ لاہور سے طلب کریں ۱۲ رضوی

أبي يوسف أنه إن أمكنه أداءها في بيته مع مراعاة القراءة وأشباهها
فيصليها في بيته إلا أن يكون فقيها كبيرا يقتدى به ويكثر الجمع بحضرته
فلا ينبغي له ترك الجماعة ۔

مسئلة يكره أن يكون يستأجر رجلا يؤمهم لأن استيجار الإمام فاسد

مسئلة لو اقتدوا التراويح بإمامين فصلى كل إمام بتسليمة فالصحيح
أنه لا يستحب وإنما يستحب أن يصلي كل إمام ترويحة وعلى هذا يجوز
أن يصلي الفريضة أحدهما والآخر التراويح ۔

مسئلة لو صلى إمام واحد التراويح في مسجدين في كل مسجد
على الكمال اختلف فيه فقيل يجوز لأهل المسجدين كما لو أذن المؤذن
وأقام وصلى ثم صلى في مسجد آخر وصلى معهم فإنه لا يكره ۔

فيصليها

الفصل السادس

إذا صلى التراويح قاعدا من غير عذر فالكلام فيه في موضعين
في الجواز والاستحباب ۔ أما الكلام في الجواز فقد اختلف المشائخ فيه
منهم من قال لا يجوز ومنهم من قال يجوز وهذا هو الصحيح وأجمعوا
على أن ركعتي الفجر قاعدا من غير عذر لا يجوز هكذا روى الحسن عن أبي حنيفة
فمن قال لا يجوز قال[له] هذه سنة تشابهت ركعتي الفجر ومن قال تجوز
قال هذه نافلة لم تختص بزيادة توكيد مثل سنة الفجر فصارت كسائر
السنن والنوافل، والدليل[٢] رواية أبي سليمان عن أبي حنيفة وأبي
يوسف ومحمد ولم يفصلوا بين العذر وغير العذر ۔ وأما الكلام
في الاستحباب فالصحيح أنه لا يستحب لأنه يخالف المتوارث من عمل السلف

له في جواز التراويح قاعدا من غير عذر ١٢

زیارت کے آداب، اور اس شہرِ مبارک میں اقامت کے آداب تفصیل سے بیان کیے ہیں، ان کو وہاں ضرور دیکھنا چاہیے۔

خواب میں دیدارِ سرکارِ ابد قرار

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں رؤیت دیدار پر اس مضمون کو ہم ختم کرتے ہیں، اور جو کچھ اس سلسلہ میں گفتگوئیں ہیں انھیں بھی بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی اتمام کی توفیق مرحمت فرماتا ہے، اسکے ہاتھ میں مقصود کی باگیں ہیں۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا یقیناً اس نے حق دیکھا، کیونکہ شیطان آپ کی شبیہ اختیار نہیں کر سکتا۔ مسلم میں قتادہ کی ایک روایت ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، بیشک اس نے حق دیکھا۔ اور مسلم میں حضرتِ جابر کی یہ حدیث بھی ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ میری شبیہ اختیار کر سکے۔ بخاری میں حضرت ابوسعید کی حدیث ہے کہ شیطان مجھ جیسا نہیں ہو سکتا یعنی میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

اس میں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو فعل سے ملا دیا گیا۔ بخاری میں ابوقتادہ کی حدیث ہے کہ وہ میری صورت پر دکھائی نہیں دے سکتا۔ یعنی یہ کہ اس کی یہ طاقت ہی نہیں کہ میری مماثلت کر سکے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مختلف صورتیں بدلنے کی طاقت دی ہے، جس صورت کو وہ چاہے مگر یہ اسکی طاقت نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورتِ مبارک کی ہم شبیہ بن سکے۔ لہٰذا ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ مقام کا اقتضاء یہ ہے کہ جب دیکھنے والا آپ کا دیدار کرتا ہے تو وہ اسی صورت کریمہ کو دیکھتا ہے جس پر

واذا صلى الامام قاعدًا التراويح بعذرٍ او لغير عذرٍ والقوم قيام فالكلام فى هٰذا الفصل ايضًا فى الموضعين فى الجواز والاستحباب اما الكلام فى الجواز فاختلف المشائخ فيه منهم من قال يجاز عند ابى حنيفة وابى يوسف ولم يجز عند محمد اعتبارًا بالفرض وقال بعضهم يجوز عندهم جميعا وهو الصحيح لانهم لو قعدوا جاز فاذا قاموا كان بالجواز اولى - واما الكلام فى الاستحباب فعند ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالى المستحب ان يقوم القوم الا لعذر لانه جاز لهم القعود والقيام فالقيام افضل لا محالة وعند محمد المستحب ان يقوم لان هذا الاختلاف معتبر عنده حتى منع الفرض من الجواز فكذا يمنع النفل من الاستحباب -

مسئلة يكره للمقتدى ان يقعد فى التراويح فاذا اراد الامام ان يركع يقوم لان فيه اظهار التكاسل فى الصلوٰة والتشبه بالمنافقين قال الله تعالى وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى وكذا اذا غلبه النوم يكره ان يصلى مع النوم بل ينصرف حتى يستيقظ لان فى الصلوٰة مع النوم تهاونا وغفلة وتركا للتدبر وكذا لو صلى على السطح لاجل الحر كذا فى الخلاصة وقد قال الله تعالى قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ

الفصل السابع!

الافضل[1] ان يوتر بجماعة فى رمضان فقط وعليه اجماع المسلمين واختلفوا فى الافضل فقال بعضهم الافضل الجماعة وقال الآخرون الافضل ان يوتر فى منزله منفردا وهو المختار لان الصحابة لم يجمعوا غنية ١٢

[1] [illegible]

آپ اپنی حیاتِ ظاہری میں تھے۔ حتیٰ کہ بعضوں نے اس مقام اتنی تنگی اختیار کی ہے اور کہا ہے، لازمی ہے کہ وہ آپ کی اسی صورتِ مبارکہ دیکھے جس پر آپ نے وصال فرمایا ہے یہانتک کہ اُن سفید بالوں کی گنتی بھی معتبر ہوگی جو بیس ۲۰ تک نہیں پہنچے تھے۔

حماد بن زید سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ جب بھی محمد ابن سیرین سے کوئی بیان کرتا کہ اُس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، تو کہتے کہ اس صورت کی جو دیکھی ہے کیفیت بیان کرو۔ پس اگر وہ ایسی کیفیت بیان کرتا جسکو وہ نہیں جانتے تھے، تو کہتے تم نے دیدار نہیں کیا۔ اس رعایت کی سند صحیح ہے۔

حاکم نے عاصم بن کُلیب کی سند سے بیان کیا کہ مجھکو میرے والد نے حدیث سنائی کہا کہ میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب دیدار کیا ہے، فرمایا کیفیت بیان کرو۔ کہتے ہیں کہ میں نے حسن ابنِ علی رضی اللہ عنہما کا ذکر کر کے اُنکی مشابہت بیان کردی۔ فرمایا بیشک تم نے دیدار کیا، اس کی سند جید ہے۔ لیکن معارض وہ روایت ہے جو ابنِ عاصم دوسری سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اُس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ میں ہر صورت میں نظر آسکتا ہوں۔ اس رعایت کی سند میں ابنِ توامہ ہے جو بسبب مختل ہونے حواس کے ضعیف ہے اور یہ روایت اُس وقت کی ہے جب ابنِ توامہ مختل الحواس ہو گئے تھے اسکے بعد سُنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار صفاتِ معلومہ کے ساتھ ہونا ادراکِ حقیقی ہے اور غیر صفاتِ معلومہ کیساتھ دیکھنا ادراکِ مثالی ہے۔ درست بات یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو زمین تغیر

على الوتر بجماعة كاجتماعهم على التراويح كذا في التبيين وشرح الهداية لابن الهمام والعناية، وفي الغاية يوتر بعدها بجماعة الا ان يكون له التهجد فيجعل الوتر بعده، ويجهر الامام في الوتر في رمضان في الثلث، والمنفرد بالخيار، اختلفوا في ارسال اليدين حال القنوت والاعتماد، واختلفوا في المقتدي في الوتر فقيل يقنت الى قوله بالكفار ملحق ومن بعده يسكت وقيل يؤمن وقيل هو بالخيار ان شاء امن وان شاء قنت، وفي التبيين ويتبع المؤتم قانت الوتر في قنوته ويخفي لانه دعاء وقيل يجهر وقيل عند محمد يقنت الامام دون المؤتم لما لا يقرأ والصحيح الاول.

مسئلة اذا فاته ترويحة او ترويحتان وقام الامام في الوتر اختلف فيه فقيل يوتر مع الامام ثم يقضي ما فاته وقيل يقدم القضاء.

مسئلة لو ركع الامام في الوتر قبل ان يفرغ المقتدي من القنوت فانه يتابعه لان القنوت ليس بموقت ولا مقدر.

مسئلة المسبوق في الوتر اذا قنت مع الامام لا يقنت في قضاء ما فاته

مسئلة اذا شكوا انهم صلوا تسع تسليمات او عشرا اختلف المشائخ

مسئلة ولو تذكر تسليمة بعد ان صلوا الوتر قال محمد بن الفضل لا يصلونها بجماعة وقال الصدر الشهيد يجوز ان يصليها بجماعة كذا في السراج الوهاج ومن فاته ترويحة او ترويحتان فلو اشتغل به يفوته الوتر بالجماعة يشتغل بالوتر ثم يصلي ما فات عنه التراويح كان يفتي الشيخ الامام ظهير الدين كذا في الخلاصة ولو صلى الوتر مقتديا بمن يصلي مكتوبة او وترا او نافلة الاصح انه يجزئه لانه مكروه مخالف له كذا في الفتاوى العالمكيرية والحق انه من صلى الفرض بجماعة يصلي الوتر بجماعة ايضا كما هو الحق والعلم عند الملك العزيز

الرضوي

موہیں کرمی۔ لہٰذا ذاتِ کریم کا دیکھنا تو حقیقی ہے، اور صفات کا ادراک مثال کا دیکھنا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں :- ممکن ہے کہ حضور کا ارشاد "جس نے مجھے دیکھا یقیناً اُس نے حق دیکھا" کا مطلب یہ ہو کہ جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار اُس صورتِ معروفہ کے ساتھ کیا جو آپ کی حیاتِ ظاہری میں تھی، تو یہ دیدار برحق ہے، اور جس نے اسکے علاوہ اور کسی صورت پر دیکھا، تو یہ دیدار تاویلی ہے۔ انتہیٰ۔ اسکے بعد نووی فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اور صحیح یہی ہے کہ اُس نے حقیقۃً حضور ہی کا دیدار کیا، خواہ وہ صفاتِ معروفہ کے ساتھ ہو یا غیر پر انتہیٰ اسکے مقابلہ میں شیخ الاسلام ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ علامہ قاضی عیاض کے کلام سے مجھ کو وہ بات نظر نہیں آتی جو اُسکے منافی ہو، بلکہ ان قول سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں حالت میں مراد حقیقی دیکھنا ہے، لیکن پہلی حالت میں خواب دیکھنا تعبیر کا محتاج نہیں ہے، اور دوسری حالت میں تعبیر کی حاجت ہے اور اس شخص کے قول سے جو یہ کہتا ہے کہ "حضور کا خواب میں دیکھنا صرف صورتِ معلومہ پر ہی ہوتا ہے" یہ لازم آتا ہے کہ جس نے حضور کو کسی اور صفت پر دیکھا تو اُس کا یہ خواب پریشان ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ حضور خواب میں ایسی حالت پر نظر آئیں جو دنیاوی احوالِ لائقہ کے برخلاف، تو پھر بھی حضور ہی کو دیکھا اور اگر شیطان کو یہ قدرت ہو جائے کہ حضور کسی بات سے جس پر آپ ہیں یا وہ آپکی طرف منسوب ہے مشابہ ہو جائے تو یقیناً حضور کے اس عام ارشاد سے معارض ہو جائیگا کہ "شیطان میری مماثلت اختیار نہیں کر سکتا"۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ حضور کے خواب میں دیکھنے کو اسی طرح ہر اُس چیز کو جو آپ کی طرف منسوب ہے، دیکھنے کو ان توہمات سے بالاتر پاک و منزہ رکھنا چاہیئے، کیونکہ یہی اعتقاد حرمت میں برتر اور عصمت میں لائق تر ہے، جیسے کہ بیداری میں شیطان سے محفوظ تھے۔ اب اس حدیث کی

فيه قال بعضهم اعادوا التسليمة واحدة بالجماعة احتياطاً وقال بعضهم لا يزيدون لان الزيادة على التراويح بالشك لا يجوزوا والصحيح انهم يصلون تسليمة اخرى فرادى حتى يقع الاحتياط فى فعل السنة باتمامها ويقع الاحتراز عن اداء النافلة بجماعة التراويح ۔

مسئلة اذا صلى الترويحة الواحدة إمامان كل واحد بتسليمة اختلفوا فيه قيل لا بأس به والصحيح انه لا يستحب ذلك ولكن كل ترويحة يؤديها امام واحد وعليه عمل اهل الحرمين وغيرهم ويكون تبديل الامام بمنزلة الانتظار -

الفصل الثامن فى وقت التراويح

اختلف المشائخ فيه قالت جماعة من اصحابنا الحنفية ومنهم الشيخ اسمعيل الزاهد الليلة كلها الى طلوع الفجر وقت لها قبل العشاء او بعدها وقبل الوتر او بعده لانها قيام الليل وكان شرطها الليل فحسب وقال عامة المشائخ بخارا وقتها ما بين العشاء والوتر فلو صلها قبل العشاء او بعد الوتر لم يؤدها فى وقتها لان الآثار قد وردت هكذا وانما يتبع التراويح الآثار والصحيح ان وقتها ما بعد العشاء الى طلوع الفجر حتى لو صلها بعد الوتر جاز ولو صلها قبل العشاء لا تجوز لانها نوافل سنت بعد العشاء فاشبهن التطوع المسنون بعد العشاء فى غير رمضان وتجوز الصلوة بعد الوتر غايته ان الافضل ان يكون الوتر اخر صلوة الليل لما حقق فى موضعه والمستحب تاخيرها الى ثلث الليل او نصفه وقيل يكره اداءها بعد النصف تشبيها بتاخير العشاء والصحيح انه لا يكره لانها

یہی تاویل صحیح ہے کہ اس سے مراد یہ ہے، حضور کی رؤیت کسی حال میں باطل نہیں ہے، اور نہ یہ خواب پریشان ہے، بلکہ فی نفسہا حق ہے اگرچہ وہ کسی اور صورت پر دیکھے۔ لہٰذا ان صورتوں کی تصویر شیطان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ یہی قول قاضی ابوبکر بن طیب وغیرہ کا ہے اور اسکی تائید میں حضور کا یہ ارشاد ہے کہ "یقیناً حق دیکھا" اسی طرف قرطبی نے اشارہ کیا۔ اور حدیث میں ہمارے شیخ المشائخ حافظ ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں کہ درست یہی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے حضور علیہ السلام کی رؤیت کے سلسلہ میں کہا کہ یہ عام ہے۔ دیکھنے والا کسی حال میں دیکھے، بشرطیکہ رؤیت کسی وقت کی حقیقی صورت پر واقع ہو، خواہ عالم شباب کی ہو، یا اٹھتے ہوئے شباب کی یا ڈھلتی ہوئی عمر کی، یا آخر عمر کی ہو۔ اور کبھی اسکے برخلاف کوئی تعبیر ہوتی ہے جو دیکھنے والے کے حال سے متعلق ہوتی ہے، جیسا کہ بعض علماء تعبیر کہتے ہیں کہ جس نے حضور کو بوڑھا (شیخ) دیکھا تو یہ انتہائی سلامتی کی تعبیر ہے، اور جس نے آپ کو عالم شباب میں دیکھا تو یہ لڑائی کی تعبیر ہے۔ اور ابو سعید احمد بن محمد بن نصر نے کہا کہ جس نے ہمارے نبی کریم کو آپ کی اچھی حالت و ہیئت پر دیکھا تو یہ دیکھنے والے کی درستیِ حال اور کمال جاہ و مرتبت اور دشمنوں پر فتحیابی کی دلیل ہے، اور جس نے آپ کو متغیر الحال مثلاً ترش رو دیکھا، تو یہ دیکھنے والے کی بدحالی کی دلیل ہے اور عارف ابن ابو جمرہ نے کہا کہ جس نے آپ کو اچھی صورت میں دیکھا، تو یہ دیکھنے والے کے دین کی خوبی ہے۔ اور اگر (پناہ بخدا) حضور کے کسی عضو شریف میں عیب و نقص دیکھا تو یہ دیکھنے والے کے دین میں خلل کی دلیل ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی بات حق ہے اور یہ تجربہ میں آچکی ہے، اسی طریقہ پر پایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خواب میں دیدار کرنے سے بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے، حتّٰی کہ دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ

صلوٰة الليل والافضل فيها آخرها، وفي فتاوى قاضيخان ويستحب تأخير التراويح الى ما بعد نصف الليل، وبعضهم قالوا به وهو الصحيح وفي الخلاصة الافضل في التراويح استيعاب اكثر الليل بالصلوٰة والانتظار والاستراحة ولو اخروها الى آخر الليل الصحيح انه يجوز من غير كراهة ـ

مسئلة اذا فاتت التراويح هل تقضى بعد وقتها بالجماعة او بغير الجماعة فالجواب لا تقضى بجماعة واما القضاء بغير جماعة فاختلف المشائخ فيه، قال بعضهم تقضى من الغد مالم يدخل وقت تراويح اخرى، وقال بعضهم تقضى مالم يمض شهر رمضان، وقال بعضهم لا تقضى اصلا وهو الصحيح لانها ليست باكد من السنة بعد المغرب والعشاء وتلك لا تقضى وحدها عند اصحابنا فكذلك هذه والدليل عليه انها لا تقضى بجماعة بالاجماع، ولو كانت تقضى لقضيت كما فاتت فان قضاها منفردا كان مستحبا كسنة المغرب اذا قضاها كذا قال الشيخ قاسم الحنفي، ونقل في سنن الهدى عن السراجية لو قضاها منفردا لكان فعلا حسنا، تم مسائل التراويح ـ

شهر شوال!

شهر شريف من اوائل شهر الحج ويسمى شهر الفطر وفيه يوم العيد يوم مغفرة الذنوب، وقد في الحديث[۱] عن انس انه اذا كان يوم العيد باهى الله تعالى بعباده الصالحين ملآئكة فقال يا ملآئكتي

---

[۱] اول الحديث عن انس اذا كان ليلة القدر نزل جبرئيل في كبكبة يصلون على كل عبد قائم اوقاعد يذكر الله تعالى فاذا كان يوم عيدهم باهى الله بهم ملائكة فقال يا ملائكتي الحديث ۱۲ منه

اس میں کوئی خلل ہے یا نہیں! اسلئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نورانی ہیں مثال مصفیٰ آئینہ کے، آئینہ دیکھنے والے میں جو اچھائی یا برائی ہوتی ہے، وہ آئینہ میں اور اس کی ذات میں بے کم وکاست بخوبی نظر آجاتی ہے۔

خواب میں کلام فرمانا

یہی حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب میں کلام فرمانے کا ہے کہ اس میں بھی بحث ہے۔ لہٰذا اس کلام کو آپ کی سنت سے پرکھا جائیگا، جو سنت کے مطابق ہو حق ہے، جو مخالف ہو وہ سننے والے کی سماعت کی غلطی ہے۔ ثابت ہوا کہ ذاتِ کریم علیہ السلام کا دیکھنا حق ہے، غلطی تو دیکھنے والے کی سماعت وبصارت میں ہے فرمایا اسی سلسلہ میں جو کچھ میں نے سنا یہ بہتر ہے۔ انتہیٰ

اب بندۂ ضعیف کہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے حال کی اصلاح فرمائے۔ میں نے سیدی شیخ عارف باللہ عبدالوہاب بن ولی اللہ متقی سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین متقی سے سنا وہ کہتے ہیں کہ مصر سے ایک استفتاء آیا، اس کا مضمون یہ تھا سادات علماء وشرفاء اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں یہ حکم دیتے دیکھا کہ "شراب پی" اس کی کیا تعبیر ہونی چاہیئے؟

پھر یہ استفتاء جسکے پاس بھی پہنچا اس نے کچھ نہ کچھ لکھا، اور جو جو تاویلات اور اشارے ذہن میں آئے بیان کیے۔ جب یہ استفتاء شیخ عارف باللہ متبع ومقتدیٰ محمد بن عراق کے پاس آیا جو کہ شیخ کامل اور سنت کی پیروی میں نہایت متبع تھے تو انھوں نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ دیکھنے والے کی سماعت نے غلطی کی ہے، کیونکہ حضور علیہ السلام نے تو یہ فرمایا کہ "شراب مت پی" اس کی سماعت نے غلطی کی کہ اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ "شراب پی" واللہ تعالیٰ اعلم

ما جزاء اجير وفى عمله قالوا ربنا جزاءه ان يوفى اجره قال يا ملائكتى عبيدى وامائى قضوا فريضتى عليهم ثم خرجوا يعجون الى الدعاء وعزتى وجلالى وكرمى وعلوى وارتفاع مكانى لاجيبنهم فيقول ارجعوا فقد غفرت لكم وبدلت سيئاتكم حسنات قال فيرجعون مغفورا لهم رواه البيهقى فى شعب الايمان. ومن السنة فى يوم عيد الفطر ان يفطر قبل ان يخرج الى المصلى وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يأكل تمرات وترا هكذا جاء فى رواية البخارى عن انس، وروى الحاكم عن عتبة بن حميد كان يأكل ثلثا او خمسا او سبعا او اقل او اكثر، وقالوا الحكمة فى استحباب اكل التمر حلاوته والحلاوة تقوى البصر بضعفه الصوم وايضا الحلو يرق القلب ويوافق مزاج الايمان ولذا اورد المؤمن حلوى ان رأى احد فى منامه انه كان يأكل حلوا كان تعبيره ان يكون له نصيب من لذة الايمان ولهذا كان الافطار بالحلو افضل كالعسل والتمر مع ما فى التمر من خواص خصوصا فى تمر المدينة على ما ذكر فى موضعه ثلثا او خمسا او سبعا ثم يخرج الى المصلى. ومما صح فى هذا الشهر صيام ستة ايام. فقد روى مسلم فى صحيحه عن ابى ايوب الانصارى ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر، وهذا اذا صام مدة عمره اما اذا صام فى شهر كان كصيام سنة وقد ورد فى هذا المعنى ايضا حديث ثوبان رواه ابن ماجة، وفى رواية فاتبعه بالفاء وليس المراد التعقيب الحقيقى لاستلزامه صوم يوم العيد فيصح من اول الشهر وبعده والمختار عند الشافعى من اول الشهر متتابعة وعند نا الاحمد ولكن اعند احمد بل كانوا

فائدہ

صیام ستۃ ایام شوال کصیام السنۃ

واضح ہو کہ ایک اور حدیث میں مُسلم کی روایت سے مروی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو عنقریب وہ بیداری میں بھی دیدار کر لیگا۔ یا یہ ہے کہ گویا اُس نے مجھے بیداری میں دیکھ لیا، کیونکہ شیطان میری ہم شکل نہیں ہو سکتا۔ اسمٰعیل کی روایت میں ہے کہ بیشک اُس نے بیداری میں مجھے دیکھا یہ قول سیرانی کی جگہ ہے۔ اسی کی مثل ابن ماجہ میں ہے۔ اور اسے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ترمذی نے صحیح کہا ہے۔ علماء نے فسیرانی فی الیقظۃ کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ ابنِ بطال نے اِس قول کی تفسیر میں یہ مُراد لی کہ اس خواب کی تصدیق وصحت اور برحق ہونا بیداری میں معلوم ہو جائیگا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آخرت میں دیکھ لیگا اسلیے کہ آپ کو آپ کی اُمت بروزِ قیامت بیداری کی حالت میں دیدار سے سرفراز ہوگی، خواہ اُس نے خواب میں آپ کا دیدار کیا ہو یا نہیں۔ مازری کہتے ہیں کہ اگر فکانما رأنی فی الیقظۃ کی روایت محفوظ ہے تو اسکے معنی ظاہر ہیں، اور اگر فسیرانی فی الیقظۃ کی روایت محفوظ ہے تو ہو سکتا ہے اس سے اُس زمانہ کے لوگ مُراد ہوں جو آپ کے پاس ہجرت کر کے نہیں آئے۔ کیونکہ ایسا شخص جب آپ کو خواب میں دیکھے گا، تو یہ خواب اس کی علامت ہوگی کہ وہ اس کے بعد بیداری میں دیکھ لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ وحی بھیجی ہوگی۔ اور سیری کی تاویلی معنی میں ایک قول یہ ہے کہ اس خواب کی تعبیر اور صحت بیداری میں دیکھ لے۔ علامہ قاضی عیاض نے یہ احتمال پیدا کر کے جواب دیا ہے کہ اس شخص کا حضور کو اُس صفت معروفہ جس پر آپ ہیں خواب میں دیکھنا، آخرت میں اُسکی عزت و کرامت کا موجب ہوگا اُسوقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی ایسی خاص وضع پر رؤیت ہوگی جس میں

يقولون ما عندنا ابعد من الكراهة والتشبه بالنصارى . وقد
حكم الفقهاء بسنة الغسل يوم العيدين وطريق اثباتها قياسه
على الجمعة لعلة الاجتماع . وقد يروى فى ذلك حديث عن فاكهة
بن سعد فكان له صحبة ولم يعرف له سوى هذا الحديث انه قال
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغتسل يوم الفطر ويوم النحر ويوم
عرفة رواه ابن ماجة فى سننه والطبرانى فى معجمه والبزار فى مسنده
كذا قال الشمنى، وقال الشيخ ابن الهمام هذا الحديث ضعيف كذا
ذكر النووى وغيره، وفى شرح كتاب الحربى روى هذا الحديث وقال الخرقى
كان فاكهة بن سعد يأمر اهله بالغسل فى هذه الايام، وقال رواه
عبد الله بن احمد فى المسند وابن ماجة واورده السيوطى فى جمع الجوامع
عن الشعبى عن زياد بن عياض الاشعرى قال لقوم رأيت منكم كل فعل
رأيته من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الا انكم لا تغتسلون
فى العيدين رواه ابن منده وابن عساكر وقال صحيح عن عياض وقوله
زياد غير محفوظ وقد حكم بعض المحدثين بضعف هذا الحديث ايضا
ولم يوجد فى الكتب الستة حديث فى هذا الباب سوى اثر عن
ابن عمر رضى الله تعالى عنهما انه كان يغتسل يوم الفطر قبل ان يخرج
الى المصلى قالوا وشدة مبالغته فى متابعة السنة تقتضى ان يصح
الحديث فيه والجهر بالتكبير فى طريق المصلى سنة عند الائمة الثلثة
وعند ابى يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى واما عند ابى حنيفة فهو
سنة فى عيد الاضحى دون الفطر والخلاف فى الجهر اما ان كبر
بدون الجهر فهو حسن وذكر الله مستحب فى جميع الاوقات ويفهم

حضور سے قرب اور علوِّ درجات کی شفاعت ہو۔ اسکے علاوہ اور بھی خصوصیات سے نوازا جائے۔ فرماتے ہیں (ممکن ہے کہ) اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت بعض گناہگاروں کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رُویت سے روکے رکھنے کا کچھ مدّت تک عذاب فرمائے۔ ابنِ ابی جمرہ نے اسکو ایک دوسرے ہی محل پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما یا کسی اور سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انھوں نے خواب میں دیکھا، پھر بیدار ہونے کے بعد اس حدیث کے بارے میں سوچتے رہے، اسکے بعد وہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے پاس گئے، شاید وہ اُن کی خالہ حضرتِ میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں، تو انھوں نے انکے لیے وہ آئینہ نکالا جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا۔ پس انھوں نے اس آئینہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت دیکھی، اور اپنی صورت نظر نہ آئی۔

غرضکہ ان جوابات سے پانچ وجہ حاصل ہوئے، ایک یہ کہ خواب بسبیلِ تشبیہ و تمثیل ہے اس پر حضور کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے فَكَاَنَّمَا رَاٰنِی فِی الیقظۃ (گویا کہ اُس نے بیداری میں دیکھا)

دوسری وجہ یہ کہ سَیَرَانِی فِی الْیَقْظَۃِ (عنقریب بیداری میں دیکھ لے گا) اسکے تاویلی معنی یہ ہیں کہ بر سبیلِ حقیقت دیکھ لے گا۔

تیسری وجہ یہ کہ خاص اسی زمانہ کے لوگوں کے لیے ہے جو ملاقات سے پہلے ایمان لائے تھے۔

چوتھی وجہ یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص حضور کے آئینہ میں حضور کو دیکھ لے گا، اگر وہ آئینہ ملنا ممکن ہو۔ شیخ حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ محمل بعید تر ہے۔ اور

من الخلاصة" ان الخلاف فی اصل التکبیر، وقد یروی عن ابی حنیفة الجهر ایضاً کذا فی شرح ابن الهمام، وتمسک الائمة بحدیث رواه الدارقطنی عن ابن عمر قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یکبر یوم الفطر اذا خرج الی المصلی، وقال التمیمی فی رفع هذا الحدیث کلام والصحیح انه موقوف علی ابن عمر وقال الشیخ ابن الهمام هذا الحدیث ضعیف من جهة موسیٰ بن محمد بن عطاء احد رواته، وایضاً هو لایدل علی الجهر وقول الصحابی لایعارض عموم الآیة وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ، وروی عن ابن عباس انه سمع الناس یکبرون فسأل من کان یقود حمله هل کبّر الامام قال لا قال ادرمثل هذا الیوم مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولم یکن احد منا یکبر الامام، وقال ابوجعفر لایمنع العامة من ذلک لِقلّة رغبتهم فی الخیرات انتهیٰ، ومن السنة ان یخالف فی الطریق یوم العید بان یخرج من طریق ویرجع من اُخریٰ، فقد روی البخاری عن جابر قال کان النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اذا کان یوم عید خالف الطریق، وروی الترمذی والدارمی عن ابی هریرة قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اذا خرج یوم العید من طریق رجع من غیره، قد ذکروا فی هذا الفعل نکات واسراراً ذکرناها فی شرح سفر السعادة وقد اختلف فی انه للامام خاصة او لجمیع الناس، ومما ینبغی ان ینبه علیه بیان حکم الصلوٰة قبل صلوٰة العید وبعده، روی البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابن عباس ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم خرج یوم العید فصلی رکعتین ولم یصل قبلهما وبعدهما الحدیث

پانچویں وجہ یہ ہے کہ وہ بروزِ قیامت مزید خصوصیت کے ساتھ دیدار کرے گا[۱۵]
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

ماہ ربیع الآخر

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ماہ مکرم و مشرف ربیع الاول کے بعد بطور ضمیمہ و دامن کے ماہ ربیع الآخر کے حالات کر دیئے جائیں، اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کے ظاہری و باطنی فیوضات سے نوازے ۔

اس ماہِ فاخر ربیع الآخر کے واقعات میں وفاتِ سیدنا و مولانا قطب یگانہ غوث اعظم شیخ الاسلام والمسلمین غوث الثقلین الشیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا ہے ، اور کچھ وہ بیان جو آپ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف واقع ہے اور یہ اشارہ کہ ان اقوال مختلفہ میں کونسا

---

[۱۵] یہاں پر ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابیت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایمان کیساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار کرے اور ایمان پر ہی اسکا خاتمہ ہو تو جب خواب میں کسی کا بخت یاور ہو اور اسے حضور کا جمالِ جہاں آرا نظر آجائے تو کیا وہ بھی شرفِ صحابیت سے مشرف ہے یا نہیں ؟ تو اس سلسلہ میں سیدی و مرشدی حضرت صدر الافاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ اپنی کتاب " سیر الصحابہ " میں تحریر فرماتے ہیں کہ شرفِ صحابیت انہی کو حاصل ہے جنھوں نے زمانۂ نبوت میں عزتِ ملاقات حاصل کی ہو۔ خواب میں دولتِ دیدار سے بہرہ مند ہونے والے کو یہ دعویٰ نہیں پہنچتا، اور پردہ فرمانے کے بعد خلوت میں باریاب ہونا بڑی برکت ہے ، بڑی خوش نصیبی ہے ، لیکن اس سے صحابیت کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا (سیرتِ صحابہ ص۲ مطبوعہ لاہور نیز مکتبہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لال کھوہ موچی گیٹ سے لاہور سے طلب فرما سکتے ہیں قیمت ۱۲ بارہ آنے

وقال الترمذی عن عبد اللہ بن عمرو ابی سعید والعمل علی ھٰذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدهم، وجوز طائفة من اهل العلم الصلوٰة قبل العید وبعدها والاول اصح انتہی وقال فی شرح کتاب الخرقی فی مذهب الامام احمد بن حنبل استخلف علی ابا مسعود الانصاری علی الناس فخرج یوم العید وقال ایها الناس لیس من السنة ان یصلی قبل الامام رواه النسائی، وروی ابن سیرین ان ابن مسعود وحذیفة قاما ونهیا الناس ان یصلوا یوم العید قبل خروج الامام الی المصلی رواه سعید، وقال الزهری ما سمعت من احد من علمائنا ان احدا من اسلاف هٰذه الامة صلی قبل صلوٰة العید او بعدها، والخلاف فی ان هٰذا مخصوص بالمصلی او شامل للمصلی والبیت فقال بعضهم ان صلی فی غیر المصلی فلا بأس به وروی عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یصلی قبل صلوٰة العید فاذا رجع الی بیته صلی رکعتین رواه ابن ماجه واحمد، وقال فی الهدایة ولا یتنفل فی المصلی قبل صلوٰة العید فالکراهة فی المصلی خاصة، وفی الشرح ان صلی صلوٰة الضحی قبل الخروج الی الجبانة لم یکره وقیل فی المصلی وغیر المصلی، وقال ایضا فی الشرح هٰذا النفی باطلاقه یتناول الامام والقوم جمیعا، وقال الشافعی کره للامام دون القوم وقیل المراد من هٰذا النفی انها غیر مسنونة لا انها مکروهة وقال فی فتح الباری المنع عن الصلوٰة قبل صلوٰة العید وبعدها یحتمل ان یکون المراد به منع التنفل او منع الراتبة وعلی المنع عن التنفل اما ان یکون لکراهة فی الوقت او اعم منها وعلی کل تقدیر

قول راجح تر ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ "بہجۃ الاسرار" میں مذکور ہے۔ یہ کتاب حضرت شیخ کرم و مختار کے حالات میں ثقہ مشائخ کبار کی روایات کے ساتھ مشہور ہے اور اس کتاب کے مصنف اور حضور غوث اعظم کے درمیان صرف دو واسطے ہیں۔ حضور غوث اعظم رحمہ اللہ رمضان مبارک میں چند دن بیمار رہے، اور انکے پاس مشائخ میں سے شیخ علی بن ہیتی اور شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی اور شیخ ابوالحسن جوسقی وغیرہ موجود تھے، اسوقت ایک باوقار خوبصورت شخص حاضر ہوا، اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ! میں ماہ رمضان ہوں، آپ کے پاس اس بات کا عذر کرنے آیا ہوں جو آپ کے لیے میری مدت میں مقدر ہو چکا ہے اور میں آپ کو رخصت کرتا ہوں، یہ میرا آپ کے پاس آنا آخری ہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ پس حضرت شیخ ہفتہ کی رات نویں ربیع الآخر کو دوسرے سن میں وفات پا گئے، اور دوسرا رمضان نہ پایا۔ انتہیٰ

اور آپ کے مناقب میں مشائخ نے بیان کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں ہر مہینہ رویت ہلال سے قبل حاضری دیتا تھا۔ اگر تقدیر الٰہی سے اس مہینہ میں کوئی عقوبت اور برائی ہوتی، تو وہ مہینہ ناپسندیدہ صورت میں آتا اور اگر تقدیر الٰہی سے نعمت وخوبی ہوتی تو اچھی صورت میں آتا تھا۔

بہجۃ الاسرار اور خلاصۃ المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، مؤلفہ الشیخ العالم عارف و امام عبداللہ یافعی جس کا تکملہ روضۃ الریاحین ہے میں مذکور ہے کہ کئی مشائخ جن میں آپ کے صاحبزادہ سید السادات سیف الدین عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں نے فرمایا ہم اپنے پیر و مرشد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں جمعہ کی سہ پہر کو آخر جمادی الاخریٰ سنہ ۵۶۰ھ میں حاضر تھے، اور آپ گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک خوبصورت جوان آیا اور آپ کے پاس بیٹھ گیا اور

مخصوصة بالمصلى او شاملة للمصلى والبيت، واختلف السلف فى الجميع فالكوفيون يقولون يصلى بعده لا قبله لا بعده وهو مذهب الاوزاعى والثورى والحنيفة وقال البصريون يصلى قبله لا بعده وهو مذهب الحسن البصرى وجماعة اخرى، وقال اهل المدينة لا يصلى قبله ولا بعده وهو مذهب الزهرى وابن جريج واحمد ونقل بعض المالكية الاجماع على عدم التنفل للامام فى المصلى، ومن جوز قال انه وقت لمطلق الصلوٰة لا كراهة فيه - ومن منع قال لم يصل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومن اقتدى فقد اهتدى - والحاصل انه لم يثبت لصلوٰة العيد سنة لا قبله ولا بعده الا عند البعض قياسًا على الجمعة واما مطلق التنفل فلم يثبت المنع عنها بدليل خاص الا فى وقت الكراهة انتهى - ثم اعلم انهم اختلفوا فى صلوٰة العيد بعد ما فات وظاهر المذهب عند الحنفية انه لا قضاء لصلوٰة العيد لان هذه الصلوٰة لم تثبت الا بخصوصية - وفى بعض شروح الهداية ان شاء صلى ركعتين او اربع ركعات مثل الضحى كما يصلى فى سائر الايام - ونقل عن المحيط وفتاوىٰ قاضيخان ان من جاء المصلى ولم يدرك الصلوٰة مع الامام ان شاء يرجع الى بيته وان شاء صلى ثم انصرف، والافضل ان يصلى اربع ركعات ليكون له صلوٰة الضحى كما نقل عن ابن مسعود باسناد صحيح انه قال من فات عنه صلوٰة العيد صلى اربع ركعات كذا فى فتح البارى وقرء فيها فى الركعة الاولى سبح اسم ربك الاعلى وفى الثانية والشمس وضحها وفى الثالثة والليل اذا يغشى وفى الرابعة والضحى - وروى ابن مسعود فى هذا من

کہا السلام علیک یا ولی اللہ! میں ماہ رجب ہوں آپ کو مبارکباد پیش کرنے آیا ہوں کہ تقدیر الٰہی میں اس ماہ میں عام طور پر لوگوں کے لیے کوئی برائی نہیں ہے راوی کا قول ہے کہ اس ماہ رجب میں لوگوں سے بھلائی کے سوا قطعاً برائی نہ دیکھی، جب اتوار کا دن اس کا آخری روز ہوا، تو ایک بدصورت شخص آیا، اور ہم بھی آپ کے پاس حاضر تھے، اس نے کہا السلام علیک یا ولی اللہ! میں ماہِ شعبان ہوں، میں آپ کی خدمت میں اسلیے حاضر ہوا ہوں کہ تقدیرِ الٰہی سے مجھ ماہ میں بغداد میں وبا، حجاز میں گرانی، خراسان میں خون ریزی ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا اس نے کہا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کے بموجب آپ کا عرسِ مبارک ربیع الآخر کی نویں تاریخ کو ہونا چاہیئے، اور یہ وہ تاریخ ہے جس پر ہم نے اپنے پیر و مرشد، امام عارفِ کامل، شیخ عبدالوہاب قادری متقی مکی قدس سرہٗ کو پایا ہے۔ شیخ قدس سرہٗ آپ کے عرس کے دن کے لیے یہی تاریخ یاد رکھتے تھے، لیکن اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے یا اس سبب سے کہ اپنے پیر شیخ علی متقی قدس سرہٗ کو یا کسی اور شیخ کو دیکھا ہو، بیشک ہمارے ملک میں آجکل گیارھویں تاریخ مشہور ہے، اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے، اسی طرح ہمارے شیخ سیدنا السید البہی الرضی الوصی ابوالمحاسن سید شیخ موسیٰ الحسینی الجیلانی ملتانی، مترجم، بن شیخ کامل عارف معظم مکرم ابوالفتح شیخ حامد الحسنی الجیلانی نے "اورادِ قادریہ" سے جو مخدومِ اعظم و اکرم و امجد و افخم بالاتفاق ولی اللہ ہیں کی تصنیف ہے جکو مخدوم ثانی اور شیخ عبدالقادر ثانی قدس روحہ کہا جاتا ہے نقل کر کے ذکر کیا ہے، اس مقام سے جہاں آپ کے آباؤ اجداد رحمہم اللہ اجمعین کا ذکر ہے اور شیخ امام عبدالوہاب یافعی کی کتاب "خلاصۃ المفاخر" اور اپنی مشہور تاریخ جس کا نام "مراۃ الجنان" میں مذکور ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعدًا جمیلاً واجراً جزیلاً وجاء مثل ھٰذا فی مذھب احمد وذکروا ھٰذا الاثر عن ابن مسعود وقال احمد ویقوی ھٰذا ما جاء عن علی انه امر رجلاً ان یصلی بضعفاء القوم اربع رکعات بلا تکبیر وخطبة وذکر البخاری فی ترجمة باب ان انساً جمع اھله وولده فی زاویة موضع علی فرسخین من البصرة وصلی صلوٰة العید بجمع اھل السواد ویصلون رکعتین مثل صلوٰة العید مع الامام وقال الکرمانی لو فات صلوٰة العید مع الامام قال مالک والشافعی رحمھما اللہ تعالیٰ رکعتین وقال احمد اربع رکعات، وخیر عند ابی حنیفة ان شاء صلی وان شاء لم یصل وعلی تقدیر ان یصلی خیر بین الرکعتین واربع رکعات واللہ تعالیٰ اعلم -

شهر ذی الحجّة

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ما من ایّام العمل الصالح فیھن احبّ الی اللہ من ھٰذه الایام العشر؟ قالوا یا رسول اللہ ولا الجھاد فی سبیل اللہ قال ولا الجھاد فی سبیل اللہ قالوا ولا الجھاد فی سبیل اللہ قال ولا الجھاد فی سبیل اللہ الّا رجل خرج بنفسه وماله فلم یرجع من ذٰلك بشیٔ رواه البخاری وفی صحیح ابن عوانة وصحیح ابن حبان عن جابر ما من ایام افضل من عشر ذی الحجة - قال العلماء لو نذر احد صیام افضل ایام السنة انصرف الی ھٰذه الایام، ونذر صوم یوم افضل من سائر الایام فالی یوم عرفة وان نذر صوم یوم من الاسبوع فالی یوم الجمعة، والمختار

کہ آپ کی وفات، ماہ ربیع الآخر ۵۶۱ھ یا ۵۶۲ھ میں ہوئی ہے اور تاریخ متعین نہیں کی۔ بایں وجہ یا تو انھیں معلوم نہ ہوئی یا بوجہ اختلاف واقع ہونے کے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کی وفات سترہ تاریخ کو ہوئی۔ یہ بے اصل روایت ہے۔ واللہ اعلم

اگر تم یہ کہو کہ ہمارے ملک میں جو مشائخ کرام کی وفات کے دنوں میں عرس کا رواج ہے کیا اسکی اصل ہے، اگر تمہارے علم میں اسکی اصل ہے تو بیان کرو؟ تو میں جواب میں کہونگا۔ میں نے یہی سوال اپنے شیخ امام عبدالوہاب متقی قدس سرہٗ سے کیا تھا، تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ یہ ہمارے مشائخ کے طریقے اور انکی عادتیں ہیں، اور اس بارے میں انکی کچھ نیتیں ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ تمام دنوں کو چھوڑکر اسی دن کو کیوں خاص کیا؟ فرمایا ضیافت (مہمان نوازی) مطلق سنت ہے لہٰذا دنوں کی تعیین سے قطع نظر کیجائے گی۔ شریعت میں اسکی نظیریں موجود ہیں مثلاً مصافحہ کہ بعض مشائخ بعد نماز کرتے ہیں، اور جیسے دسویں محرم (عاشورہ) کو سرمہ لگانا۔ لہٰذا سرمہ لگانا مطلقاً سنت ہے اور اسکی تخصیص کرنا بدعت ہے۔ اسکے بعد فرمایا بعض متاخرین نے مغرب کے مشائخ کرام سے نقل کیا کہ جس دن اولیاء عظام کی بارگاہ میں وصال ہوا، اس دن ان دنوں کی نسبت خیر و برکت اور نورانیت کے امیدوار ہونا بہت زیادہ ہے۔ پھر انھوں نے بہت عرصہ تک سر جھکایا، پھر سر اٹھا کر فرمایا زمانۂ ماضی میں تو یہ کچھ بھی نہ تھا، یہ تو متاخرین کے مستحسنات میں سے ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

ماہِ رجب

(لغت کی کتاب) قاموس میں ہے کہ رَجِبَ فلاناً یعنی اُسے ڈرایا اور اسکی تعظیم کی۔ اور رَجَباً و رُجُوباً و رَجْبَہ و رُجْبَہ بھی بولتے ہیں۔ اسی سے رجب نکلا ہے کیونکہ عرب اس کی تعظیم کرتے تھے، اور اسکی جمع اَرْجاب بمعنی رُجُوب اور رَجَبات جیم کی

ان ايام هذه العشرة افضل لما فيها من عرفة وليالى عشرة رمضان افضل لما فيها من ليلة القدر وهذا هو القول الافضل وقد جاء فى صيام عشر ذى الحجة وفضيلته واستحبابه ايضا احاديث اى فى تسعة ايام منه فقد روى ابو داود والنسائى عن بعض ازواج النبى صلى الله تعالى عليه وسلم انه يصوم تسعة فى ايام ذى الحجة ويوم عاشوراء وثلثة ايام من كل شهر ومن اول الاثنين فيه ومن اول خميس فيه وفى رواية اخرى كان يصوم يوم العشر وثلثة ايام من كل شهر وما روى مسلم والترمذى وابو داود عن عائشة قالت ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صائما فى العشر قط فلا ينافيه لانها انما اخبرت عن عدم رؤيتها فلعلها لم تطلع على صيام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او كان له مانع منه من مرض او سفر او غيرهما هذا ويلزم مما ورد فى فضل مطلق عمل الصالح فى هذه العشرة فضل الصوم ايضا ومن السنن التى تركها الناس ان من اراد ان يضحى فيها شاة كان او بقرة فلا ينبغى ان ياخذ من شعره وظفره حتى يضحى، فقد روى مسلم عن ام سلمة انها قالت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا دخل العشر واراد بعضكم ان يضحى فلا يمسن من شعره وبشره شيئا وفى رواية فلا ياخذن شعرا ولا يقلمن ظفرا، وفى رواية من راى هلال ذى الحجة واراد ان يضحى فلا ياخذ من شعره ولا من اظفاره وفى جامع الاصول من حديث مسلم عن عمرو بن مسلم بن عمار الليثى قال كنا فى الحمام قبيل من يوم الاضحى فطلا يعنى تنور جماعة [illegible]
فقال بعض اهل الحمام قد ينهون من هذا ثم لقيت سعيد بن المسيب

حرکت کے ساتھ ہے۔ اور رجب میں قربانی کرنے کو ترجیب کہتے ہیں)۔ انتہیٰ

اور جزری کی "نہایہ" میں ہے کہ ترجیب کے معنی تعظیم کرنا ہے۔ یہ رجب فلانٌ مولاہٗ عظّمہٗ (یعنی فلاں نے اپنے مولا کی تعظیم کی) سے ماخوذ ہے اور اسی معنی میں ماہ رجب ہے، اسلیے کہ اس کی تعظیم ہوتی ہے۔ اور اسی سے رُجَبُ مُضَر ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے مُضر کی طرف اسکی نسبت اسلیے ہے کہ وہ اسکی تعظیم کرتے تھے۔ اور یہ جو کہا کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے، اس میں اس بات کی تاکید ہے کہ وہ لوگ اسے ہٹایا کرتے تھے، اور ایک مہینہ کو کسی دوسرے مہینہ کی جگہ ٹال دیتے تھے۔ پس وہ (انکے خیال میں) ٹل جاتا تھا۔ عتیرہ رجب کی قربانی کا نام تھا کہ وہ رجب میں ذبح کرتے تھے۔ انتہیٰ

اور اس رجب کو وہ "اصم" کہتے تھے۔ قاموس میں ہے کہ الاصم رجب یعنی اصم رجب ہے، اسلیے کہ رجب میں کوئی آواز نہیں آتی مثلاً اے فلاں اور یا صباحاہ وغیرہ۔ اور نہایہ میں ہے کہ اللہ کا مہینہ اصم ماہِ رجب ہے، اس لیے کہ اس میں ہتھیاروں کی آوازیں نہیں سنی جاتیں کیونکہ یہ حرمت کا مہینہ ہے۔ مجازاً ایسے انسان کی صفت سے موصوف ہوا جو بہرہ ہو۔ بندۂ مؤلف کہتا ہے خدا اسے معاف کرے، یہ جو بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اس ماہ کو اصم اسلیے کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن اپنے آپ کو بہرا بنا لیگا، اور لوگوں پر بھی گواہی جو کسی نے اس مہینہ میں گناہ اور برائیاں کی ہیں نہیں دیگا اور کہیگا کہ میں تو بہرا ہوں مجھ نہیں سن سکتا اور اسی لیے اسے اللہ کا مہینہ کہا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت سے موصوف ہے کہ وہ بندوں کے عیبوں کو چھپاتا ہے، یہ سب بے اصل باتیں ہیں۔ اور اس میں کوئی معقولیت نہیں ہے، اسلیے کہ پردہ پوشی (ستاری) کی صفت سے

فذكرت له قول الحسائي فقال يا ابن اخي هذا حديث نسيه الناس وتركوه حدثتني أم سلمة زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قالت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من رأى هلال ذي الحجة الحديث، وأمّا يوم عرفة فقد اختلف في انه افضل او يوم الجمعة فقيل عرفة افضل ايام السنة والجمعة افضل أيام الاسبوع والدلائل باسرها مذكورة في كتاب سفر السعادة في باب الجمعة وصوم يوم عرفة والجمهور على انه سنة وقيل سنة لغير الواقفين بعرفة.

وعن أم الفضل بنت الحارث ان ناسا تماروا عندها يوم عرفة في صيام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال بعضهم هو صائم وقال بعضهم ليس بصائم فارسلت اليه بقدح لبن وهو واقف على بعيره فشربه متفق عليه. وقد روي نحو هذا الحديث عن ميمونة وقال الترمذي وفي الباب عن ابي هريرة وابن عمر رضي الله تعالى عنهم، وقد روي عن ابن عمر قال حججت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فلم يصمه يعني يوم عرفة ومع ابي بكر فلم يصمه ومع عمر فلم يصمه وانا لا اصومه ولا آمر به ولا انهى عنه والعمل على هذا عند اكثر اهل العلم انهم يستحبون الافطار بعرفة ليتقوى به الرجل على الدعاء وقد صام بعض اهل العلم يوم عرفة بعرفة انتهى. وقد ورد في فضل يوم عرفة انه يكفر سنة التي بعده والتي قبله فالمختار ان صوم عرفة مستحب الا للحاج اذ لم يقووا على الدعاء والاجتهاد فيه والله تعالى اعلم، ومما ينبغي ان ينبه عليه بيان حكم التعريف الذي يفعله بعض الناس في البلاد فاعلم انه قد ذكر بعض علمائنا الحنفية التعريف وهو ان يجتمع الناس يوم عرفة في بعض المواضع تشبها بالواقفين بعرفة ليس بشيء، وعن ابي يوسف ومحمد في غير رواية الاصول انه لا يكره لما روي عن ابن عباس انه

موصوف ہونا گونگے بہرے ہونے کی خصوصیت کا اقتضا نہیں کرتا کیوں کہ بہرے پن سے تو صرف اقوال حجب سلبتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جامع الاصول میں صحاح ستہ کی ایک حدیث بھی ماہ رجب کی فضیلت میں ہم نے نہیں پائی، البتہ جامع کبیر میں کچھ حدیثیں ماہِ رجب کے فضائل اور اس میں اعمال کی فضیلت میں مذکور ہیں، وہ یہ ہیں کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ، اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ اسے ابوالفتح فوارس نے اتائی میں حضرت حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا۔ بیشک رجب عظمت کا مہینہ ہے، اس میں نیکیاں دونی کی جاتی ہیں۔ جس نے اسکے ایک دن کا روزہ رکھا وہ سال بھر کے روزہ کے برابر ہے، اسے رافعی نے سعید سے روایت کیا۔ بیشک رجب اللہ کا مہینہ ہے اسے اصم بھی کہتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں جب آتا تو اپنے ہتھیاروں سے کام لینا چھوڑ دیتے اور انہیں اُتار رکھتے تھے، پھر مسافر لوگ امن سے رہتے، اور راستہ پر امن ہو جاتا، کسی سے کسی کو کوئی خوف نہ ہوتا یہاں تک کہ یہ مہینہ گزر جاتا۔ اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، اور کہا کہ اسکا مرفوع ہونا منکر ہے۔ رجب بڑا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ اس میں نیکیاں دوچند کر دیتا ہے پس جس نے ایک دن کا روزہ رکھا، گویا اُس نے سال بھر روزہ رکھا، اور جس نے اس میں سات دن روزے رکھے تو اس سے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائینگے، اور جس نے اسکے آٹھ دن کے روزے رکھے تو اسکے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائینگے، اور جس نے اسکے دس دن کے روزے رکھے تو وہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگے گا ضرور عطا فرمائے گا، اور جس نے اسکے پندرہ دن کے روزے رکھے تو آسمان سے منادی پکاریگا تیرے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے گئے اب از سر نو عمل کر جس نے زیادہ عمل کیے اُسے زیادہ ثواب دیا جائے گا۔

فعل ذلك بالبصرة كذا في التبيين، ومن الجامع الصغير البرهاني ان قولهم التعريف الذي يصنعه الناس ليس بشيء لم يريدوا به نفي الشرعية لانه دعاء وتسبيح وتضرع الى الله تعالى وانما ارادوا به نفي وجوبه ونفي كونه سنة كذا في فتاوى نجم الدين البلخي، وفي الجامع الصغير والتعريف الذي يصنعه الناس ليس بشيء وذلك ان جمع الصلحاء والعارفين يجتمعون في يوم عرفة في كل بلدة ويهللون ويكبرون شبه الحاج في عرفات فذلك ليس بشيء يعني ليس بشيء من السنة ولكن هو في نفسه من جملة الديانات والخيرات واستباق الخيرات، وذكر في الكافي وقيل يستحب لانه تشبه باهل الطاعة فيكون لهم ثوابهم لكن الفعل في سنن الهدى ولا يخفى ان الذكر والتسبيح والتهليل والدعاء لا بأس به لانها مشروعة في كل الامكنة والازمان ولكن الكلام في لباس الاحرام والتلبية وسائر آداب الحج التي يفعل الواقفون في ذلك المقام، فان الظاهر اختصاصها بهم والله تعالى اعلم بحقيقة المرام هذا وان تمام سائر العبادات والادعية والاحكام فمذكورة في كتب الفقه ورسائل المناسك فليطلب ثمه ولكن هذا آخر ما قصدنا ايراده في هذه الرسالة وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين وصلى الله تعالى على سيد المرسلين وامام المتقين وقائد الغر المحجلين سيدنا محمد وآله واصحابه واتباعه هداة طريق الحق ومحيي علوم الدين الى يوم الدين آمين آمين ثم آمين

تمت

اور رجب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کیا، انھوں نے خود رجب کے روزے رکھے اور ہمراہیوں سے کہا کہ وہ بھی روزے رکھیں، پھر کشتی چھ ماہ تک چل کر یوم عاشورہ کو رکی' اور جودی پہاڑ پر آ ٹھہری۔ پھر حضرت نوح اور آپ کے ہمراہیوں نے روزہ رکھا، یہاں تک کہ وحشی جانوروں نے اللہ عزوجل کے شکر کا روزہ رکھا، اور یوم عاشورہ کو بنی اسرائیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے دریا پھاڑا، اور عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول فرمائی اور عاشورہ کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسے طبرانی نے سعد بن ابو راشد سے روایت کیا۔ ماہ رجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے جس نے اس دن روزہ رکھا اور اس رات میں قیام کیا تو گویا اس نے ایک سو برس کے روزے رکھے اور سو برس تک قیام کیا، وہ رجب کی ستائیسویں تاریخ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی مہینہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت سلمان فارسی سے روایت کیا اور کہا کہ حضرت سلمان سے یہ روایت منکر ہے۔ بلکہ خرشہ بن حر سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ رجب کے روزہ میں لوگوں کے ہاتھ پکڑ کر کھانے میں ڈالتے، فرماتے رجب' رجب کیا ہے۔ رجب تو صرف ایک مہینہ ہے، جس کی زمانہ جاہلیت میں تعظیم کی جاتی تھی، جب اسلام آیا، تو اس کی تعظیم ترک کر دی گئی، اسے ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ابو قلابہ سے مروی ہے انھوں نے کہا رجب کے روزہ داروں کیلئے جنت میں ایک محل ہے، اسے ابن عساکر نے بیان کیا۔ عامر بن شبل جمحی سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص سے سنا وہ بیان کرتا تھا کہ میں نے حضرت انس ابن مالک سے سنا جب وہ فرماتے تھے کہ جنت میں ایک محل ہے جس میں رجب کے روزہ داروں کے سوا

کوئی نہ جائیگا۔ اسے ابن شاہین نے ترغیب میں نقل کیا۔ بیشک جنت میں ایک نہر ہے جسے رجب کہتے ہیں۔ دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں جس نے رجب میں ایک دن کا بھی روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے اس نہر سے سیراب کریگا۔ اسے شیرازی نے "القاب" میں نقل کیا۔ اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت انس سے روایت کی کہ رجب کی پہلی تاریخ کا روزہ تین برس کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور دوسری تاریخ کا روزہ دو برس کا کفارہ ہے، اور تیسری تاریخ کا روزہ ایک برس کا کفارہ ہے، پھر ہر ایک دن کا روزہ ایک مہینہ کا کفارہ ہے۔ اسے ابو محمد خلال نے فضائل رجب میں بیان کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رجب میں ایک رات ہے اس رات کی عبادت کرنے والے کیلئے سو برس کی نیکیاں لکھی جائیں گی اور وہ رات ستائیسویں رجب کی ہے۔ پس جس نے اس میں بارہ رکعت پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر سو مرتبہ اور استغفر اللہ سو مرتبہ اور حضور پر درود شریف سو مرتبہ پڑھی پھر اپنے لیے دنیا و آخرت کی جو چاہا دعا مانگی اور صبح کو روزہ رکھا، تو اللہ تعالیٰ بیشک اس کی ہر دعا قبول کریگا بجز دعائے معصیت کے، اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں ابان سے انھوں نے حضرت انس سے روایت کی اور کہا کہ یہ پہلے سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ اور حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رجب آتا، تو یہ دعا مانگتے، اے خدا رجب اور شعبان میں ہمارے لیے برکت دے اور ماہ رمضان تک پہنچا دے۔ اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن نجار نے روایت کی، اور ابن عساکر نے اتنا زیادہ کیا کہ جب شب جمعہ آتی تو حضور فرماتے یہ منور رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔

اور تنزیہ الشریعت میں بابِ موضوع احادیث کے بیان میں ہے یہ حدیث ہے کہ تمام مہینوں پر ماہِ رجب کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کلاموں پر قرآن کی فضیلت ہے۔ اور حافظ ابنِ حجر کی تبیین العجب میں یہ حدیث اتنی زیادتی کے ساتھ ہے کہ رجب کی فضیلت تمام مہینوں پر ایسی ہے جیسے قرآن کی فضیلت تمام ذکروں پر ہے، اور تمام مہینوں پر شعبان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام نبیوں پر سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت ہے اور تمام مہینوں پر رمضان کی فضیلت ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت تمام بندوں پر ہے۔ حافظ ابنِ حجر نے کہا کہ اسے سلفی نے روایت کیا اور اسکی سند ثقہ ہے بجز ہبۃ اللہ سقطی کے کہ وہ آفت کا پرکالہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور ایک حدیث یہ ہے کہ ماہِ رجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے جس نے اس دن روزہ رکھا اور رات کو شب بیداری کی تو اسکے لیے سَو برس کے روزوں کا ثواب ہے وہ ستائیسویں ۲۷ تاریخ ہے، اسی تاریخ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ اسے دیلمی نے سلمان سے روایت کیا۔ اس حدیث کی سند میں خالد بن ہیاج ہے اور ابنِ ہیاج متروک ہے، اس کی منکر حدیثیں بکثرت ہیں، چونکہ اس حدیث کا محمل خالد بن ہیاج پر ہے وہ آفت کا پرکالہ ہے اور ہناد نسفی کی "فوائد" میں منکر اسناد کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ستائیسویں ۲۷ رجب کو مجھے نبی مبعوث کیا گیا لہٰذا جو اس دن روزہ رکھے اور بوقتِ افطار دعا مانگے اُسکے دس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

اور ابو معاذ شاہ مروزی کی حصہ کتاب میں جو فضائلِ رجب میں عبد العزیز کتانی کی تصنیف ہے ضمیرہ کی سند سے ابن شوذب سے وہ مطر وراق سے وہ شہر بن حوشب سے وہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جس نے رجب کی

ستائیسویں کا روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ اُسکے لیے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب لکھے گا اور یہ وہ دن ہے کہ اس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جبریل علیہ السلام رسالت لیکر آئے۔ اور یہ روایت اس معنی کی تمام روایتوں میں زیادہ مناسب ہے۔

ایک حدیث یہ ہے کہ جس نے رجب میں ایک دن کا روزہ رکھا اور اس کی راتوں میں کسی ایک رات کی شب بیداری کی، تو اللہ تعالیٰ اسے بروزِ قیامت اسکے سامنے اُٹھائیگا اور پل صراط پر لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتا ہوا گذر جائیگا آخر حدیث تک۔ اسے دارمی نے جابر سے بسند اسمٰعیل ابن یحییٰ تیمی بیان کیا۔

ایک حدیث یہ ہے کہ جس نے ماہِ رجب میں ایک رات شب بیداری کی اور دن کو روزہ رکھا، تو اللہ تعالیٰ اُسکو جنت کے میوے کھلائیگا۔ اور اسے جنتی لباس پہنائے گا، اور سبیل بند شراب پلائیگا، اسے دارمی نے حسین بن علی سے روایت کیا، اس میں حصین بن مخارق داخل ہے (جو کہ مطعون ہے)۔

ایک حدیث یہ ہے کہ ماہ رجب حُرمت والے مہینوں میں سے ہے اور اسکے ایام چھٹے آسمان کے دروازوں پر لکھے ہوئے ہیں، پس جب کوئی شخص اسکے کسی دن کا روزہ رکھتا ہے، اور اپنے روزہ کو تقوےٰ الٰہی سے نکھارتا ہے، تو وہ دن اور اُس دن کا روزہ گویا ہوتے ہیں! اے رب اسکو بخشدے، اور اگر تقوےٰ الٰہی سے اس نے روزہ کو پورا نہ کیا، تو وہ دونوں اسکے لیے استغفار نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ تجھ کو تیرے نفس نے فریب دیا۔ اسے ابنِ شاہین اور دارمی نے ابوسعید سے روایت کیا، اس میں اسمٰعیل تیمی ہے۔

ایک حدیث یہ ہے کہ ماہِ رجب اللہ کا گونگا عالی مرتبہ مہینہ ہے جسے اللہ نے اپنے لیے خاص کر رکھا ہے، جس نے اس ماہ میں کسی ایک دن ایمان و ثواب کے لیے روزہ رکھا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا مستوجب ہوگا، اور رمضان کا مہینہ

میری اُمت کا مہینہ ہے، اس میں انکے گناہ فنا کر دیئے جاتے ہیں، جب مسلمان بندہ روزہ رکھتا ہے اور جھوٹ نہیں بولتا اور نہ غیبت کرتا ہے، اور اُسکا افطار پاکیزہ ہوتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا صاف ہوجاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی ڈال کر صاف ہوجاتا ہے۔ اسکو حاکم نے اپنی تاریخ میں ابوسعید سے روایت کیا، اس کی سند میں ابوہارون مہدی اور عثمان بن طلیق کسی کام کے نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں شاید کہ ابوہارون آفت کا پرکالہ ہے، کیونکہ سب نے ہی اسے جھوٹا کہا ہے، حتیٰ کہ بعض کو یہاں تک کہتے ہیں کہ وہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔

ابوداؤد سے یہ حدیث مروی ہے کہ ان سے کسی نے رجب کے روزہ کے بارے میں پوچھا، فرمایا تو نے ایسے مہینہ کے بارے میں پوچھا ہے جس کی زمانۂ جاہلیت کے لوگ تعظیم کرتے تھے، اور اسلام اسکو سوائے فضل اور تعظیم کے اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔ پس جو اسکے کسی ایک دن کا روزہ ثواب جان کر نفل رکھے جو محض اللہ کے لیے ہو تو اسکا یہ روزہ اُس دن کے غضب الٰہی کو بجھا دیگا۔ اور دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بند کر دیگا۔ اور اگر اسے زمین بھر سونا دیا جائے تو یہ اُس روزہ کا بدلہ نہیں ہوسکتا، اور دنیا کی کسی شے سے اسکا اجر پورا نہیں ہوسکتا بجز روز قیامت کے، اور شام کے وقت اس روزہ دار کی دس دعائیں قبول ہوتی ہیں پس اگر وہ دنیا کی کوئی چیز فوراً مانگے تو اللہ تعالیٰ اُسے دیدیتا ہے، اور اسکے واسطے خیر کا ذخیرہ اتنا بہتر محفوظ رہتا ہے کہ اللہ کے ولی اور اُسکے محبوب و صفی میں سے کسی دعا کرنے والے نے مانگا ہو، اور جس نے دو روزے رکھے تو اُسکے واسطے اتنا ہی ہے اور اسکے لیے اسکے ساتھ دس صدیقوں کا ثواب ہے جو کہ انہوں نے تمام عمر میں کیا ہو کہیں تک پہنچ جائے، اور جس نے تین روزے رکھے تو اُسکے لیے اتنا ہی ہے، اور بوقت افطار اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندہ کا حق واجب ہوچکا اور اسکے لیے میری

محبت اور میری دوستی واجب ہو چکی۔ اے میرے فرشتو! تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے
اسکے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے۔ اور جس نے اسکے چار دن کا روزہ رکھا تو اُسکے لیے
اتنا ہی ہے، اور بروزِ قیامت اس حال میں اُٹھے گا کہ اُسکا چہرہ چودھویں رات
کے چاند کی طرح ہوگا، اور اسکی نیکیاں عالج کے ریگستان کے برابر لکھی جائینگی
اور جنت میں داخل کیا جائیگا، اور اس سے کہا جائیگا، خدا سے جو جی چاہے مانگ
اور جس نے اسکے چھ دن کا روزہ رکھا تو اسکے لیے اتنا ہی ہے، اور ایسا نور دیا جائیگا
جس سے قیامت کے دن تمام اس سے مستنیر ہونگے اور آمنین میں اُٹھایا جائیگا
حتیٰ کہ صراط پر بے حساب گزر جائیگا، اور ماں باپ کی ایذا دہی اور قطع رحم معاف
کیا جائیگا، اور اسکی قبر سے ایک نور نکلے گا، اور اسکا چہرہ چمکتا ہوگا جس سے مجمع
روشن ہو جائیگا یہانتک کہ لوگ گمان کرینگے کہ یہ نبیِ مصطفیٰ ہیں! کیونکہ ادنیٰ
عنایت یہ ہوگی کہ بے حساب جنت میں جائیگا۔ اور جس نے اسکے دس دن کے
روزے رکھے تو اسے خوبی ہی خوبی ہے، اسکے لیے اتنا ہی اور اسکا دس گنا، وہ اُن میں
سے ہوگا جنکے گناہ نیکیوں سے بدل دیئے جائینگے، وہ خدا کے نیکوکار مقربین میں ہوگا
وہ ایسا ہوگا جس نے گویا ایک ہزار سال روزہ رکھا، شب بیداری کی، صبر کیا،
ثواب کا امیدوار بنا۔ اور جس نے بیس دن کے روزے رکھے تو اسکا اجر اتنا ہوگا
اور بیس گنا ہوگا، اور وہ اُن میں سے ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبہ میں
مزاحمت کرینگے، اور ربیعہ اور مضر کے قبیلے والوں کے برابر لوگوں کے گناہوں کی
شفاعت کریگا۔ اور جس نے تیس روزے پورے کر دیئے تو اسکے لیے اتنا ہی ہے
اور تیس گنا زیادہ ہوگا، اور آسمان سے منادی ندا کریگا، مبارک ہو اے اللہ کے
ولی! تیرے لیے بڑا مرتبہ اور خدا کا دیدار ہے، اور نبیوں صدیقوں اور صالحوں
کی رفاقت ہوگی، اور یہ لوگ کتنے عمدہ رفیق ہیں، خوشی ہے تیرے لیے، خوشی ہے

تیرے لیے تین مرتبہ کہا جائیگا۔ جب پردہ اُٹھایا جائیگا تو تو انتہائی ثواب کو پہنچے گا
پس جب اسکے پاس موت کا فرشتہ آئیگا، تو اُسکا پرینا رنگا فردوس کے حوضوں سے
اُسے سیراب کریگا یہانتک کہ وہ ہرگز موت کی تکلیف نہ دیکھے گا، اور اپنی قبر میں
ہمیشہ خوش رہیگا، یہانتک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض پر پہنچیگا
پھر جب اپنی قبر سے اُٹھیگا، تو ستر ہزار فرشتے عمدہ موتی اور یاقوت لیے ہوئے
آئینگے، انکے بہترین زیور اور پوشاک ہوگی، پھر وہ کہینگے، اے ولی اللہ اپنے رب
کی پناہ میں آ، جسکے لیے تو سارا دن پیاسا رہا، اور اسکے غم میں تو نے اپنا جسم لاغر کیا،
پس یہ شخص جنتِ عدن میں جانے والوں میں سے سب سے آگے ہوگا۔ خدا ان سے
راضی یہ خدا سے راضی ہونگے، یہی بڑی مراد ہے۔ پھر اگر یہ ہر روزہ کیواسطے
جب توفیق خیرات کرے تو بہت دور ہے بہت دور ہے یعنی اگر ساری مخلوق جمع ہوکر
اسکے ثواب کا اندازہ کریں جو اسے ملا ہے (تو یہ اندازہ سے بہت دور ہے)
بلکہ اسکے دسویں حصہ کا بھی اندازہ نہیں کرینگے جتنا اسے ملا ہے۔ اسے ابن شاہین
نے ترغیب میں مکحول سے روایت کیا، اور اس کی سند میں بعض اندھیریاں ہیں،
اس کی سند میں داؤد بن محبّر ہے جو بدنام ہے، اور سلیمان بن حکم ہے جس کو سب
ضعیف بتاتے ہیں، اور عباد بن کثیر ہے جسکے ضعف پر اجماع ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی
نے "تبیین العجب" میں فرمایا کہ یہ حدیث واضح طور پر موضوع اور من گھڑت ہے،
اللہ تعالیٰ اسکے گھڑنے والے کو روسیاہ کرے۔ خدا کی قسم لکھتے وقت اسکے پڑھنے سے
رونگٹے کھڑے ہوگئے، میرے نزدیک اسکی تہمت داؤد بن محبّر اور عباد بن خالد پر ہے
یہ دونوں جھوٹے ہیں، حالانکہ مکحول نے ابو الدرداء کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ خدا کی قسم
مکحول سے ہرگز یہ روایت نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے رجب سے پہلے جمعہ کے دن خطبہ دیا کہ اے لوگو! تم پر ایک بڑا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، وہ ماہِ رجب ہے جو اللہ کا گونگا مہینہ ہے، اس میں نیکیاں دونی ہوتی ہیں، اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں، اور سختیاں کھولی جاتی ہیں، اور کسی مسلمان کی دعا رد نہیں کیجاتی۔ جس نے اس میں کوئی نیک کام کیا تو اسکے لیے کئی گنا نیکیوں میں زیادتی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ جسکے لیے چاہے دونا کر دے لہٰذا تم شب بیداری، اور دن کا روزہ لازم کرلو۔ جس نے اسکے دن میں پچاس رکعت نماز اسطرح پڑھی کہ ہر رکعت میں جس قدر ممکن ہوا قرآن پڑھا، تو اللہ تعالیٰ بعدِ جفت طاق اور بعدِ اون وبال نیکیاں عطا فرمائیگا، اور جس نے ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اُسکے لیے سال بھر کی برابر روزہ کا ثواب لکھے گا، اور جس نے اپنی زبان کو بری باتوں سے محفوظ رکھا، تو اللہ تعالیٰ منکر و نکیر کے سوال کے وقت تلقین جواب فرمائیگا اور جس نے کچھ خیرات کیا، تو اُس صدقہ سے جہنم کے فتنہ سے اُسکی گردن آزاد ہو جائیگی اور جس نے صلہ رحمی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں صلہ فرمائیگا، اور زندگی بھر اُسکے دشمنوں پر اُسکی مدد کریگا۔ اور جس نے کسی مریض کی عیادت کی تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو اُسکی زیارت و سلام کا حکم دیگا۔ اور جس نے کسی جنازہ کی نماز پڑھی تو گویا اُس نے زندہ درگور کو زندہ کر دیا۔ اور جس نے کسی مسلمان کو کھانا کھلایا، تو اللہ تعالیٰ اُسے اُس دسترخوان پر بٹھلائے گا جس میں بروزِ قیامت حضرتِ ابراہیم و محمد علیہما السلام تشریف فرما ہونگے۔ اور جس نے پانی کا ایک گھونٹ پلایا، تو اللہ تعالیٰ سرچشمہ پانی و شربت سے سیراب کرائیگا۔ اور جس نے کسی مسلمان کو کپڑے پہنائے تو اللہ تعالیٰ ایک ہزار بہشتی جوڑے پہنائے گا۔ اور جس نے کسی یتیم کی خاطر داری کی اور اُسکے سر پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ اُسکے ہاتھ کے نیچے کے ہر بال کے بدلے مغفرت کریگا۔ اور جس نے اللہ عزوجل سے ایک بار استغفار کی تو اُسے اللہ تعالیٰ بخش دیگا۔

اور جس نے ایک بار سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہا، تو اللہ تعالیٰ اُسکو کثرت ذکرِ الٰہی کرنیوالے مرد و عورت کی فہرست میں نام لکھ دیگا، اور جس نے ایک مرتبہ قرآن کا ختم کیا تو اللہ تعالیٰ اُسے اور اُسکے ماں باپ کو ایک ایک تاج جواہرات سے مرصع پہنائیگا اور قیامت کے دن کی رُسوائی سے امن دیگا۔ اسے ابن عساکر نے نقل کیا اور ایک اور منکر کہا، اور "تبیین العجب" میں ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ انتہی

یہ تمام حدیثیں جو ہم نے بیان کی ہیں، اپنے پاس موجود کتب سے ہیں۔ ان کے اقوال کے مطابق ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں اور انتہائی ضعیف ہیں اور تمام موضوع و من گھڑت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور اس مہینہ کے سلسلہ میں جو لوگوں میں مشہور ہے، اُن میں سے ایک لیلۃ الرغائب ہے، وہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات ہے۔ اور مشائخ کے نزدیک اس رات میں ایک مشہور نماز ہے، لیکن محدثین اسکا سختی سے انکار کرتے ہیں، حتیٰ کہ امام محی الدین نووی فرماتے ہیں کہ ان کی عبارت یہ ہے:۔

"لیکن صلوٰۃ الرغائب اور شعبان کی پندرھویں شب کی نماز یہ دونوں مسنون نہیں ہیں، بلکہ بدعتِ قبیحہ مذمومہ ہیں۔ اور ابو طالب مکی کا قول جو قوت القلوب میں ہے قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ اور نہ حجۃ الاسلام امام غزالی کا قول جو احیاء العلوم میں مذکور ہے قابلِ التفات ہے، اور ان دونوں کتابوں میں اسکے متعلق مذکور حدیثیں معتبر نہیں، کیونکہ وہ باطل ہیں۔ اور عزالدین ابن عبدالسلام نے ان دونوں کے ابطال میں نفیس کتاب تصنیف کی ہے جس میں عمدگی کے ساتھ احسن طریقہ سے بیان کیا ہے اور امام مذکور نے اپنے فتاوے میں بھی ان دونوں کی مذمت بیان کر کے انکار کیا ہے، اور کہا کہ ان کا چھوڑنا اور ان سے اعراض کرنا اور کرنے والوں پر انکار کرنا مسنون ہے، اور ولی الامر (حاکم وقت) پر بتوفیقِ الٰہی اسکے کرنے سے لوگوں کو روکنا لازم ہے

کیونکہ وہ محافظ ہے، اور ہر محافظ سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اور بعض علماء نے اسکے انکار و مذمت اور ایسی نماز پڑھنے والوں کی حماقت پر کتابیں تحریر کی ہیں۔ اور شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی ہیثمی نے فرمایا یہ ہمارا اور ہمارے علماء کا اور متاخرین ائمہ کا مذہب ہے۔ اور یہی مذہب اکثر علماءِ حجاز اور فقہائے مدینہ کا ہے اور شیخ مذکور نے اس بارے میں ایک کتاب لکھی ہے، اس میں یہ حدیث ہے کہ "جس نے ستائیسویں ماہِ رجب کی شب میں ایسی بارہ رکعتیں پڑھیں جنکی کیفیت مذکور ہو چکی ہے پھر صبح روزہ رکھا، پھر یہ یاد کیا کہ یہ وہ رات ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے" سو یہ حدیث موضوع ہے، اور اس حدیث کی دو سندیں بھی ہیں، اس میں کچھ زیادہ ہے، اور اسکی سند میں دو بدنام جھوٹ بولنے والے ہیں۔ اور اسی میں یہ حدیث ہے کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ اور رمضان میری امت کا۔ بلاشبہ ماہِ رجب مغفرت کے ساتھ اور رمضان کی حفاظت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور بیشک جس نے رجب میں روزہ رکھا تو گزشتہ تمام گناہوں کی مغفرت کا مستحق ہو گیا۔ اسکے سوا اور بھی بہت فضیلتیں مذکور ہیں یہ حدیث جھوٹی اور موضوع و من گھڑت ہے۔ اور اس کتاب میں شیخ نے بکثرت ایسی نمازیں جمع کی ہیں جنکا سنت میں کہیں پتہ نہیں۔ بلکہ وہ بدعتِ منکرہ ہیں اور عوام یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سنت ہیں۔ اس سلسلہ میں اصل اور معتمد علیہ وہ ہے، جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہو۔ لہٰذا راتوں میں سے کسی خاص جمعہ کی رات کو شب بیداری کے لیے مخصوص نہ کرو، اور نہ دنوں میں سے کسی خاص جمعہ کی تخصیص کرو، مگر یہ کہ کوئی تم میں سے ورد وغیرہ کے لیے روزہ رکھے۔ اور کچھ ایسی باتیں ہیں جو بدعت منکرہ مخالف سنت ثابت ہیں۔ واللہ اعلم

اب بندۂ ضعیف اللہ تعالیٰ اسکے حال کی اصلاح فرمائے اور اسکا انجام بخیر کرے

کہتا ہے کہ یہ تو محدثوں کا بیان ہے جو انھوں نے اپنے طریقہ پر مسائل کی تحقیق کر کے حدیثوں کو نقل کیا ہے اور ان سے تعجب ہے کہ وہ اس باب میں مبالغہ کرتے ہیں، حالانکہ صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ اور سب سے زیادہ تعجب شیخ محی الدین نووی پر ہے، باوجودیکہ وہ فقہی مسائل میں انصاف کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور حنفیوں کے ساتھ بغض نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ شافعیوں کی عادت ہے پس اس میں جس میں ہماری گفتگو ہے اغماض نہ کرنا زیادہ بہتر تھا، کیونکہ امام نووی مشائخ عظام اور علماء کرام رحمہم اللہ وقدس اسرارہم سے نسبت رکھتے ہیں۔

اور بیشک مؤلف جامع الاصول نے اپنی کتاب میں رزین سے ایک حدیث بیان کی ہے، باوجودیکہ اس کتاب کا موضوع یعنی مقصد صرف کتب ستہ جسے صحاح ستہ کہا جاتا ہے کی حدیثوں کو جمع کرنا ہے۔ جب انھوں نے اس باب میں ان کتابوں میں حدیث نہ پائی، تو دوسری کتاب سے باب کھولا اور پورا کرنے کیلئے لے آئے، اور کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ الرغائب کا تذکرہ فرمایا وہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات ہے۔ پس مغرب و عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں چھ سلام کے ساتھ پڑھے، اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ تین بار سورۃ القدر، اور بارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے، جب نماز سے فارغ ہو، تو دعا مانگے، اے خدا درود بھیج سیدنا محمد نبی امی پر اور آپ کی آل پر۔ بعد سلام پھیرنے کے ستر مرتبہ پڑھے، پھر ایک سجدہ کرے، اس سجدہ میں ستر بار سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحِ پڑھے پھر سر کو اٹھائے اور کہے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ الخ یعنی اے رب بخش دے اور رحم فرما اور جو تو جانتا ہے اس سے درگزر کر، بیشک تو ہی برتر و اعظم ہے اور دوسری روایت میں اَلْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ ستر بار پڑھنا مروی ہے۔ پھر سجدہ کرے اور وہی کہے جو پہلے کہا تھا، پھر سجدہ کے اندر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے

بیشک اللہ اپنے سائل کو رد نہ فرمائیگا۔ مؤلف جامع الاصول فرماتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جو مجھے رزین کی کتاب میں ملی ہے، اور صحاح ستہ کی کسی کتاب میں مجھے نہ ملی حالانکہ یہ حدیث مطعون فیہ ہے۔ انتہیٰ۔ اور کتاب بہجۃ الاسرار میں لیلۃ الرغائب کا تذکرہ سیدنا الشیخ قطب ربانی، غوث صمدانی، محی الدین عبد القادر حسنی جیلانی کے بیان میں موجود ہے "فرمایا مشائخ کا اجتماع ہوا، اور وہ لیلۃ الرغائب تھی، آخر حکایت تک"

اور یہ بھی مذکور ہے کہ دونوں شیخ و پیشوا یعنی شیخ عبد الوہاب اور شیخ عبد الرزاق سے منقول ہے کہ ان دونوں نے فرمایا کہ شیخ بقا ابن بطو جمعہ کے دن صبح کیوقت رجب ۵۵۹ھ کی پانچویں تاریخ کو ہمارے والد ماجد حضور شیخ محی الدین عبد القادر رحمہ اللہ کے مدرسہ میں آئے۔ ہم سے کہا کہ تم نے مجھ سے آج صبح سویرے آنے کا سبب نہ پوچھا۔ میں نے رات کو ایک نور دیکھا کہ اس سے دنیا روشن ہو گئی، اور وہ دنیا کے اطراف میں پھیل گیا، اور میں نے ذوی الاسرار (اللہ تعالیٰ) کے اسرار دیکھے پس کچھ تو اُس سے متصل تھے، اور کچھ ایسے تھے کہ کوئی مانع اتصال سے روک رہا تھا اور جو بھی اس سے متصل تھا اُس کا نور کئی گنا تھا۔ پھر میں نے اُس نور کا سرچشمہ تلاش کیا تو ناگاہ وہ نور حضور غوث اعظم رحمہ اللہ سے صادر ہو رہا تھا۔ اسکے بعد میں نے اس کی حقیقت دریافت کرنی چاہی تو وہ اُنکے شہود کا نور تھا کہ اُنکے قلب کے نور سے مقابل ہو رہا تھا، اور یہ دونوں نور باہم متصادم ہو رہے تھے، اور ان دونوں کی روشنی اُنکے آئینہ جمال پر چمک رہی تھی، اور وہ متصادم شعاعیں انکے جمع ہونے کی جگہ سے متفرق ہو نیکے وصف کی طرف مل رہی تھیں۔ پس اس سے ساری دنیا روشن ہو رہی تھی، اور وہ فرشتہ جو اس رات اُترتا تھا آپ کے پاس آتا مصافحہ کرتا تھا مشائخ عظام کے نزدیک اس کیفیت کا نام "شاہد" اور "مشہود" ہے۔ وہ دونوں فرماتے ہیں کہ پھر ہم اُنکے قریب ہوئے اور اُن سے پوچھا کیا آپ نے آج رات

صلوٰۃ الرغائب پڑھی تھی؟ تو انھوں نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) جب میری آنکھ اپنے محبوبوں کی صورتوں کو دیکھ لے تو میری نماز لیلۃ الرغائب میں یہی ہے۔ چہرے جب اپنا جمال تاباں کرتے ہیں تو ہر طرف سے تمام عالم منور ہوجاتا ہے، اور جس نے محبت کو کما حقہٗ پورا نہ کیا تو وہ شخص ایسا ہے کہ اس نے کبھی واجب ادا نہیں کیا۔"

اور "تنزیہ الشریعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" میں حضرت انس بن مالک سے مرفوعاً یہ روایت مذکور ہے کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے، اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کے ارشاد "رجب اللہ کا مہینہ ہے" کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا اسلیے کہ یہ مغفرت کے ساتھ مخصوص ہے۔ آخر حدیث تک۔ اور اس میں ہے کہ ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی رات سے غافل نہ رہو، کیونکہ یہ ایسی رات ہے کہ فرشتے اسے رغائب کہتے ہیں۔ اور اس میں ہے کہ جو کوئی جمعرات کے دن ماہِ رجب میں روزہ رکھے، پھر مغرب و عشاء کے درمیان یعنی جمعہ کی رات کو بارہ رکعت پڑھے، اور یہ حدیث آخر تک نماز کی صفت میں چلی گئی ہے۔ پھر کہا کہ اسکی سند میں علی بن عبداللہ داخل ہے۔ ابن جوزی نے کہا کہ محدثین اسے بدنام اور جھوٹا کہتے ہیں، اور ہم نے آپ سے سنا وہ فرماتے تھے اسکے تمام راوی مجہول ہیں۔ پھر میں نے تمام کتابوں میں ان کی تفتیش کی تو انھوں نے ان کو درج تک نہیں کیا، بلکہ اتنا زیادہ کیا کہ شاید یہ لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ حافظ عراقی امالی میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی نے امالی دمشقی کی ہے کہ اس حدیث کو امالی بن حصین کی چودھویں مجلس میں لائے ہیں، اور یہ کہدیا کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث مروی ہے کہ جس نے مغرب کی نماز کے بعد رجب کی پہلی رات میں بیس ۲۰ رکعتیں پڑھیں، آخر حدیث تک۔ اسکے آخر میں ہے کہ وہ صراط پر

بجلی کی مانند بغیر حساب و عذاب گزر جائیگا۔ اسے جوزقانی نے بیان کیا۔ اس میں بکثرت مجہول راوی ہیں“۔ ایک حدیث یہ ہے کہ جس نے رجب میں ایک دن کا روزہ رکھا اور اس دن چار رکعت نماز پڑھی، یوں کہ پہلی رکعت میں سو مرتبہ آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں سو مرتبہ قل ہو اللہ احد، وہ اس وقت تک نہیں مریگا جبتک کہ وہ اپنا مقام جنت میں نہ دیکھ لے۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس میں بکثرت مجہول متروک راوی ہیں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ جس نے رجب کی ستائیسویں[۲۷] رات میں بارہ[۱۲] رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ ملائی، پھر جب فارغ ہو جائے تو بیٹھ کر سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر چار مرتبہ سبحان اللہ الخ پڑھے، پھر صبح کو روزہ رکھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے ساٹھ سال کے گناہ محو فرما دے گا۔ اور یہ وہ رات ہے جس میں اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اس حدیث کو ابن حجر نے ابن جوزی کی موضوعات میں داخل بتایا ہے، حالانکہ وہاں موجود نہیں ہے شاید کہ بعض نسخوں میں ہو، اور بعض میں نہ ہو۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث پہنچی کہ رجب میں ایک رات ہے کہ اس شب میں عمل کرنے والے کیلئے سو برس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور یہ رات رجب کی ستائیسویں[۲۷] رات ہے۔ لہٰذا جس نے بارہ[۱۲] رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور قرآن کی کوئی سورۃ پڑھی اور ہر دو[۲] رکعت میں تشہد پڑھتا رہے، اور سب کے آخر میں سلام پھیرے پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سو مرتبہ اور استغفار سو مرتبہ، اور حضور علیہ السلام پر سو مرتبہ درود پڑھے اور اپنے دنیاوی امور کی دعا مانگے، پھر صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام دعائیں قبول فرمائے گا۔ بجز دعائے معصیت کے۔ اسے بیہقی نے نقل کیا اس میں دو[۲] راوی بدنام ہیں۔

معراج شریف

واضح ہو کہ ملکِ عرب کے لوگوں میں مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج شریف رجب کی ستائیسویں تاریخ کو ہوئی تھی۔ اور اسی تاریخ میں رجبی موسم ان لوگوں میں موسم حج کے قریب متعارف ہے، اور دُور دُور کے شہروں اور دور دراز کے صحراؤں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ رمضان کی ۲۷، یا ربیع الاول کی ۱۷ تاریخ کو مکہ مکرمہ میں بعثت کے بارھویں سال میں معراج شریف ہوئی۔ اسکے بعد اب واضح ہو کہ ہم نے حدیثوں کی کتابوں میں اسکا نہ تو ثبوت پایا نہ نفی، جو لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ رجب کی پندرہ تاریخ کی خصوصیت کے ساتھ تعظیم، روزہ اور نماز ہے، اور یہ کہ اسے یوم الاستفتاح کہا جائے، اور یہ کہ اسے مریم کا روزہ کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور وہ چیز جو ابتدائے اسلام میں رائج تھی، پھر جمہور کے قول کی بنا پر منسوخ کر دی گئی وہ عتیرہ ہے۔ عین مہملہ کے زبر اور تائے مثناۃ فوقانیہ کے زیر سے بوزن کریمہ ہے۔ عتیرہ اُس بکری کو کہتے ہیں جو ماہِ رجب میں ذبح کی جاتی تھی۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ طیبی نے نقل کیا کہ ابنِ سیرین ماہِ رجب میں عتیرہ (بکری) ذبح کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا وجوب منسوخ ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور بخاری و مسلم نے بروایت حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا نہ فرع ہے اور نہ عتیرہ۔ راوی نے بیان کیا کہ فرع اونٹنی کے اُس بچے کو کہتے ہیں جو پہلے پیدا ہوا ہو، وہ اُسے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے، اور عتیرہ رجب میں ذبح کرنے کو کہتے تھے۔

ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدانِ عرفات میں تشریف لائے، میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے

اے لوگو! ہر سال ہر گھر والے پر اضحیہ (قربانی) اور عتیرہ لازم ہے۔ تم جانتے ہو کہ عتیرہ کیا ہے؟ یہ وہی ہے جسے تم رجبیہ کہا کرتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکی سند ضعیف ہے۔ اور ابوداؤد نے کہا کہ عتیرہ منسوخ ہے۔ اور کبھی عتیرہ بمعنی ذبیحہ جو کہ بتوں کیلیے ذبح کیا جاتا تھا مستعمل ہے۔ اس جگہ پر پہلے ہی معنی مراد ہیں۔

ماہ شعبان!

(عربی لغت کی کتاب) قاموس میں ہے کہ شعبان ایک مشہور مہینہ ہے، اسکی جمع شعبانات اور شعابین ہے۔ یہ تشعب بمعنی تفرق بمعنی التشعب کے ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ شعبان اسلیے نام رکھا گیا کہ روزہ دار کے لیے اس میں خیر کثیر متفرع ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ جنّت میں داخل ہو جاتا ہے، اسے رافعی نے اپنی تاریخ میں حضرت انس سے بیان کیا۔ اس مہینہ کے بارے میں بحث تین مقالات پر مشتمل ہے۔

پہلا مقالہ | اس مقالہ میں ماہ شعبان کی اور اس میں مطلقاً بغیر تخصیص پندرہویں رات کے روزہ رکھنے کی فضیلت میں جو روایتیں وارد ہیں مذکور ہیں

یہ حدیثیں صحاح ستّہ کی ہیں۔ ماہ شعبان! رجب اور رمضان کے درمیان میں ہے لوگ اس سے غافل ہیں کہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔ پس میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرا عمل پیش نہ ہو، مگر ایسی حالت میں کہ میں روزہ دار ہوں"، اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت اسامہ سے روایت کیا۔ "شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے"، اسے دیلمی نے "فردوس الاخبار" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ماہ رجب آتا تو فرماتے، اے خدا! رجب اور شعبان میں ہمارے لیے برکت فرما، اور ہمیں رمضان میں پہنچا اسے ابن عساکر اور

ابنِ نجار نے بیان کیا۔ اور حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ رکھتے تو ہم خیال کرتے اب کبھی افطار نہیں کرینگے، اور افطار کرتے تو ہم خیال کرتے کہ اب روزہ نہ رکھینگے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بجز رمضانِ مبارک کے کسی مہینہ کے روزے کامل رکھتے نہ دیکھا۔ اور نہ یہ دیکھا کہ آپ نے شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھے ہوں اور ابو سلمہ کی ایک روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ السلام کے روزے کے بارے میں پوچھا، فرمایا شعبان میں روزے رکھا کرتے تھے مگر کچھ کم۔" پہلی روایت کی بخاری، مسلم، موطا، اور ابوداؤد نے، اور دوسری کی مسلم، نسائی نے تخریج کی۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھتے ہوئے نہ دیکھا۔ آپ روزہ رکھتے مگر کچھ دن کم، گویا پورے مہینہ کے روزے رکھتے تھے۔ اور ابوداؤد کی ایک اور روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزہ رکھنے کے لیے سب سے زیادہ محبوب مہینہ شعبان تھا، پھر اس سے رمضان کو ملا دیتے تھے۔ اور نسائی نے بھی ترمذی کی روایت تخریج کی۔ ابوداؤد و نسائی میں بھی ہے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزے رکھے جاتے یہانتک کہ ہم گمان کرتے افطار نہ کرینگے، اور افطار کرتے تو ہم گمان کرتے کہ اب روزہ نہ رکھینگے، اور پورے شعبان یا اکثر شعبان میں روزہ رکھا کرتے تھے دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ دن کم شعبان کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ پورے شعبان کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے نہ رکھتے تھے، گویا کہ پورے شعبان ہی کے روزے رکھتے تھے اور فرمایا کہ اپنی طاقت کے مطابق عمل کیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا مگر تم تھک جاتے ہو

اور حضرت ابوہریرہ سے اسکی مثل مروی ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے
اتنا زیادہ کیا ہے کہ شعبان میں روزہ رکھا کرتے تھے مگر کچھ دن، بلکہ گویا پورے مہینے
کے روزے رکھتے تھے۔ اور حضرت ام سلمہ مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے پے در پے (متواتر) دو مہینے کے روزے
رکھے ہوں بجز شعبان اور رمضان کے۔ اسے ترمذی نے بیان کیا۔ اور ابوداؤد کے نزدیک
یہ ہے کہ حضور نے سال میں کبھی پورے مہینہ کا روزہ نہ رکھا بجز شعبان کے پھر اسکے ساتھ
رمضان ملا دیتے تھے۔ نسائی نے دونوں روایتوں کو بیان کیا۔ اور انکی دوسری روایت
میں ہے کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ پے در پے دو مہینے روزے رکھے ہوں، بجز اسکے
کہ آپ شعبان کو رمضان سے ملا دیتے تھے۔ حضرت اسامہ سے مروی ہے انھوں نے کہا
کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شعبان کے علاوہ اور کسی مہینہ میں آپ کو نہیں دیکھتا کہ
آپ روزے رکھتے ہوں؟ فرمایا یہ وہ مہینہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں۔ یہ رجب
اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے۔ اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں رب العلمین کے حضور
اعمال پیش ہوتے ہیں۔ میں محبوب رکھتا ہوں کہ جب میرے عمل پیش ہوں تو میں روزہ دار
ہوں۔ نسائی نے اسکی تخریج کی۔ اسکے علاوہ اور بھی حدیثیں کتابوں میں مذکور ہیں
اس رسالہ میں جو حدیثیں ہیں وہ "جامع کبیر" کی ہیں۔ اور وہ حدیثیں جو شیخ امام
عارف باللہ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ نے بیان کی ہیں، یہ ہیں کہ شعبان، رجب اور رمضان
کے مہینوں کے درمیان ہے لوگ اس سے غافل ہیں، اس میں بندوں کے عمل اٹھائے
جاتے ہیں۔ لہٰذا میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرے عمل اسی حال میں اٹھائے جائیں کہ میں
روزہ دار ہوں۔ بیہقی نے "شعب الایمان" میں روایت کی۔ عطاء بن یسار سے مروی ہے
انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے
نہیں رکھتے تھے، یہ اسلیے کہ اس میں سال بھر کے مرنے والوں کی مدتیں لکھی جاتی ہیں

حضرتِ اُسامہ سے مروی ہے کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے دیلمی نے "مسند الفردوس" میں اسے بیان کیا۔

حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے کسی عورت نے ذکر کیا کہ وہ رجب کا روزہ رکھتی ہے، فرمایا اگر روزہ رکھنا ہی چاہتی ہو، تو شعبان کے روزہ کو لازم کرلو، کیونکہ اس میں فضیلت ہے۔ ابنِ زنجویہ نے اسکو روایت کیا۔ اور انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہِ شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ نہیں رکھتے تھے، کیونکہ اس میں زندوں کی روحیں مردوں میں درج کیجاتی ہیں، یہانتک کہ کسی مرد نے نکاح کیا حالانکہ اُس کا نام مردوں میں درج ہوتا ہے۔ اور اگر کسی نے حج کا ارادہ کیا مگر اُسکا نام مردوں میں درج ہوتا ہے (یعنی موت وحیات کی مدتیں سال بھر کیلئے معمور کی جاتی ہیں۔ مترجم)۔ اور انہی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان کے پورے مہینہ کا روزہ رکھتے تھے۔ میں نے حضور سے جب دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں اس سال کے تمام مرنے والوں کے نام لکھ دیتا ہے، پس میں محبوب رکھتا ہوں کہ میری مدتِ حیات اُسوقت لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اور "یا تلیتی" کے معنی کتابتہ اجلی" ہے اور اس میں یہ ہے کہ مدتِ حیات کی کتابت جب ہو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے دوران میں ہو۔ لہٰذا جسکی اجل لکھی گئی اُس کو بشیٰ آتی ہے۔ امید ہے کہ اسکی موت بخیر ہو۔ اور بیشک (نفلی) عبادتوں میں سب سے بہتر روزہ ہے۔ ایسا ہی شیخ امام ابوالحسن بکری نے فرمایا۔ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو حضرتِ عائشہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پورے شعبان کا روزہ رکھتے اور اسکے ساتھ رمضان ملا دیتے تھے۔ اور بجز شعبان کے کسی مہینہ کے پورے روزے نہ رکھتے تھے

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! شعبان آپ کو کس وجہ سے سب مہینوں سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا اے عائشہ! اس سال بھر میں ہر مرنے والے کی مدّتِ حیات اسی شعبان میں لکھی جاتی ہے، لہٰذا مجھے یہ محبوب ہے کہ میری مدّتِ حیات جب لکھی جائے تو میں اپنے رب کی عبادت اور عملِ صالح میں ہوں۔ اور انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں ملک الموت کیلئے مرنے والوں کے نام جنہیں انکی قبض روح کرنی ہے لکھ دیئے جاتے ہیں، لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں لکھا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اور حضرتِ عائشہ سے مروی ہے کہ یہ کتابت شعبان کی پندرھویں شب کو ہوتی ہے، چونکہ رات کا وقت روزہ کا محل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسکے معنی یہ دیئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ روزہ کی برکت کو کتابت کے وقت رات میں لے آتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کتابت تو دن میں ہو، اور فرشتہ کو سپردگی رات میں ہوتی ہو، جیسا کہ ایک اور حدیث میں مروی ہے جسے ابن ابی الدنیا نے عطاء بن یسار سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات آتی ہے، تو ملک الموت کو ایک صحیفہ دیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جنکے نام اس صحیفہ میں ہیں انکی روح قبض کرو۔ پس کوئی بندہ تو اس حال میں ہوتا ہے کہ وہ ایک باغ لگاتا ہے، بیبیاں کرتا ہے اور محلات تعمیر کرتا ہے، مگر اسکا نام مُردوں کی فہرست میں ہوتا ہے۔ دیلمی نے حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک مدّتِ حیات منقطع کر دی جاتی ہے، یہانتک کہ ایک مرد نکاح کرتا ہے اس سے اولاد ہوتی ہے، لیکن اسکا نام مُردوں کی فہرست میں شامل ہو چکا ہوتا ہے حضرت عثمان بن مغیرہ بن اخنس سے اسکی مثل ایک روایت اور مروی ہے۔

مقالہ دوم

دوسرا مقالہ اُن حدیثوں کے بیان میں ہے جو خصوصیت کیساتھ پندرھویں شعبان کی فضیلت میں مروی ہیں۔ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ (اس رات میں حکمت والے خدا کی طرف سے ہر کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: پندرھویں شعبان کی رات کو پورے سال کا کام تمام ہو جاتا ہے، اور زندہ لکھے جاتے، اور حاجی قلم بند ہوتے ہیں، پھر اس سے نہ کوئی بڑھتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ اسے ابنِ جریر، ابنِ منذر اور ابنِ ابی حاتم نے بیان کیا۔ اور اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ یہ کتابت لیلۃ القدر میں ہوتی ہے۔ اور ابتدائے کتابت پندرھویں شعبان کی رات سے شروع ہوتی ہے۔ اور حضرتِ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم وہ اپنے والد سے یا اپنے چچا سے اور وہ اپنے دادا حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی شب کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اس رات ہر گنہگار کی بخشش ہو جاتی ہے سوائے مشرک کے یا اُسکے جسکے دل میں کینہ ہو۔ اسے بیہقی نے روایت کیا۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب پندرھویں شعبان کی رات آئے تو شب بیداری کرکے دن کا روزہ رکھو، کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ غروب آفتاب کے وقت سے آسمان دنیا کی طرف نزول کرکے فرماتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش مانگے، میں اُسے بخش دوں، کوئی ہے جو روزی مانگے، میں اُسے عنایت فرما دوں، کوئی مصیبت زدہ ہے جو مجھ سے عافیت مانگے، میں اُسے عافیت دیدوں، کوئی ایسا ہے، کوئی ویسا ہے، حتّٰی کہ صبح صادق ہو جاتی ہے۔ اسے ابنِ ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا۔

بندۂ ضعیف (شیخ محقق رحمۃ اللہ) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرمانا تو ہر رات کو ہوتا ہے، مگر یہ نزول اجلال رات کے آخری تیسرے حصّہ میں ہوتا ہے، مگر پندرھویں شعبان کی رات کا نزول شب کے تیسرے پہر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ

غروب آفتاب لیکر صبح صادق تک ہے۔ یہ اس رات کی خصوصیت ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس رات میں عظیم عطیات عنایت فرماتا ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اسکا ثبوت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ الا کذا الا کذا یعنی کوئی ایسا ہے کوئی ایسا ہے، یہانتک کہ صبح صادق ہو جائے۔ اسی طرح علما کا قول ہے اور نوفل بکالی سے مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پندرھویں شعبان کی شب میں باہر تشریف لائے اور اس شب میں اکثر باہر آتے رہے، آپ آسمانِ دنیا کی طرف نظر اٹھاتے تھے، اسوقت کہا کہ حضرتِ داؤد علیہ السلام ایک شب کو ایسے ہی وقت باہر تشریف لائے، تو انھوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا یہ وہ وقت ہے جس میں جس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اُس نے ضرور قبول فرمائی اور جس نے مغفرت چاہی اسکی ضرور بخشش ہوئی، بشرطیکہ وہ شخص عشار، جادوگر، کاہن، منجم، (...)، مال نکالنے والا، گویا اور باجہ بجانے والا نہ ہو۔ نوفل (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ کوبہ اور عرطبہ، طنبورہ کو کہتے ہیں۔ (حضرت علی نے دعا مانگی کہ) اے خدا حضرتِ داؤد علیہ السلام کے رب! اس رات میں جو بھی دعا مانگے یا مغفرت چاہے تو قبول فرما لے! بلاشبہ تو پندرھویں شعبان کی شب میں ظہور فرماتا ہے، اور مشرک و کینہ توز کے سوا ہر ایک کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ اسے ابنِ ماجہ نے حضرتِ ابو موسیٰ سے روایت کیا۔ کوئی رات لیلۃ القدر کے بعد پندرھویں شعبان کی شب سے زیادہ فضیلت والی نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور اپنے تمام بندوں کی بخشش فرما دیتا ہے بجز مشرک و کینہ توز یا قاطع رحم کے۔ اسے سعید بن منصور نے عطاء بن یسار سے روایت کیا۔ اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی شب میں ظہور فرماتا ہے، پھر اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے، بجز مشرک یا توڑنے کے۔ اسے بیہقی نے معاذ بن جبل سے روایت کیا

پندرھویں شعبان کی شب میں ملک الموت کو بتا دیتا ہے کہ جتنی بھی سال بھر میں انھیں جانیں قبض کرنی ہوتی ہیں۔ اسے دینوری نے اپنی کتاب مجالسۃ میں بیان کیا۔ راشد بن سعید سے مرسلاً مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر و برکت کے دروازے کھول دیتا ہے، عیدِ اضحیٰ، عید الفطر، پندرھویں شعبان کی شب کہ اس میں مدتِ حیات اور رزق لکھا جاتا ہے، اور اس میں حاج لکھے جاتے ہیں، اور لیلۃ العرفہ میں اذانِ فجر تک۔ تمیرے پاس جبریل حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ پندرھویں شعبان کی شب ہے، اللہ تعالیٰ اس رات میں قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی برابر اپنے بندوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا۔ اور حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک رات نہ پایا، تو میں آپ کی جستجو میں نکلی، تو آپ کو بقیع میں اسطرح پایا کہ آپ کا سرِ مبارک آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا، اے عائشہ! کیا تمہیں اس کا خوف تھا کہ اللہ اور اسکا رسول تم پر ظلم کریگا؟ عرض کیا مجھے یہ تو خوف نہیں ہے، مگر میں نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ کسی بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا اللہ عزوجل آسمانِ دنیا کی طرف پندرھویں شعبان کی شب کو نزول فرماتا ہے، پس قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ اللہ تعالیٰ بخشدیتا ہے۔ اسے ابنِ ابی شیبہ اور ترمذی و ابنِ ماجہ نے روایت کیا۔ اور بیہقی نے جامع الاصول میں کہا کہ رزین نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ لوگ جو مستحقِ جہنم ہیں "اُن کو معاف فرما دیتا ہے"۔ اور اس کتاب میں اس حدیث کے سوا اس باب میں کوئی اور حدیث نہیں ہے۔ اور اس مضمون کی حدیثیں متعدد سندوں سے وارد ہیں۔ جب پندرھویں شعبان کی شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پس تمام مسلمان مردوں کو بخشدیتا ہے

اور کفار کے حق میں تاخیر فرماتا اور کینہ توز کو انکے کینہ کی وجہ سے چھوڑے رکھتا ہے حتیٰ کہ وہ کینہ سے باز آجائیں۔ اسے بیہقی اور ابن قانع نے روایت کیا۔

ابو ثعلبہ خشنی سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی شب میں مشرک کی طرف نظر نہیں فرماتا اور نہ کینہ توز، نہ قاطع رحم، نہ پائجامہ نیچا رکھنے والوں، نہ ماں باپ کو ستانے والوں اور نہ ہمیشہ شراب پینے والوں پر نظر فرماتا ہے۔ اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں بیان کیا، اور اسے ضعیف بتایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جب پندرھویں شعبان کی شب آتی ہے تو ندا کرنے والا پکارتا ہے کوئی ہے جو گناہوں سے مغفرت چاہے میں اسے معاف کردوں، کوئی مانگنے والا ہے جو اسے عطا فرماؤں۔ پس کوئی سائل ایسا نہیں، مگر اسے عطا کیا جاتا ہے بجز زانیہ عورت یا مشرک کے اسے بیہقی نے عثمان بن عاص سے روایت کیا۔ حضرت کعب سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل کو پندرھویں شعبان کی شب میں جنت کی طرف بھیجتا ہے کہ وہ یہ حکم پہنچا دیں کہ آراستہ ہو جائے اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمان کے ستاروں کی گنتی، دنیا کے دن و رات کی گنتی، درخت کے پتوں کی گنتی، پہاڑوں کے وزن اور ریت کے ذروں کی گنتی کے برابر بندوں کو آزاد کرے گا۔

عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ جب شعبان کی پہلی شب ہوتی ہے تو ملک الموت کے لیے صحیفہ لکھا جاتا ہے، جس میں اس شخص کا نام ہوتا ہے جو اس سال میں آئندہ سال تک مرنے والا ہوتا ہے۔ اور بیشک آدمی عورتوں سے نکاح کرتا ہے، اس کی اولاد ہوتی ہے، اور مکان بناتا، باغ اگاتا، ظلم کرتا اور برائیاں کرتا ہے حالانکہ اس کا نام زندوں میں نہیں ہوتا۔ اسے ابن زنجویہ نے روایت کیا۔

شرح الفاظ قاموس میں ہے الشحنا والشحنۃ شین کے زبر کے ساتھ بمعنی عداوت ہے۔ شاحنہ بمعنی بغض و کینہ رکھنے والا ہے۔

اور مشاحن جو حدیث میں مذکور ہے اُس سے مراد وہ اہلِ بدعت ہیں، جو جماعت اہلِ سنّت سے خارج ہو چکے ہیں، انتہی۔ اور نہایہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک بندہ کو بخش دیتا ہے بجز مشرک اور مشاحن کے یعنی عداوت کرنے والے کے۔ اور شحناء کے معنی عداوت کے ہیں اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس جگہ مشاحن سے مراد وہ اہلِ بدعت ہیں جو جماعتِ اہلِ سنت سے الگ ہو چکے ہیں۔ اور طیبی نے فرمایا کہ الشحناء کے معنی عداوت، کینہ، اور انتقام کی تاک میں رہنے والے کے ہیں، اور ممکن ہے کہ اس سے وہ مراد ہو، جو مسلمانوں میں نفس امارہ کی بناء پر بغیر کسی امر دینی کے باہمی رنجش ہوتی ہے، گویا کہ وہ اپنے دل کو اسکے بغض سے بھر دیتا ہے۔ اور مناظر عین الغریبین میں ہے کہ شحنت السفینۃ یعنی میں نے کشتی کو بھر دیا۔ اور قاموس میں ہے کہ عشر اخذ واحداً من عشرۃ یعنی دس میں سے ایک حصّہ لے لیا۔ اور انکے مال کا دسواں حصہ لے لیا۔ العشارۃ دسواں حصہ لینے والا۔ اور نہایہ میں ہے کہ عشرت مالہ یعنی میں نے اسکے مال کا دسواں لے لیا پس میں عاشر ہوں، اور معشر اعشار جب بولا جاتا ہے کہ اُسکا دسواں حصہ لے لیا جائے۔ اور حدیث میں ہے کہ اگر تم عاشر کو پاؤ تو اُسے قتل کر دو۔ یعنی اگر تم ایسے عاشر کو پاؤ جو زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر دسواں حصہ لیتا ہو، تو اُسکو اُسکے کفر پر قائم رہنے کی بناء پر یا عشر کو حلال جاننے کی بناء پر قتل کر دو، اگرچہ وہ مسلمان ہو، اور حکم الٰہی کہ ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ لینے کا حکم ہے کے خلاف جان لیتا ہو۔ لیکن اُسے قتل نہ کیا جائے جو اللہ کے حکم کے موافق لیتا ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء راشدین کے لیے ایک جماعت نے عشر لیا تھا، اور اس کا نام بھی عاشر ہی رکھا گیا تھا کیونکہ وہ جو مال لیتا ہے اُسکو عشر کی طرف نسبت ہے جیسے ربع عشر یا نصف عشر کیونکہ اس میں سے وہ پورا العشر لیتا ہے جو زمین آسمان سے سیراب

ہوتی ہے، اور یہ کہ وہ ذمیوں کے مالِ تجارت میں سے عُشر لیتا ہے۔ انتہیٰ
طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث میں الاّ ساحرا و عشارا (مگر جادوگر اور عُشر لینے والے کا جو استثناء ہے، یہ ان دونوں پر شدتِ غضب کیلئے ہے، اس میں اشارہ ہے کہ گویا یہ دونوں اس کی رحمت سے مایوس سا ہیں۔ اور العرایف اسکے معنی عرّاف کے ہیں اور اس جگہ منجم مراد ہے، یا وہ شخص مُراد ہے جو عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کرے، اور حدیث میں ہے کہ جو شخص عرّاف یا کاہن کے پاس آیا (الحدیث) اور طیبی فرماتے ہیں کہ عرایف کہانت کی ایک قسم ہے، جو اموال مسروقہ یا گم شدہ کیلئے کلام سے یا فعل و حال سے استدلال کیا کرتے ہیں۔ اور کاہن وہ ہے جو آئندہ کی خبریں اٹکل پچّو دیتا ہو۔ اور شُرطہ شین کے پیش کے ساتھ یہ شُرُط بروزن صُرد کا واحد ہے، یہ وہ گروہ ہے جو حکام کا مددگار ہوتا ہے، ان کو شُرطی بروزن تُرکی و جُہنی بھی اس بناء پر کہتے ہیں، کیونکہ یہ شُرطی اپنے آپ کو ایسی وردی سے پہچنواتے ہیں جو انکے لیے خاص ہے۔ اسی طرح قاموس میں ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ حکام کے وہ منتخب لوگ ہوتے ہیں جو لشکروں میں سے اوروں پر تقدم رکھتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ لوگ شرط کہلاتے ہیں اور اس میں یا کے النسبتی ہے۔ اسی طرح نہایہ میں ہے اور کرمانی کہتے ہیں کہ صاحبُ الشُّرط شین کے پیش اور راء کے زبر کے ساتھ شُرطہ کی جمع ہے، وہ لشکر کا اگلا حصہ ہے جیسے مقدمۃ الجیش یعنی حاکم کے سامنے نفاذِ حکم کے لیے چلا کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ اس جگہ ہر شُرطی سے مراد ظالموں کے نائب ہیں اور وہ لوگ مراد ہیں جو انکے ظلم میں مددگار ہوں۔ الجابی، جبایہ (جیم کے زبر کے ساتھ) سے مشتق ہے۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ محض گمان کی بناء پر مال نکال لینا الساہی علامہ نووی نے کہا ہے۔ اور قاموس میں ہے کہ جبی الخراج بروزن رمیٰ وسعیٰ جبایۃ وجباوۃ سے ہے انتہیٰ۔ اب جابی سے مُراد وہ شخص ہے جو

بادشاہ کے پاس حرام مال لیکر آئے۔ اور "الکوبۃ" کاف کے پیش کے ساتھ بمعنی نرد یا نقارہ یا بربط کے ہے۔ یہ تمام اقوال جزری نے نہایہ میں اس حدیث کی شرح میں ذکر کیے ہیں، کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے خمر (شراب) اور کوبہ کو حرام فرمایا۔ اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ ہمیں کوبہ کو توڑنے کا حکم دیا۔

جامع الاصول کی شرح میں ہے کہ وہ بہت چھوٹا طبلہ ہے۔ جو دوسرا لابہو۔ اور الغرطبہ کے معنی عود یا طنبورہ یا طبلہ یا حبشی طبلہ کے ہیں۔ ایسا ہی قاموس میں ہے اور صاحب نہایہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ ہر گنہگار بخشا جاتا ہے مگر صاحب عرطبہ اور کوبہ، پیش اور زبر کے ساتھ اسکے معنی عود ہے۔ اور ایک قول میں طنبورہ ہے۔ اور المسبل اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص جا پنا کپڑا المبا بنالے، اور زمین پر لٹکاتا ہوا ازراہِ تکبر چلے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے مشارق الانوار میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کریگا، ان میں سے ایک وہ ہے جو ازار (تہبند یا پاجامہ) کو لٹکا کر چلے، اسطرح پر کہ تکبر کے طریقہ پر کپڑوں کو گھسیٹتا چلے۔ عرب کا مقولہ ہے کہ اَسْبَلَ ثَوْبَہٗ وَ شَعْرَہٗ یعنی کپڑے اور بال لٹکا دیئے یعنی ڈھیلا کر دئے۔ انتہیٰ

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے کلام نہیں فرمائے گا، اور نہ اُن کی طرف نظرِ کرم کریگا، اور نہ اُنھیں پاک کریگا گناہوں سے اور انکے لیے دردناک عذاب ہے۔ راویِ حدیث کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تین بار پڑھا۔ حضرت ابوذر (راویِ حدیث) نے عرض کیا وہ تو خائب وخاسر ہو گئے، یہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا کپڑا لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور مالِ تجارت کو جھوٹی قسموں سے رواج دینے والا۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں، ازار لٹکانے والے کے معنی یہ ہیں کہ تکبر کے طور پر

اسکے پلّوں کو ڈھیلا چھوڑ دے۔ ایک اور حدیث میں اسکی تفسیر یوں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی طرف نظرِ کرم نہیں فرمائیگا جو اپنا کپڑا تکبر سے کھینچے۔ الخیلاء کے معنی تکبر کے ہیں، اور کھینچنے پر خیلاء کی قید مسبل کو خاص کرنے کیلیے ہے، اور یہ مقید کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ وعید صرف اُن لوگوں کیلیے ہے جو براہِ تکبر کھینچتے ہیں۔ اور بلاشبہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس خصوص میں رخصت مرحمت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ تم ان میں سے نہیں ہو اسلیے کہ اُن کا تہبند گھسٹتا ہوا چلنا تکبر کے لیے نہ تھا۔ اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری وغیرہ فرماتے ہیں کہ صرف ازار کے اسبال کا ذکر اسلیے ہے کہ عموماً لوگوں کا لباس یہی تھا اور اسکے سوا قمیص وغیرہ کا حکم، سو اسکا بھی یہی حکم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ کلام واضح اور منصوص پایا جاتا ہے کہ جو سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ازار، قمیص اور عمامہ میں اسبال ہوتا ہے جس نے ازراہِ تکبر کوئی کپڑا بھی کھینچا، اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اسکی طرف نظرِ کرم نہیں فرمائیگا۔ اسے ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ نے سندِ حسن سے روایت کیا۔ انتہیٰ کلامِ نووی۔

میں کہتا ہوں کہ اکثر حدیثوں میں متعدد سندوں کے ساتھ وارد ہے کہ جن میں ہم گفتگو کر رہے ہیں کہ کسی جگہ مطلقاً اسبال ہے، اور کسی جگہ اسبالِ ازار مذکور ہے ممکن ہے کہ ازار کی قید کسی راوی نے اپنے فہم کے ساتھ لگادی ہو، کیونکہ بحسبِ رواج و شہرت اسبال ازار میں ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مقالہ سوم تیسرا مقالہ پندرھویں شعبان کی رات کو شب بیداری اور دن کا روزہ رکھنے اور شب میں جو ورد و وظیفہ مروی ہے اسکے بیان میں ہے

حضرتِ علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ جب پندرھویں شعبان کی شب آئے، تو شب بیداری کرو، اور اس کے دن کا روزہ رکھو، آخر حدیث تک۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پندرھویں شعبان کی شب میری باری تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے جب نصف رات گزر گئی تو میں نے حضور کو نہ پایا، اور میرے دل میں وہ بات آگئی جو عورتوں کو آیا کرتی تھی، پس میں نے چادر اوڑھی اور تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں جستجو کی مگر آپ کو نہ پایا، پھر میں اپنے حجرہ میں آگئی، تب میں نے آپ کو اپنے حجرہ میں اس حال میں دیکھا کہ کپڑا پڑا ہوا ہے، اور آپ سجدہ میں تھے، اور دعا مانگ رہے تھے۔ (اے خدا) میں نے اور میرے دل نے تجھے سجدہ کیا، اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا۔ پس یہ میرا ہاتھ ہے جس نے اپنے نفس پر جنایت کی، اے عظمت والے تو ہی ہر عظمت کی امید گاہ ہے، میرے بڑے گناہ بخش دے، میری پیشانی نے اسکو سجدہ کیا ہے، جس نے اسکو پیدا کیا اور صورت دی ہے اور کان اور آنکھ بنائی۔ اسکے بعد حضور نے اپنا سر مبارک اٹھایا، پھر دوبارہ سجدہ کیا اور یہ دعا مانگی، اے خدا! تیرے غضب سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہوں، اور تیرے عقاب سے تیرے عفو و کرم کی پناہ میں آتا ہوں، اور تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں جیسے تو نے اپنی ثناء کی ہے، ویسے ہی میں بھی کہتا ہوں، اور جیسا میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا ہے، پس میں اپنا چہرہ اپنے مولا کے واسطے مٹی پر رکھتا ہوں اور اسی کے لیئے سزاوار ہے کہ اسے ہی سجدہ کیا جائے۔ پھر سر مبارک اٹھا اور کہا، اے خدا! مجھے پرہیزگار دل عنایت فرما جو شرک سے منزہ ہو، اور نہ وہ گنہگار ہو، اور نہ وہ بدبخت ہو۔ اسکے بعد آپ وہاں سے اٹھ کر میری چادر میں تشریف لے آئے، دراں حالیکہ میرا سانس پھولا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا، اے حمیرا! تمہارا سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟ پس میں نے سارا حال عرض کیا۔ پھر آپ نزدیک ہوئے، اور میرے گھٹنوں پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا افسوس کہ یہ دونوں گھٹنے تھک گئے، یہ رات پندرھویں شعبان کی ہے اس رات میں

اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اور اپنے بندوں کو بخش دیتا ہے، بجز مشرک اور کینہ توز کے۔ اسے بیہقی نے بیان کیا۔ شیخ امام عارف باللہ ابوالحسن بکری فرماتے ہیں کہ اس رات کی دعاؤں میں سب سے بہتر دعا یہ ہے کہ "اے خدا! تو درگزر کرنے والا ہے، تجھے عفو محبوب ہے، مجھے معاف فرما، اے خدا میں تجھ سے عفو و عافیت اور دین و دنیا میں دائمی معافی کا خواستگار ہوں" یہ دعا چونکہ لیلۃ القدر میں وارد ہے، اور یہ رات لیلۃ القدر کے بعد تمام راتوں میں افضل ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور سب سے بہتر وہ دعا ہوتی ہے جسے ایک جماعت عمدہ سند کے ساتھ بیان کرے۔ چنانچہ ابوبریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرتِ آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے، اور خانہ کعبہ کے سات پھیرے (طواف) کیے اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں، پھر دعا مانگی "اے خدا! تو ہی میرے ظاہر و باطن اسرار کو جانتا ہے، تو میری توبہ قبول فرما، اور تو ہی میری حاجت کو جانتا ہے میرا سوال پورا کر، اور تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے، میری لغزش سے درگزر کر میں تجھ سے ایسے ایمان کی استدعا کرتا ہوں جو میرے دل میں رہے، اور ایسے یقینِ صادق کا امیدوار ہوں جس سے مجھے یقین ہو جائے کہ مجھ کو وہی پہنچتا ہے جو تو نے میری تقدیر میں لکھا ہے، اور اپنی مرضی پر رضامند کر دے" تب اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی، اے آدم تم نے مجھے پکارا میں نے تمہاری دعا قبول فرمائی اب تمہاری اولاد میں جو بھی یہ دعا کریگا، میں اس کی یہ دعا ضرور قبول کروں گا، اور اسکے گناہ معاف کردوں گا، اور اسکے غم و مصیبت کھول دونگا، اور ہر تاجر کو اس کی تجارت میں اتنا زیادہ دونگا کہ دنیا ناک رگڑتی آئیگی، اگرچہ وہ اسکی خواہش نہ رکھتا ہو" اور اس رات کی شب بیداری کے سلسلہ میں مختلف روایتیں مروی ہیں۔

چنانچہ تابعین میں سے خالد بن معدان، اور مکحول ولقمان بن عامر اسکے قائل ہیں
اور اس باب میں عطاء اور ابن ابی ملیکہ وغیرہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور اسی پر
مالکی اور شافعی علماء کا مذہب ہے۔ خالد بن معدان اور لقمان بن عمران نے کہا
اور اسحق بن راہویہ نے انکی موافقت کی کہ مسجد میں جمع ہو کر شب بیداری کریں۔
اور خالد ولقمان اس رات عمدہ کپڑے پہنتے، سرمہ لگاتے اور مسجد میں رات بھر قیام
کرتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص شب بیداری کرے تو ظاہر بات ہے کہ یہ مستحب ہے،
کیونکہ حدیثیں بیان کی جا چکی ہیں، اور فضائل میں ایسی حدیثوں پر عمل جائز ہے
اس کے اوزاعی قائل ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے بصرہ کے عاملوں کو
لکھا کہ تم چار راتوں کو سال بھر میں لازم کر لو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان راتوں میں خوب
خیر وبرکت نازل فرماتا ہے۔ اول رجب کی پہلی رات ہے، دوم پندرھویں شعبان
کی رات ہے، سوم عید الفطر کی رات ہے، چہارم عید الضحیٰ کی رات ہے۔ لیکن اس
روایت کی صحت میں نظر ہے۔

امام شافعی کا قول ہے کہ دعا پانچ راتوں میں ہوتی ہے جمعہ کی رات، عیدین
کی رات، رجب کی پہلی رات، اور پندرھویں شعبان کی رات۔
اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا اس رات میں بیدار رہنے پر کوئی ظاہر قول
نہیں ہے، حالانکہ عیدین کی رات میں جاگنے کے بارے میں دو قول مروی ہیں۔ انتہیٰ
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے تو اتنا ہی ثابت ہوتا ہے
کہ آپ پندرھویں شعبان کی شب میں قبرستان تشریف لائے، تاکہ آپ مومنین ومومنات
اور شہداء کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے
فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے، لباس مبارک

اُتارا، ابھی (پوری طرح) اُتارا بھی نہ تھا کہ کھڑے ہوگئے پھر لباس پہن لیا۔ اسوقت مجھے بیحد رشک آیا، مجھے گمان ہوا کہ شاید حضور میرے سوتے میں کسی اور زوجۂ مطہرہ کے پاس تشریف لے جارہے ہیں۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلی میں نے حضور کو بقیع غرقد میں پایا، اس حال میں کہ آپ مومنین و مومنات اور شہداء کے لیے مغفرت کی دعا کر رہے تھے۔ اسوقت میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ، آپ پر قربان! آپ تو اللہ کے کام میں مشغول ہیں، اور میں دنیا کے کام میں لگی ہوئی ہوں، پھر میں لوٹ آئی اور اپنے حجرہ میں چلی گئی۔ ابھی میرا سانس پھول رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے، فرمایا یہ کیسا سانس پھول رہا ہے اے عائشہ؟ عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ تشریف لائے کپڑے اتارے، ابھی اُتار نہ چکے تھے کہ کھڑے ہوگئے، اور دوبارہ کپڑے پہن لیے۔ مجھے بڑا رشک آیا، شاید کہ آپ کسی اور زوجۂ مطہرہ کے پاس تشریف لیجارہے ہیں، یہاں تک کہ میں نے آپ کو بقیع میں دعا میں مشغول پایا۔ فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں اسکا خوف ہے کہ اللہ اور اسکا رسول تم پر ظلم کرے؟ نہیں! بلکہ جبریل آئے اور کہا کہ یہ رات پندرھویں شعبان کی رات ہے اللہ تعالیٰ قبیلۂ بنی کلاب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی کے برابر بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس رات میں کسی مشرک اور کینہ توز کی طرف نظر نہیں فرماتا اور نہ قاطع رحم پر اور نہ کپڑا لٹکانے والے پر، اور نہ ماں باپ کو ایذاء دینے والے پر۔ اور نہ ہمیشہ شراب پینے والے پر۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اسکے بعد آپ نے اپنے کپڑے اُتارے، پھر فرمایا، اے عائشہ! کیا تم شب بیداری کی اجازت دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں! میرے ماں باپ حضور پر قربان۔ تب آپ نے قیام فرمایا اور طویل سجدہ کیا یہانتک کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ وفات پا گئے، پھر میں کھڑی ہو کر ٹٹولنے لگی۔ پس اپنا ہاتھ آپ کے تلووں سے لگایا، تو وہ متحرک ہوئے، اُسوقت مجھے خوشی ہوئی۔ اور میں نے

سُنا کہ آپ سجدہ میں یہ دعا مانگ رہے ہیں۔ "میں تیرے عقاب سے تیرے عفو کی پناہ لیتا ہوں، اور تیرے غصہ سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں، اور تجھ سے تیری ہی پناہ لیتا ہوں تیرا وجہ کریم جلالت والا ہے، تیری ثنا کی شمار نہیں ہو سکتی، تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے اپنی ثنا کی ہے۔" جب صبح ہوئی تو میں نے ان دعاؤں کا ذکر کیا، فرمایا اے عائشہ! اسے یاد کر لو اور دوسروں کو سکھا دو، کیونکہ حضرت جبریل نے یہ دعائیں مجھے سکھائی ہیں اور کہا ہے کہ میں اسکو سجدہ میں بار بار پڑھوں۔ اسے بیہقی نے روایت کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور بہت طویل سجدہ کیا، حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ نے وفات پائی، تو میں اٹھی اور آپ کے پائے اقدس کا انگوٹھا ہلایا، تو وہ ہلا۔ پھر میں لوٹ آئی جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور نماز تمام کی، تو فرمایا اے عائشہ! اے حمیراء! کیا تم کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ نبی نے تم سے زیادتی کی ہے؟ عرض کیا نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ لیکن آپ کے طویل سجدہ نے مجھے وفات کے خوف میں مبتلاء کر دیا تھا۔ فرمایا کیا تم جانتی ہو یہ کونسی رات ہے؟ عرض کیا، اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتا ہے۔ فرمایا، پندرھویں شعبان کی رات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنے بندوں پر ظہور فرماتا ہے تو توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا، اور رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتا ہے، اور کینہ توزوں کو جیسے وہ تھے اُسی پر رکھتا ہے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا۔

اس سلسلہ میں وہ روایتیں ہیں جو نماز کے بارے میں ہیں۔ حضرت علی سے مروی ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پندرھویں شعبان کی شب کو دیکھا کہ آپ اُٹھے اور چودہ ۱۴ رکعتیں نماز پڑھیں۔ پھر فارغ ہو کر جلوس فرمایا اور چودہ ۱۴ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی اور چودہ ۱۴ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی اور چودہ ۱۴ مرتبہ قل اعوذ برب الفلق، اور چودہ ۱۴ مرتبہ قل اعوذ برب الناس اور ایک مرتبہ آیۃ الکرسی

اور لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ الآیہ پڑھی، جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے آپ سے وہ سب کچھ پوچھا جو آپ کو کرتے دیکھا، فرمایا جو ایسا کریگا جیسا تم نے دیکھا، تو اُسے بیس حج مبرور، اور بیس سال کی مقبول شب بیداری کا اجر ملے گا۔ پھر اُس نے اگر صبح کو روزہ رکھا، تو اُسکے لیے دو برس گزشتہ اور دو برس آئندہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث موضوعات کے مشابہ ہے، اور اسکے راوی مجہول ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث منکر ہے۔ اور جوزقانی نے اباطیل میں شمار کیا۔ اور ابنِ جوزی نے موضوعات میں لکھا، اور کہا کہ یہ موضوع ہے، اور اس کی سند تاریک ہے۔ اور "تنزیہ الشریعۃ" میں موضوع احادیث میں نقل کیا۔

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی جس نے پندرھویں شعبان کی شب میں سَو رکعت نماز پڑھی، اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ گیارہ گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھی (آخر حدیث تک) کاتبین کو حکم ہوگا، میرے اِس بندہ کے گناہ مت لکھو، اور اسکے حسنات آئندہ سال تک برابر لکھتے رہو۔ جو کوئی یہ نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے اُس رات کے عابدوں میں حصہ مقرر کر دیتا ہے۔ ابنِ جوزی کہتے ہیں کہ اس میں راوی مجہول اور ضعیف ہیں

ایک حدیث یہ ہے کہ جس نے پندرھویں شعبان کی شب کو ہزار بار قل ہو اللہ احد سَو رکعت میں پڑھی، تو دنیا سے اُسوقت تک نہ جائیگا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اُسکے پاس خواب میں سَو فرشتے بھیجے گا، جن میں تیس جنت کی بشارت دینگے، اور تیس جہنم سے روکینگے اور تیس خطاؤں سے بچائینگے اور دس اسکے دشمنوں کو جھٹلائینگے۔ ابن جوزی نے کہا اس میں بکثرت مجہول اور بدنام راوی ہیں۔

ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پندرھویں شعبان کی شب میں اٹھے اور چودہ رکعتیں نماز کی پڑھیں آخر حدیث تک۔ اسکی سند تاریک ہے، اور بیہقی نے کہا، یہ موضوعات کے مشابہ ہے۔

اور بدعت شنیعہ میں سے یہ ہے جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے کہ اپنے گھروں کی دیواروں پر چراغ جلاتے ہیں، اور فخر کے ساتھ آتشبازی وغیرہ چھوڑتے ہیں۔ اسکی کتب صحیحہ معتبرہ میں کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی ذکر تک نہیں، اور نہ کوئی ضعیف اور نہ موضوع حدیث مروی ہے اور نہ ہندوستان کے شہروں کے علاوہ دیارِ عرب یا حرمین شریفین وغیرہ زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً میں یہ رائج ہے، اور عرب کے علاوہ دیگر عجمی شہروں میں اسکا رواج ہے، بجز ہندوستان کے شہروں کے، بلکہ ممکن ہے اور یہ گمان غالب ہے کہ اہل ہنود کی رسومات میں سے ہو، جیسا کہ وہ دیوالی وغیرہ میں کرتے ہیں۔

اس بدعتِ شنیعہ کا عام رواج در اصل ہندوستان میں زمانۂ کفر کی باقیات میں سے ہے جو ہنود کے باہم میل جول سے، اور کافر باندیوں اور بیبیوں کے ساتھ مسلمانوں کی مناکحت سے یہ جڑ پکڑ گئی۔ بعض متأخرین علما فرماتے ہیں کہ مخصوص راتوں میں بکثرت روشنی کرنا بدعتِ شنیعہ میں سے ہے، کیونکہ ضرورت سے زیادہ روشنی کرنے کے استحباب میں کوئی اثر شریعت میں کہیں منقول نہیں ہے۔ علی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ روشنی کی ابتدا برامکہ سے ہوئی، کیونکہ یہ لوگ آتش پرست تھے۔ پھر جب وہ اسلام لے آئے، تو انھوں نے اسلام میں وہ باتیں داخل کر لیں، جو انکے وہموں میں تھیں کہ یہ ہدایت کے راستے ہیں، لیکن ان کا مقصود آتش پرستی تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ان چراغوں کی پرستش کرتے، سجدہ کرتے تھے۔ اور اسے مساجد کے جاہل اماموں نے صلوٰۃ الرغائب وغیرہ کے ساتھ عوام کو جمع کرنے، مال گھسیٹنے اور آگے بڑھنے کی حرص نے جال بنا لیا، اور قصہ خوانوں نے اپنی

ؔ حضرت شیخ عبد الحق رحمہ اللہ کے اس ارشاد کو کوئی شخص بتقریب عید میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور عرس جلسوں کے چراغاں وغیرہ پر قیاس نہ کرے، اولیاء کی تراویح کے ختم میں زیادہ روشنی تو خود حدیث فعل امیر المومنین فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے ظاہر ہے ۱۲ فیروزی

مجلسوں میں اسکے تذکرے بھر دیئے - اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اِن منکرات کے رَدّ و ابطال کے لیے ائمہ ہُدیٰ قایم کیے، چنانچہ یہ منکرات ناپید ہو گئے - اور ۴۸۸ھ میں اس کا ابطال بلادِ مصری و شامی سے اچھی طرح ہو گیا - اور علامہ طرطوسی نے تو ختم کی رات میں منبر قایم کرنے اور عورتوں، مردوں کے اختلاط اور باہمی کھیل کود سے منع کیا ہے - یہاں تک کہ اب جو ہوتا ہے وہ ہوتا ہے - یہ تذکرے میں ہے -

(حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ کا یہ ارشاد اپنے زمانہ کے جُہال کے طریقوں کی عکاسی کر رہا ہے، کیونکہ اُسوقت تک آتش پرستی کسی نہ کسی رنگ میں چولہ بدلتی رہتی تھی - اور مسلمان باہمی رواداری سے مرعوب تھے، لیکن بحمدہٖ تعالیٰ آج مسلمانوں کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ایامِ مخصوصہ میں روشنی کی کثرت معاذ اللہ اس سے مقصود آتش پرستی ہے، بلکہ یہ بغرض زینت و زیبائش اور تحدیثِ نعمت کیلیے رائج ہے، جیسا کہ ایامِ مخصوصہ میں تمام طور سے روشنی کی جاتی ہے، اور بزرگانِ دین کے عرسوں میں چراغاں وغیرہ ہوتا ہے، البتہ کھیل کود، لہو و لعب وغیرہ کے لیے ہو، اور نیت بخیر نہ ہو تو شرعاً ناروا ہوگا، جیسے آتش بازی وغیرہ کہ اس میں سراسر اضاعتِ مال ہے، اور اس میں نیت بخیر کا گزر ہو سکتا ہی نہیں - ایامِ متبرکہ میں نیتِ خیر کے ساتھ چراغاں کرنا جائز ہے، چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کُلُّ اَعْمَالٍ بِالنِّیَّات ہر عمل کا دار و مدار نیت پر موقوف ہے - مزید تفصیل کے لیے علماءِ اہلِ سنت و جماعت کی طرف رجوع کریں،

مترجم غفرلہ)

ماہِ رمضان مبارک

رمضان مبارک کے مہینہ میں روزے اور قیام ہیں - قیام سے مراد تراویح ہے اب یہاں ان کے احکام و مسائل وغیرہ بیان کریں گے -

واضح رہے کہ تراویح میں علماء کا اختلاف ہے آیا اسے سُنّت کہیں؟ کچھ علماء نے

کہا کہ نہیں یہ نوافل ہیں اور اسے مستحب کہا۔ اور بعض نے سنّت قرار دیا، لیکن مذہب صحیح یہی ہے کہ مرد و عورت کے حق میں یہ سنّت مؤکدہ ہے، جو سلف سے خلف میں چلی آرہی ہے۔ حضرتِ حسن رحمۃ اللہ کی روایت سے جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، یہ اختلاف جاتا رہتا ہے کہ یہ سنّت ہے اسے چھوڑنا نہ چاہیئے۔ اور یہ ثابت ہے، اسلیئے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ راتوں میں پڑھیں، پھر ترک فرمادی۔ اور ترک پر یہ عذر فرمایا کہ کہیں یہ لازم (واجب یا فرض) نہ ہو جائیں پھر خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم نے اس پر مداومت و مواظبت فرمائی، بالخصوص امیرالمؤمنین سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے، جیسا کہ حدیثوں میں مروی ہے۔ اور بلاشبہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری سنّت اور میرے بعد میرے خلفاءِ راشدین کی سنّت اپنے اوپر لازم کرلو۔" فقہ کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اگر شہر کے تمام لوگ تراویح کو ترک کردیں، تو امام (سلطان وحاکم) اس ترک پر اُن سے قتال کرے۔ اور مروی ہے کہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے غلام ذکوان کے پیچھے تراویح پڑھا کرتی تھیں۔ اس باب میں جو بحث ہے، انکو ہم چند فصلوں میں بیان کرتے ہیں

فصل اول تعداد رکعاتِ تراویح

ہمارے نزدیک تراویح کی بیس رکعتیں ہیں جسے بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ صحابۂ کرام حضرت فاروقِ اعظم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرتِ عثمان ذوالنورین اور حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے عہد میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضانِ مبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے، پھر اسکے بعد تین رکعت وتر بھی پڑھتے تھے۔ لیکن محدثین کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف (ومقبول وعمل علیہ نالاختم) ہے اور دوسری روایت ہے جو حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نے

گیارہ رکعتیں پڑھی ہیں، جیسے قیام اللیل میں آپ کی عادت تھی۔ اور روایت میں ہے، کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں بعض بزرگ گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہت ہو جائے۔ اور جو چیز صحابہ و تابعین اور انکے بعد والوں سے ثابت و مشہور ہو چکی ہے وہ بیس ۲۰ رکعتیں ہیں۔ اور تیئیس ۲۳ رکعت تراویح کی جو روایت ہے، وہ وتر کو تراویح کے ساتھ شمار کر کے ہے۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں اور ایک روایت امام شافعی رحمہما اللہ کی بھی ہے کہ تراویح کی چھتیس ۳۶ یا انتالیس ۳۹ رکعتیں ہیں، تو یہ خاص اہلِ مدینہ کا عمل ہے۔ اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ مکہ خانۂ کعبہ کے سات پھیرے کرتے ہیں، اور طواف کی دو دو رکعت ہر دو ترویحوں کے درمیان میں پڑھتے ہیں چونکہ اہلِ مدینہ اس فضیلت کے حصول سے دور ہیں، اسلیے انھوں نے چار رکعتیں درمیان میں پڑھنی شروع کر دیں، اور اسکا نام انھوں نے "ستہ عشریہ" رکھ دیا، اور آج تک انکی یہ عادت جاری ہے اور یہی روایت حضرتِ عمر و علی رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، مگر اسے ان سے شہرت حاصل نہ ہوئی۔ لہٰذا اب اگر انکے علاوہ بھی پڑھ لے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور اس میں امام وغیرہ سب برابر ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ ان "ستہ عشریہ" کو علیحدہ علیحدہ پڑھیں کیونکہ جماعت کے ساتھ تراویح کے سوا نفل پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے، لیکن اہلِ مدینہ انھیں جماعت کیساتھ پڑھتے ہیں، انکے نزدیک جماعت کے ساتھ نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ متاخرین علماءِ مصر میں سے شیخ قاسم حنفی فرماتے ہیں کہ جماعت کیساتھ نوافل پڑھنا اسلیے مکروہ ہیں کہ اگر وہ مستحب ہوتے تو افضل ہوتے جیسے کہ فرائض جماعت کے ساتھ افضل ہیں۔ اور اگر افضل ہوتے تو تہجد گزار اور قائم اللیل مجتمع ہو کر طلب فضیلت میں جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے، چونکہ یہ فضیلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی نہیں، تو معلوم ہوا کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں ہے۔

فصل ۲ دوم استحباب ترویحہ

مستحب یہ ہے کہ ہر دو ترویحوں کے درمیان بقدر ایک ترویحہ کے جلوس کرے، اور اسطرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان جلوس کرے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے۔ اسلیے کہ تراویح راحت سے ماخوذ ہے۔ لہٰذا ترویحہ کرنے میں اسکے نام کا اثبات ہے یہی سلف سے مروی ہے، اور حرمین شریفین کے اہلِ رائے اسی پر متفق ہیں لیکن اہلِ مکہ درمیان میں سات طواف کرتے ہیں، اور اہلِ مدینہ درمیان میں چار رکعت پڑھتے ہیں۔ اسی طرح تمام بلادِ اسلامیہ میں رائج ہے۔ اسکے بعد اس جلوس میں اختیار ہے کہ چاہے سبحان اللہ پڑھے یا لا الٰہ الا اللہ، نوافل پڑھے یا تلاوتِ قرآن کریں، یا خاموش بیٹھا رہے۔ اور اگر ہر دو ترویحوں کے درمیان جلوسِ استراحت کو ترک کردیا، تو بعض کے نزدیک تو کوئی حرج نہیں، اور بعض کے نزدیک غیر مستحب ہے۔ اسلیے کہ اس میں حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً وتشریفاً والوں کے خلاف ہوتا ہے۔

اب بندۂ ضعیف (شیخ محقق) اللہ تعالیٰ اس کا حال اور ابتداء اور انجام درست کرے کہتا ہے کہ دو ترویحوں کے درمیان اتنا انتظار کرنا جیسا کہ آجکل حافظوں کا دستور ہے کہ تراویح میں لمبی قرأت کرتے ہیں نمازیوں پر بہت دشوار ہے، بلکہ ممکن ہے ساری رات ہی بیت جائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طویل قرأت غیر مستحب ہے، کیوں کہ اُس عملِ مستحب کا فوت ہونا لازم آتا ہے جو سلف سے بطور توارث چلا آتا ہے، اسلیے قرأت میں میانہ روی کی رعایت رکھنی چاہیے جس میں ترویحات بآسانی ادا ہوجائیں اور تراویح قرأت کا حکم عنقریب آتا ہے۔ اگر درمیانہ قرأت سے چار رکعت کی مقدار بھی استراحت کی، یعنی اتنی دیر کی جتنی دیر میں ترویحہ ادا ہوتا ہے، تو بھی انشاءاللہ کافی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔

فصل سوم در نیّتِ تراویح اگر تراویح کی یا سُنّتِ وقتی کی یا قیام اللیل کی رمضان مبارک میں نیّت کی تو جائز ہے، اور اگر مطلقاً نماز کی نیت کی یا نفل کی نیت کی، تو اس میں مشائخ کا وہی اختلاف ہے جو سُننِ رواتب یعنی مؤکدہ کی ادائیگی میں ہے۔ بعض متقدمین علماء فرماتے ہیں کہ اصح قول یہی ہے کہ ایسی نیت کرنا جائز نہیں، کیونکہ تراویح سُنّت ہے اور سُنّت کی ادائیگی نفل کی نیت اور مطلق نماز کی نیت سے نہیں ہوتی، جیسا کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے فجر کی دو رکعت کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ اور یہ ثابت ہے اسلیے کہ یہ نماز فرائض کی مانند مخصوص ہے، تو اس صفت کی مراعات واجب ہے۔ پس مطلق نیت کے ساتھ ادا نہ ہوگی۔ اور اکثر متاخرین علماء فرماتے ہیں کہ تراویح اور تمام سُنتیں مطلق نیت سے ادا ہو جاتی ہیں، اسلیے کہ یہ درحقیقت نفل ہی ہیں، اور نوافل مطلق نیت سے ادا ہو جاتے ہیں، البتہ احتیاط یہی ہے کہ تراویح یا سُنّتِ وقتی یا قیام اللیل کی ماہِ رمضان میں نیت کرے، اور تمام سنتوں میں سُنّت وقت کی نیت کرلے۔ یا اُس نماز کی نیت کرلے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت سے ہے، تاکہ اختلاف سے بچ جائے۔ پھر کہا گیا ہے کہ تراویح کے ہر دوگانہ کیلیے جدا جدا نیت کرنی چاہیئے، لیکن مذہب اصح یہی ہے کہ اس کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ سب کی سب بمنزلہ نمازِ واحد کے ہے۔

فصل چہارم مقدارِ قرأت تراویح میں علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا اتنی قرأت ہونی چاہیئے جتنی مغرب کی نماز میں ہوتی ہے، کیونکہ تراویح فرائض سے خوب ہلکی ہونی چاہیئے۔ یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ اتنی مقدارِ قرأت سے رمضان میں ختم قرآن نہیں ہوسکتا۔ اور بعض نے کہا نمازِ عشاء کی برابر قرأت ہو، کیونکہ یہ اپنے وقت میں عشاء کے تابع ہے۔

حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہر رکعت میں کم وبیش دس آیتیں پڑھے، کیونکہ اسطرح ایک مرتبہ قرآن پاک ختم ہوجائیگا اسلیے کہ تراویح کی رکعات چھ سو ہوتی ہیں، اور قرآن کریم کی آیتیں چھ ہزار ہیں، یوں ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں ہوتی ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا کہ ہر رکعت میں بیس ۲۰ سے تیس ۳۰ آیتیں تک پڑھے، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تین اماموں کو بلایا، ایک سے فرمایا کہ ہر رکعت میں تیس ۳۰ آیتیں پڑھا کرو۔ دوسرے سے کہا کہ پچیس ۲۵ آیتیں پڑھا کرو۔ اور تیسرے سے کہا کہ بیس ۲۰ آیتیں پڑھا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بر بنائے فضیلت ہے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حکم بر بنائے سنت ہے یہی ان کا مذہب ہے، اسلیے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ایک مرتبہ قرآن حکیم ختم کرنا سنت ہے اور دو مرتبہ فضیلت، اور تین مرتبہ افضل ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے موافق ایک مرتبہ ختم ہوتا ہے، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے بموجب دو۲ مرتبہ یا تین مرتبہ ختم ہوتا ہے۔ یہی فقہائے کرام فرماتے ہیں۔ کچھ فقہائے نے ستائیسویں ۲۷ شب کو ختم کرنا مستحسن جانا ہے، بایں امید کہ لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل ہوجائے، اسلیے کہ اکثر حدیثوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہی رات لیلۃ القدر کی ہے اسلیے مشائخ بخارہ نے قرآن کریم کے پانچسو چالیس رکوع قرار دیئے ہیں، اور قرآن کریم میں یہ نشانات لگادیئے ہیں، تاکہ ستائیسویں ۲۷ شب کو قرآن کریم کا ختم واقع ہو۔ اور کچھ متقدمین کے مشائخ نے فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں تیس ۳۰ آیتیں پڑھی جائیں تاکہ ہر دسویں شب کو ایک ختم قرآن ہوجائے، کیونکہ مہینہ میں ہر عشرہ الگ الگ ہے۔ یقیناً یہ حدیث میں وارد ہے کہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اسکے اول میں رحمت ہے درمیان میں مغفرت، اور آخر میں جہنم سے رستگاری۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ وہ ماہ رمضان میں اکسٹھ ۶۱

قرآ ختم کیا کرتے تھے، تیس ۳۰ رات میں اور تیس ۳۰ دن میں اور ایک تراویح میں۔ اور مواہب لدنیہ میں اسکے مثل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔ اسکے بعد فقہاء فرماتے ہیں کہ تمام تسلیمات کے درمیان یعنی ہر دوگانہ میں تعدیل (میانہ روی) افضل ہے، جیساکہ حضرت حسن بن زیاد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور حضرت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن ایک دوگانہ میں بالاتفاق یہ غیر مستحب ہے کہ دوسری رکعت میں قرات طویل کردی جائے، جسطرح تمام نمازوں میں ہے کہ اگر پہلی رکعت میں قرات دوسری رکعت سے طویل ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ مذہب مختار کیا ہے؟ سو اس میں اختلاف واقع ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ دونوں رکعتوں میں قرأت برابر برابر ہو۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت کی قرأت سے طویل ہو جیساکہ تمام فرض نمازوں میں ہے۔

مسئلہ۔ جب تراویح میں غلطی واقع ہوجائے، مثلاً کوئی سورۃ یا آیت چھوٹ جائے تو مستحب یہ ہے کہ چھوڑے ہوئے کو پڑھ کر دوبارہ پڑھے ہوئے کو پڑھے تاکہ ترتیب قایم رہے۔ **مسئلہ** جب تراویح میں کوئی شفعہ فاسد ہوجائے اور اس میں قرآن کی جتنی تلاوت ہوچکی ہے، تو کیا پھر اسکو دوہرائے؟ اس میں ایک قول یہ ہے کہ اعادہ کی حاجت نہیں، اسلئے کہ مقصود تو قرأت تھی اور قرأت میں فساد لاحق نہیں ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ قرأت کا بھی اعادہ کرے تاکہ ختم نماز صحیح میں واقع ہو، اور **تراویح میں لقمہ دینے کا حکم؟** اسکا حکم دیگر نمازوں کی طرح مختلف فیہ ہے، لیکن فتویٰ یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور قول یہ ہے کہ تراویح میں لقمہ دینے میں تو اختلاف ہی نہیں، کیونکہ یہاں ضرورت لاحق ہوتی ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ تراویح میں

لوگوں کو سزاوار نہیں کہ وہ خوش گلو کو امام بنائیں، بلکہ صحیح پڑھنے والے کو آگے بڑھانا چاہیئے (جو مخارج کے ساتھ درست خواں ہو) کیونکہ امام اگر خوش آوازی سے پڑھے گا تو خشوع و خضوع اور غور و فکر سے بے پروا ہو جائیگا۔ اسی طرح جب امام اعراب میں غلطی کرتا ہو، تو اُس مسجد کو چھوڑنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ ایسا ہی کتاب سنن الہدیٰ میں مرقوم ہے۔ اور اگر فقیہ شخص قاری ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ اپنی قرأت سے آپ پڑھے، اور دوسرے کی اقتدا نہ کرے۔ اور رکوع و سجود کی تسبیحات کو تین بار سے کم نہ کرے اور سُبحانک اللّٰھم آخر تک کو نہ چھوڑے، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کو بھی نہ ترک کرے، کیونکہ یہ سب کے سب مسنون ہیں۔ اگرچہ بعض کتب فقہ میں اسکا خلاف بھی مذکور ہے، لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے۔ لیکن ادعیہ ماثورہ؟ سو اگر یہ معلوم ہو کہ قوم پر گراں نہیں گزرتی ہیں تو پڑھے ورنہ چھوڑ دے، اور جب آخری شفعہ میں ہو، اور اس نے پہلی رکعت میں معوذتین پڑھ لیا، تو ایک قول یہ ہے کہ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کچھ آیتیں سورۂ بقرہ کی شروع کردے، گویا یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ منزل پر پہنچتے ہی پھر سفر شروع کردیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دوسری رکعت میں قُل اعوذ برب الناس ہی کو دوبارہ پڑھے اور سورۂ بقرہ سے کچھ نہ پڑھے۔ اس قول میں نظم و ترتیب قرآن کی رعایت مقصود ہے

حرمین شریفین اور تمام عرب کے شہروں میں یہ مسنون طریقہ معمول بہ ہے کہ ختم قرآن کے وقت سورۂ والضحیٰ سے آخر تک تکبیر پڑھتے ہیں، اس میں مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر پڑھے، اور اگر اللّٰہ اکبر پر اکتفاء کیا تو بھی صحیح ہے۔ اور اگر امام حافظِ قرآن نہ ہو تو ایک قول کے بموجب افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہر رکعت میں چھوٹی سورتوں میں سے ایک ایک سورۃ پڑھے، اور یہ طریقہ عمدہ ہے، تاکہ تعداد رکعات میں شبہ نہ واقع ہو، اور اسکا دل گنتی کے یاد رکھنے میں مشغول نہ ہو، تاکہ وہ غور و فکر میں ہی مشغول رہے۔ آجکل حرمین شریفین اور تمام عرب کے شہروں میں یہ رائج ہے کہ پہلے شفعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ فیل، اور دوسری میں قُل ہو اللّٰہ احد۔ اور دوسرے شفعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ لایلاف، اور دوسری رکعت میں قُل ہو اللّٰہ احد۔ اسی طرح آٹھویں شفعہ کی دونوں رکعتوں میں قُل ہو اللّٰہ احد، اور نویں شفعہ کی پہلی رکعت میں قُل ہو اللّٰہ احد، اور دوسری رکعت میں قُل اعوذ برب الفلق۔ اور دسویں شفعہ کی

پہلی رکعت میں قل ہو اللہ احد اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھتے ہیں۔

فصل پنجم تراویح باجماعت میں

پانچویں فصل جماعت کے ساتھ تراویح ادا کرنے کے بیان میں ہے۔ جو شخص تراویح کی جماعت کو ترک کر کے گھر میں پڑھتا ہے، اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ تارکِ سنت ہو گیا، اور اس نے برا کیا، اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے جتنی بھی تراویح پڑھی ہیں جماعت سے پڑھی ہیں۔ اسی طرح آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے۔ اور اسی پر تمام ممالک کے فقہاء کا اتفاق ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ وہ تارکِ فضیلت ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ انکی دلیل یہ ہے کہ سلف سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا ترک فرمادیا تو قوم کو یونہی چھوڑ دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھروں میں جس طرح چاہی پڑھی۔ اور یہی صورت حال خلافتِ صدیقی، اور شروع خلافتِ فاروقی میں رہی۔ اسکے بعد تراویح کیلئے جماعت مقرر کی گئی، اور یہ افضل ہے۔ شیخ قاسم حنفی فرماتے ہیں کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت کیساتھ تراویح پڑھنا سنتِ کفایہ ہے، یہاں تک کہ اگر مسجد کے تمام لوگوں نے جماعت کو ترک کر دیا، تو وہ سب سنت کے تارک ہو کر گنہگار ہوئے۔ اور اگر مسجد میں تو جماعت سے تراویح قائم ہو، مگر کسی شخص نے پیچھے رہ کر گھر میں نماز پڑھی تو وہ نہ تو فضیلت کا تارک ہے اور نہ وہ گنہگار ہے۔ اور اگر سب نے جماعت کے ساتھ گھر میں نماز پڑھی، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے صحیح بات یہ ہے کہ ایک تو جماعت کی فضیلت ہے اور دوسری مسجد میں جماعت کی فضیلت ہے۔ لہٰذا انہوں نے دو فضیلتوں میں سے ایک فضیلت تو پالی اور دوسری سے محروم رہے۔ اور یہی حال فرائض میں ہے۔ انتہیٰ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تمام سنتیں جدا جدا پڑھی جائیں، اسلئے کہ یہ اخلاص سے قریب اور ریا (دکھاوے) سے زیادہ بعید ہے۔ اور صحیح حدیث میں مروی ہے کہ مرد کے لیے فرائض کے سوا تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول غیر مختار ہے، اسلئے کہ یہ افضلیت تو ان میں وارد ہے جن میں جماعت نہیں ہے، اور تراویح میں تو جماعت ثابت ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اگر مسنون قرأت وغیرہ کے ساتھ گھر میں ادا کرنا ممکن ہو، تو وہ گھر میں پڑھے، بجز اسکے کہ وہ بہت بڑا فقیہ ہو، اور لوگ

اسکی اقتدار کرتے ہوں، اور اسکے سبب سے جماعت میں بکثرت آتے ہوں، تو اس کے لیے جماعت کا ترک کرنا لائق نہیں ہے۔ مسئلہ کسی شخص کو امامت کے لیے اُجرت پر مقرر کرنا مکروہ ہے، اسلیے کہ امامت کی اُجرت مقرر کرنا فاسد ہے۔ مسئلہ اگر دو امام تراویح کی جماعت کریں، اور ہر امام ایک ایک شفعہ (دوگانہ) پڑھائے، تو صحیح یہ ہے کہ یہ غیر مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ ہر امام ایک ایک ترویحہ (چار رکعت) پڑھائے۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ ایک امام فرض پڑھائے، اور دوسرا امام تراویح پڑھائے۔ مسئلہ اگر ایک نے دو مسجدوں میں تراویح پڑھائی، تو یہ اسکے بکمال پوری ہونے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دونوں مسجد والوں کی نماز جائز ہے، جسطرح کہ ایک مؤذن ایک مسجد میں اذان دے اقامت کہے اور نماز پڑھے، پھر دوسری مسجد میں جا کر اذان دے، اور اُسکے ساتھ نماز پڑھے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (بشرطیکہ نمازِ ظہر یا عشاء کے سوا ایسا نہ کرتا ہو۔ ۱۲ رضوی)

فصل ششم جبکہ تراویح بلا عذر بیٹھ کر پڑھی، تو اس میں دو مقام پر بحث ہے، ایک جواز میں، دوسرے استحباب میں، لیکن اسکے جواز میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جائز نہیں ہے، اور بعض نے کہا جائز ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ اور اس پر سب متفق ہیں کہ فجر کی دو رکعتیں (سنت کی) بغیر عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہیں۔ اسکی مثال حضرت حسن نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما سے منصوص روایت کی ہے۔ اب جو ناجائز کہتے ہیں، اُن کی دلیل یہ ہے کہ تراویح، فجر کی دونوں رکعتوں کی مانند سنت ہے۔ اور جو جائز کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ نفل ہے، فجر کی سنتوں کی طرح خصوصیت کے ساتھ کوئی مزید تاکید نہیں ہے۔ لہٰذا تمام سنتوں اور نوافل کی طرح اسکا حکم ہوگا۔ اور دلیل میں ابوسلیمان کی وہ روایت لاتے ہیں جو حضرت امام اعظم اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے عذر اور بلا عذر میں کچھ فرق نہیں بتایا لیکن استحباب میں بحث ؟ تو صحیح یہ ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے، کیونکہ اُس میں سلف کے عملِ متواتر کا خلاف لازم آتا ہے۔ اور جب کہ امام نے بیٹھ کر تراویح عذر کے ساتھ یا بغیر عذر کے پڑھائی اور قوم کھڑی رہی، تو اس میں بھی دو مقام پر یعنی جواز و استحباب میں کلام ہے۔ لیکن جواز میں بحث یہ ہے کہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ امام اعظم اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے، اور امام محمد کے نزدیک

ناجائز ہے، جسطرح فرض میں جائز نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ان سب کے نزدیک جائز ہے۔ یہی قول صحیح ہے، اسلیے کہ اگر قوم بھی بیٹھ کر پڑھتی تب بھی جائز تھا، اور جبکہ انھوں نے کھڑے ہو کر پڑھی بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ لیکن استحباب میں بحث ہے؟ تو امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ بجز عذر کے مقتدی کھڑے ہو کر پڑھیں اسلیے کہ انکے لیے اگرچہ قیام وقعود دونوں جائز ہیں، لیکن قیام یقیناً افضل ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ انکے نزدیک یہ اختلاف معتبر ہے حتیٰ کہ وہ فرض میں بھی جائز نہیں رکھتے۔ ایسے ہی وہ نوافل میں بھی مستحب نہیں رکھتے

مسئلہ مقتدی کے لیے یہ مکروہ ہے کہ تراویح میں بیٹھا رہے، اور جب امام رکوع کرنے لگے تو کھڑا ہو جائے، اسلیے کہ اس سے نماز میں سستی کا اظہار اور منافقوں کی مشابہت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب منافقین نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو برے دل سے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب نیند غلبہ کرے تو نیند کی حالت میں نماز مکروہ ہے، بلکہ وہ ہٹ جائے، یہانتک کہ بیدار ہو جائے، اسلیے کہ نیند کی حالت میں نماز پڑھنا سستی اور غفلت لاتا ہے، اور غور و فکر جاتا رہتا ہے۔ یہی حکم گرمی کی وجہ سے کھلی جگہ میں نماز پڑھنے کا ہے۔ ایسا ہی خلاصہ میں مذکور ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب فرما دیجیے جہنم کے آگ کی گرمی اس سے کہیں زیادہ ہے اگر انھیں سمجھ ہوتی۔

فصل ہفتم جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا

افضل یہ ہے کہ صرف رمضان مبارک میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھے۔ اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ جماعت افضل ہے، اور دوسروں نے کہا کہ اپنے گھر جا کر تنہا وتر پڑھنا افضل ہے۔ یہی قول مختار ہے، اسلیے کہ صحابۂ کرام وتر کی جماعت کے لیے مجتمع نہیں ہوتے تھے جسطرح تراویح کی جماعت کے لیے جمع ہوا کرتے تھے۔ ایسا ہی کتاب "تبیین" اور ابن ہمام کی شرح ہدایہ اور عنایہ میں ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ تراویح کے بعد وتر جماعت کے ساتھ پڑھے، لیکن جو تہجد گزار ہوں، وہ وتر تہجد کے بعد پڑھیں۔ اور امام رمضان مبارک میں وتر کی تینوں رکعتوں میں جہر کرے۔ اور منفرد کو اختیار ہے۔ اور دعائے قنوت میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے

کہ جہر کرے، اور ایک قول یہ ہے کہ آہستہ پڑھے، قرأت کی جہر سے پست۔ اور قنوت
پڑھنے کی حالت میں ہاتھ چھوڑے رکھنے اور باندھنے میں اختلاف ہے۔ اور وتر میں
کے مقتدی کے لیے دعا کے پڑھنے میں اختلاف ہے۔ پس ایک قول تو یہ ہے کہ "بالکفار ملحق"
تک مقتدی دعائے قنوت پڑھے اور اسکے بعد خاموش رہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ
آمین آمین کہتا رہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اسے اختیار ہے چاہے آمین کہے
یا دعائے قنوت پڑھے۔ اور کتاب "تبیین" میں ہے کہ مقتدی دعائے قنوت پڑھنے
والے کا اتباع کرے اور آہستہ پڑھے، اسلیے کہ یہ دعا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے
کہ قنوت میں جہر کرے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ امام قنوت پڑھے
اور مقتدی نہ پڑھیں جسطرح وہ قرأت نہیں کرتا ہے، لیکن صحیح پہلا ہی قول ہے
مسئلہ جبکہ ایک ترویحہ یا دو ترویحے فوت ہو جائیں اور امام وتر کے لیے کھڑا ہو جائے
تو اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے امام کے ساتھ وتر پڑھے اسکے بعد فائتہ
کو پورا کرے، اور قول یہ ہے کہ پہلے فائتہ کو ادا کرے۔ مسئلہ اگر امام مقتدی
کے قنوت کے فراغت سے پہلے رکوع میں چلا گیا، تو مقتدی امام کی پیروی کرے
اسلیے کہ قنوت نہ تو موقت ہے اور نہ مقدر۔ مسئلہ مسبوق جب امام کے ساتھ
وتر میں قنوت پڑھ چکا تو فائتہ رکعات کی قضا میں قنوت نہ پڑھے۔ مسئلہ جب نمازیوں
کو یہ شک پیدا ہوا کہ آیا نو دوگانے ہوئے ہیں یا دس، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے
بعض نے کہا کہ ایک دوگانہ احتیاطاً دوبارہ پڑھ لیں۔ اور بعض نے کہا کہ زیادہ کریں
اسلیے کہ تراویح میں محض شک سے زیادتی جائز نہیں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ وہ لوگ
ایک ایک دوگانہ علیحدہ علیحدہ پڑھ لیں تاکہ فعلِ سنت کی تکمیل میں احتیاط ہو جائے
اور تراویح کے علاوہ نوافل میں جماعت کے ساتھ ادائیگی سے احتراز کریں۔ مسئلہ جب
دو امام ایک ترویحہ پڑھائیں اور ہر امام ایک ایک دوگانہ پڑھائے تو اس میں اختلاف ہے
ایک قول کے بموجب کوئی حرج نہیں ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ غیر مستحب ہے، بلکہ ایک
امام ایک ترویحہ پورا پڑھائے، اسی پر اہلِ حرمین وغیرہ کا عمل ہے۔ اس صورت میں
امام کی تبدیلی بمنزلہ استراحت وانتظار کے ہو جائے گی۔

فصل ہشتم وقتِ تراویح میں | تراویح کے وقت میں مشائخ کا اختلاف ہے

ہمارے اصحاب حنفیہ میں سے ایک جماعت جن میں شیخ اسمٰعیل زاہد بھی ہیں فرماتے ہیں کہ صبح صادق تک پوری رات اسکا وقت ہے، خواہ نمازِ عشاء سے پہلے ہو یا بعد میں، اور قبل وتر ہو یا بعد وتر، کیونکہ یہ قیام اللیل ہے، اسکی شرط صرف رات ہونا ہے۔ اور بخارہ کے عام مشائخ فرماتے ہیں کہ اسکا وقت نمازِ عشاء اور وتر کے درمیان ہے، پس اگر کسی نے عشاء سے پہلے یا وتر کے بعد پڑھی تو اُس نے اسکے وقت میں ادا نہیں کی، کیونکہ روایتیں اسی طرح کی ہیں۔ اور تراویح میں پیروی روایتوں کی ہی ہوتی ہے۔ اور صحیح قول یہی ہے کہ عشاء کے بعد طلوعِ فجر تک اسکا وقت ہے، حتیٰ کہ اگر وتر کے بعد پڑھی تو جائز ہے۔ اور اگر عشاء سے پہلے پڑھی تو جائز نہیں ہے، اسلیے کہ عشاء کی سنتوں کے بعد زائد مسنون ہیں۔ لہٰذا تراویح رمضان کے علاوہ عشاء کے بعد کے مسنون نوافل کے مشابہ ہو گئیں۔ اور وتر کے بعد نماز جائز ہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہو سکتی ہے کہ رات کی نماز میں پچھلے پہر وتر ادا کرنا افضل ہے۔ سو یہ بات اپنے مقام پر ثابت ہو چکی ہے اور تراویح میں مستحب تاخیر تہائی یا نصف رات تک ہے۔ ایک قول کے بموجب نصف شب کے بعد اسکا ادا کرنا مکروہ ہے جسطرح عشاء میں اتنی تاخیر مکروہ ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ یہ رات کی نماز ہے اور اس میں پچھلا پہر افضل ہوتا ہے۔ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ تراویح میں نصف رات کے بعد تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور بعض فقہاء یہی فرماتے ہیں، اور یہی صحیح ہے۔ اور "خلاصہ" میں ہے کہ تراویح میں اکثر رات کو نماز اور انتظار اور استراحت سے گھیر دینا افضل ہے۔ اور اگر تراویح کو پچھلی رات تک مؤخر کر دے، تو صحیح قول یہی ہے کہ بلا کراہت جائز ہے۔ مسئلہ کہ جب تراویح فوت ہو جائیں تو اسکے وقت کے بعد جماعت کے ساتھ یا بغیر جماعت قضاء جائز ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ قضاء نہ کرے۔ اب رہا بغیر جماعت کے ادا کرنا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اگلے دن دوسری تراویح کے وقت سے پہلے قضاء کر لے۔ اور بعض نے کہا کہ جبتک رمضان نہ گزرے قضاء کر سکتا ہے۔ اور بعض نے کہا اسکی بالکل قضاء نہیں ہے، اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ تراویح میں مغرب اور عشاء کی سنتوں سے کچھ زیادہ تاکید نہیں ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک ان سنتوں کی قضاء نہیں۔ یہی حال تراویح کا ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے

کہ تراویح کی قضا جماعت کے ساتھ تو بالاتفاق نہیں ہے۔ اور اگر تراویح کی قضا ہوتی تو ویسی ہی قضا ہوتی جیسی فوت ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر تراویح کو الگ تنہا قضا کرے تو مستحب ہے۔ جس طرح مغرب کی سنتوں کی قضا کا حال ہے اگر اس کی قضا کرنا چاہے۔ اسی طرح شیخ قاسم حنفی نے کہا ہے۔ اور منیۃ المفتی میں یہ جملہ منقول ہے کہ اگر تراویح کو منفرد ہوکر قضا کرے تو احسن ہے۔ تراویح کے مسائل ختم ہوئے

ماہ شوال المکرم

یہ مبارک مہینہ حج کے مہینوں میں پہلا مہینہ ہے۔ اسے ماہ فطر بھی کہتے ہیں۔ اس میں ایک دن عید اور گناہوں کی مغفرت کا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب عید کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ روزہ داروں پر اپنے فرشتوں میں اظہار فخر ومباہات فرماتا ہے اور فرماتا ہے اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا اجرت ہے جو اپنا کام پورا کرے؟ عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! اس کی جزا یہ ہے کہ اسے پوری مزدوری دی جائے۔ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میرے ان بندوں اور بندیوں کی کیا جزا ہے جو میرے عائد کردہ فرض کو پورا کریں؟ پھر وہ بآواز بلند دعا کرتے نکلتے ہیں۔ مجھے اپنی عزت وجلال اور اپنے کرم، علو مرتبت اور رفعت مقام کی قسم ہے! میں ضرور ان کی دعا قبول فرماؤں گا۔ پھر فرماتا ہے جاؤ میں نے تمہارے تمام گناہ معاف فرمائے، اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ حضرت انس کہتے ہیں، پس وہ بخشے ہوئے واپس گھر لوٹتے۔ اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں بیان کیا۔

عید الفطر کے دن یہ مسنون ہے کہ عیدگاہ روانہ ہونے سے پہلے کچھ کھا لے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طاق کھجوریں ملاحظہ فرماتے تھے۔ اسی طرح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ اور حاکم نے عتبہ بن حمید سے روایت کی کہ حضور نے تین یا پانچ یا سات یا کم و زیادہ کھجوریں ملاحظہ فرمائیں۔ فقہاء و محدثین فرماتے ہیں کہ حکمت یہ ہے کہ کھجوریں کھانا اسلئے مستحب ہے کہ اس میں شیرینی ہے، اور شیرینی آنکھ کی بینائی کو قوت دیتی ہے جو روزہ سے ضعیف ہو جائے۔ نیز شیرینی دل کو نرم کرتی اور ایمانی مزاج کے موافق ہے، اسی لئے مروی ہے کہ مسلمان آدمی میٹھا ہے۔ اور اگر کوئی

شخص خواب میں شیرینی کھاتا دیکھے تو اسکی تعبیر یہ ہے کہ اُسے ایمان کی لذت نصیب ہوگی۔ اسوجہ سے شیرینی سے افطار افضل ہے جیسے شہد اور کھجور، باوجود اسکے کھجوروں میں اور بھی خصوصیات ہیں۔ بالخصوص مدینہ منورہ کی کھجوریں۔ چنانچہ اپنی جگہ ان کا بیان مذکور ہے۔ تین کھائے یا پانچ یا سات، اسکے بعد عیدگاہ کی طرف چلے۔

صیام ستہ شوال عید یہ بصحت ثابت ہے کہ اس ماہ میں چھ دن کے روزے مسنون ہیں صحیح مسلم میں حضرت ایوب انصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے رمضان مبارک کے روزے رکھے پھر اسکے بعد چھ شوال کے روزے رکھے، تو گویا اُس نے زمانہ بھر روزے رکھے۔ اور یہ سبب ہے کہ تمام عمر روزے رکھتا رہے، اور اگر ایک ہی مہینہ میں رکھے، تو ایک سال کے روزوں کی مانند ہے۔ اور اسی مضمون کی ثوبان کی حدیث بھی ابن ماجہ میں مروی ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں ثم اتبعہ کی جگہ فاتبعہ فا کے ساتھ ہے۔ اس سے تعقیب حقیقی مراد نہیں ہے، اسلیے کہ اس میں عید کے دن کا بھی روزہ رکھنا لازم آتا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اول ماہ میں اور اسکے بعد روزے رکھے۔ امام شافعی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اول مہینہ میں پے درپے رکھے۔ اور ہمارے نزدیک عام ہے۔ اسی طرح امام احمد کے نزدیک ہے۔ بلکہ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ہماری تعمیم کراہت اور نصاریٰ کی مشابہت سے دور ہے۔

فقہاء نے حکم دیا ہے کہ عیدین کے دن غسل کرنا مسنون ہے۔ انکے اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان کو جمعہ پر قیاس کرتے ہیں، کیونکہ اس میں بھی اجتماع ہے۔ اس باب میں فاکہ بن سعید کی حدیث بھی مروی ہے، اور انھیں صحبت بھی حاصل ہے اور اس حدیث کے سوا ان سے کوئی اور حدیث بھی مشہور نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور عرفہ کے دن غسل فرماتے تھے، یہ سنن ابن ماجہ اور طبرانی کی معجم اور مسند بزاز میں مروی ہے، ایسا ہی شمنی کا قول ہے۔ شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ایسا ہی نووی وغیرہ نے کہا، اور شرح کتاب الخرقی میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد مذکور ہے کہ فاکہ بن سعید اپنے اہل کو ان دنوں میں غسل کرنے کا حکم دیتے تھے، اور کہا کہ اسے عبد اللہ بن احمد نے اپنی مسند میں

اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور علامہ سیوطی جمع الجوامع میں شعبی سے اور وہ زیاد بن عیاض اشعری سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے قوم سے کہا میں نے تم سے سارے کام وہی دیکھے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دیکھے ہیں، بجز اس کے کہ تم عیدین میں غسل نہیں کرتے ہو۔ اسے ابن مندہ اور ابنِ عساکر نے روایت کیا۔ اور کہا کہ عیاض سے روایت صحیح ہے، اور زیاد کا قول غیر محفوظ ہے۔ اور بعض محدثین نے اس حدیث کے ضعف کا بھی حکم دیا ہے۔ اس باب میں صحاح ستہ کی کوئی اور حدیث نہیں ہے سوائے اُس اثر کے جو ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عید الفطر کے دن عیدگاہ جانے سے قبل غسل کرتے تھے۔ فقہاء کہتے ہیں کہ حضرتِ ابنِ عمر کا متابعتِ سنت میں شدت سے مبالغہ اس امر کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو۔ اور عیدگاہ میں جاتے ہوئے راہ میں جہر سے تکبیر کہنا تینوں ائمہ اور ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک سنت ہے، لیکن امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عید الاضحیٰ میں سنت ہے نہ کہ عید الفطر میں۔ یہ اختلاف جہر میں ہے لیکن آہستہ تکبیر کہنا مستحسن ہے، اور اللہ کا ذکر کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے۔ اور "خلاصہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف اصل تکبیر میں ہے۔ اور ایک روایت امام اعظم رحمہ اللہ سے جہر کی بھی مروی ہے۔ ایسا ہی ابنِ ہمام کی شرح میں مذکور ہے۔ اور ائمہ اُس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو دارقطنی نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عیدگاہ تشریف لیجاتے ہوئے تکبیر کہا کرتے تھے۔ اور بیہقی نے کہا کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کلام ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ اور شیخ ابنِ ہمام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موسیٰ بن محمد بن عطاء جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں کی جانب سے ضعیف ہے۔ نیز یہ حدیث جہر پر دلالت بھی نہیں کرتی، اور صحابی کا قول آیۂ کریمہ "دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ" سے معارض نہیں ہو سکتا۔ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے لوگوں کو تکبیر کہتے ہوئے سنا، تو آپ نے اپنے اونٹ کے لیجانے والے سے پوچھا، کیا امام نے تکبیر کہی؟ اس نے کہا، نہیں۔ فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پایا ہے، لیکن ہم میں سے کسی نے بھی امام سے پہلے تکبیر نہ کہی۔ اور ابو جعفر فرماتے ہیں کہ عوام کو تکبیر سے منع نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ عوام کو نیکیوں سے پہلے ہی رغبت کم ہے۔ انتہیٰ

اور یہ بھی مسنون ہے کہ عید کے دن جس راستہ سے عیدگاہ گیا ہے، اس کے سوا دوسرے راستہ سے لوٹے۔ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن راستہ بدل دیا کرتے تھے۔ اور ترمذی و دارمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن جب کسی ایک راستہ سے تشریف لیجاتے تو دوسرے راستہ سے واپس تشریف لاتے تھے۔ علماء نے اس عمل کے بہت سے نکات و اسرار بیان کیے ہیں جنھیں ہم نے شرح سفر السعادت میں بیان کیا ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ راہ کی تبدیلی امام کیلیے خاص ہے یا تمام لوگوں کیلیے ہے، لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں جو نوافل ہیں اُن کا حکم بتا دیا جائے۔ چنانچہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لے گیے تو صرف دو رکعت نماز پڑھی، اس سے پہلے اور اسکے بعد کوئی اور نفل نہ پڑھے۔ آخر حدیث تک

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں ابو عمرو عبد اللہ بن عُمر اور ابوسعید سے مروی ہے کہ حضور کے صحابہ میں سے بعض اہلِ علم کا اسی پر عمل ہے۔ اور اہلِ علم تابعین کا بھی یہی عمل ہے۔ لیکن علماء کی ایک جماعت نے نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں نوافل کو جائز رکھا ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے۔ انتہیٰ

صاحبِ کتاب خرقی نے کہا جو حنبلی مذہب کے ہیں کہ حضرت علیِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابومسعود انصاری کو لوگوں پر اپنا قایم مقام فرمایا۔ پس وہ عید کے دن گئے اور کہا اے لوگو! امام سے پہلے کوئی نماز مسنون نہیں ہے۔ اسے نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور ابنِ سیرین سے مروی ہے کہ حضرتِ ابنِ مسعود اور حذیفہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو منع کیا کہ عید کے دن امام کے عیدگاہ پہنچنے سے پہلے کوئی نماز پڑھے۔ اسے سعید نے روایت کیا۔ اور زہری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کسی عالم سے نہیں سُنا کہ یہ بیان کرتا ہو کہ اس اُمت کے اسلاف میں سے کسی نے نمازِ عید سے پہلے یا بعد کوئی نماز نفل پڑھی ہو۔ اسے اثرم نے بیان کیا۔ نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ ممانعت عیدگاہ سے مخصوص ہے یا عیدگاہ اور گھر دونوں کو شامل ہے؟ چنانچہ بعض نے کہا کہ عیدگاہ کے سوا کسی اور جگہ نفل پڑھے۔ مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نمازِ عید سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے جب کاشانۂ اقدس میں واپس تشریف لاتے
تو دو رکعت پڑھتے۔ اسے ابنِ ماجہ اور احمد نے روایت کیا۔ اور صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں
کہ عیدگاہ میں، نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھنے چاہیئے۔ لیس کراہت عیدگاہ کیساتھ
خاص ہے۔ اور شرح میں ہے کہ اگر چاشت کی نماز عیدگاہ جانے سے پہلے پڑھ لے تو
مکروہ نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ اور اسکے سوا کہیں مکروہ نہیں ہے
اور شرح میں یہ بھی ہے کہ یہ عام کراہت امام اور قوم سب کیلئے عام ہے۔ امام شافعی
فرماتے ہیں کہ امام کے لیے مکروہ ہے قوم کے لیے نہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس
نفی سے یہ مراد ہے کہ وہ نماز مسنون نہیں ہے، یہ مراد نہیں کہ نماز ہی مکروہ ہے۔ اور
صاحب فتح الباری فرماتے ہیں کہ عید کی نماز سے پہلے اور بعد کی ممانعت میں احتمال ہے
اس سے یا تو نفل پڑھنے کی ممانعت ہے، یا سُننِ رواتب کے پڑھنے کی ممانعت ہے
نفل کی ممانعت کی صورت میں، یا تو یہ مراد ہو کہ وقت ہی میں کراہت ہو یا اس سے عام۔
اور ہر تقدیر پر یہ ممانعت امام کے ساتھ مخصوص ہے یا امام و مقتدی سب کے لیے۔ یا یہ
ممانعت عیدگاہ سے مخصوص ہے، یا عیدگاہ اور گھر سب کو شامل ہے۔ سلف نے ان تمام
تقدیروں پر اختلاف کیا ہے۔ علماءِ کوفہ فرماتے ہیں بعد کو ممانعت ہے پہلے نہیں ہے
یہی مذہب اوزاعی، ثوری اور حنفیوں کا ہے۔ اور علماءِ بصرہ فرماتے ہیں کہ ممانعت
پہلے ہے بعد کو نہیں ہے۔ یہ مذہب حسن بصری اور ایک جماعت کا ہے۔ اہلِ مدینہ
فرماتے ہیں کہ نہ پہلے ممانعت ہے نہ بعد میں۔ یہ مذہب زہری، ابنِ جریج اور امام احمد کا ہے
بعض مالکی علماء نے یہ اجماع نقل کیا ہے کہ امام عیدگاہ میں نفل نہ پڑھے۔ اور
جو جواز کے قائل ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ یہ وقت مطلق نماز کا ہے، وقت میں کوئی
کراہت نہیں ہے۔ اور جو ممانعت کے قائل ہیں انکی حجت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے اسوقت میں (نمازِ عید کے سوا) کوئی نماز نہ پڑھی۔ جس نے حضور کی
پیروی کی اُس نے ہدایت پائی۔ حاصلِ بحث یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے یا بعد کوئی
سُنت ثابت نہیں ہے، مگر بعض وہ جو جمعہ پر قیاس کرتے ہیں۔ اب رہا مطلق نفل پڑھنا
تو یہ کسی خاص دلیل سے اسکی ممانعت ثابت نہیں، بجز اوقاتِ مکروہ کے۔ انتہیٰ

اب واضح ہو کہ فقہاء نے نمازِ عید فوت ہو جانے کے بعد میں اختلاف کیا ہے،
امام اعظم رحمۃ اللہ کے ظاہر مذہب کے نزدیک نمازِ عید کی کوئی قضا نہیں ہے، اسلیے یہ نماز

انہی خصوصیات کے ساتھ ثابت ہے۔ اور ہدایہ کی شروح میں ہے کہ اگر چاہے تو دو رکعت یا چار رکعت نماز چاشت کی طرح پڑھے، جسطرح اور دنوں میں پڑھتا ہے۔ محیط اور فتاویٰ قاضی خان سے یہ منقول ہے کہ جو شخص عیدگاہ پہنچے اور امام کے ساتھ نماز نہ پائے تو اسے اختیار ہے چاہے اپنے گھر چلا جائے اور چاہے نماز پڑھے پھر چلا جائے۔ اور افضل یہ ہے کہ چار رکعت پڑھے، اسکے لیے یہ نماز چاشت ہوگی، جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں جس سے نمازِ عید فوت ہو جائے تو وہ چار رکعت پڑھے۔ ایسا ہی فتح الباری میں ہے۔ اور ان رکعات میں پہلی میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں والشمس وضحٰہا اور تیسری میں واللیل اذا یغشیٰ اور چوتھی میں والضحیٰ پڑھے۔ اور حضرت ابن مسعود نے ان چار رکعتوں کے ثواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نیک وعدہ اور بڑا اجر روایت کیا ہے۔ اسی طرح امام احمد کے مذہب میں ہے، انھوں نے حضرت ابن مسعود کا یہی اثر استدلال میں بیان کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی تقویت وہ روایت کرتی ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو فرمایا کہ وہ قوم کے کمزوروں کو چار رکعت بغیر تکبیر اور خطبہ کے پڑھا دے۔ اور بخاری نے ترجمۂ باب میں ذکر کیا کہ حضرت انس نے اپنی اہل و اولاد کو موضع زاویہ میں جو بصرہ سے دو کوس کے فاصلہ پر ہے جمع کیا اور عید کی نماز گردونواح کے لوگوں کے ساتھ پڑھی، اور وہ لوگ دو رکعتیں عید کی نماز کی طرح امام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اور کرمانی نے کہا کہ امام کیساتھ نمازِ عید فوت ہو جائے تو امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ دو رکعتیں پڑھ لے، اور امام احمد فرماتے ہیں کہ چار رکعت پڑھ لے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے، اور اگر پڑھے تو بھی اختیار ہے کہ دو رکعت پڑھے یا چار رکعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ماہِ ذی الحجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں میں کوئی دن ان دس دنوں سے زیادہ محبوب نہیں ہے، جس میں نیکیاں کی جائیں۔ صحابہ نے عرض کیا

یارسول اللہ! فی سبیل اللہ جہاد بھی نہیں؟ فرمایا، ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں
پھر عرض کیا، کیا فی اللہ جہاد بھی نہیں؟ فرمایا، فی سبیل اللہ جہاد بھی نہیں۔
مگر وہ شخص کہ اپنی جان و مال لیکر نکلا، پھر اس سے کچھ نہ لے کر واپس آیا۔
اسے بخاری نے روایت کیا۔ صحیح ابو عوانہ، اور صحیح ابن حبان میں حضرت جابر
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ذی الحجہ کے عشرہ سے افضل کوئی دن نہیں ہے۔ علماء
فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے سال میں افضل دنوں میں روزہ رکھنے کی منت مانی تو وہ
ان دنوں کی طرف رجوع کرے، اور اگر تمام دنوں میں افضل دن کے روزہ کی
منت مانی تو یوم عرفہ کا روزہ رکھے۔ اور اگر ہفتہ میں افضل دن کے روزہ کی منت مانی
تو جمعہ کا رکھے۔ اور مختار یہ ہے کہ اس عشرہ کے دن اسلیے افضل ہیں کہ ان میں یوم عرفہ
آتا ہے۔ اور رمضان کے عشرہ کی راتیں اسلیے افضل ہیں کہ ان میں لیلۃ القدر ہے
اور قول فیصل یہی ہے کہ ذی الحجہ کے عشرہ کا روزہ اور اسکی فضیلت و استحباب میں حدیثیں
مروی ہیں۔ اس عشرہ سے نو دن مراد ہیں۔ ابوداؤد اور نسائی نے بعض ازواج نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ذی الحجہ کے نو دن اور یوم عاشورہ اور ہر مہینہ کے تین دن
اور اس میں پہلا پیر کا دن اور پہلی جمعرات کا دن، اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور
اس عشرہ میں اور ہر مہینہ کے تین دن میں روزے رکھا کرتے تھے۔ اور وہ جو مسلم
ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہیں دیکھا
یہ روایت اسکی منافی نہیں، کیونکہ حضرت عائشہ نے یہی تو خبر دی کہ میں نے نہیں دیکھا
ممکن ہے کہ حضور کے روزہ کی انھیں خبر نہ ہوئی ہو اور یہ کہ کوئی امر مانع ہو، مثلاً مرض
سفر وغیرہ۔ اور وہ جو اس عشرہ میں مطلق عمل صالح کی فضیلت میں وارد ہے، یہ بھی تو
روزہ کو شامل ہے۔ اور کچھ ایسی سنتیں ہیں جنکو لوگوں نے ترک کر رکھا ہے، وہ یہ
کہ جو قربانی کا ارادہ کرے خواہ وہ فرض ہو یا نفل، تو اسکے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اپنے
بال اور ناخن ترشوائے جبتک کہ وہ قربانی نہ کرلے۔ مسلم نے حضرت ام سلمہ سے روایت
کی وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ عشرہ آئے اور تم میں سے
کوئی قربانی کا ارادہ کرے تو اپنے چہرہ اور بدن کے بالوں کو نہ چھوئے۔ اور ایک روایت
میں ہے کہ نہ بال لے اور نہ ناخن ترشوائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے ذی الحجہ کا

چاند دیکھا اور وہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہے، تو اپنے بالوں کو نہ لے اور نہ ناخن کتروائے اور جامع الاصول میں مسلم کی حدیث سے حضرت عمر بن مسلم بن عمار العتبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم یوم الاضحیٰ کے قریب حمام میں گئے پھر کچھ لوگوں نے نورہ لگایا، تب حمام والوں میں سے کسی نے کہا اس سے تو منع کرتے ہیں، پھر میں سعید بن مسیّب کے پاس گیا، میں نے ان سے اسکا تذکرہ کیا، تو فرمایا اے بھتیجے! اس حدیث کو لوگ بھول گئے ہیں، اور عمل ترک کردیا ہے، حالانکہ مجھ سے ام سلمہ زوجۂ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھا، آخر حدیث تک۔

اب یوم عرفہ کی فضیلت، تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ افضل ہے، یا جمعہ کا دن افضل ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ پورے سال میں عرفہ افضل ہے، اور ہفتہ میں جمعہ افضل ہے۔ اسکی تمام دلیلیں "سفر السعادۃ" میں باب جمعہ میں مذکور ہیں

یوم عرفہ کا روزہ؛ تو جمہور اس پر ہیں کہ یہ سنت ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وقوف عرفات والوں کے سوا کے لیے سنت ہے۔ حضرت ام الفضل بنت الحارث سے مروی ہے کہ انکے پاس عرفہ کے دن، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے بارے میں لوگوں نے جھگڑا کیا۔ کسی نے کہا کہ حضور روزہ سے ہیں، اور کسی نے کہا روزہ سے نہیں ہیں۔ تب میں نے ایک پیالہ دودھ کا بھیجا۔ حضور اونٹنی پر سوار عرفات میں تشریف فرما تھے، چنانچہ آپ نے اسے پی لیا۔ (متفق علیہ) اسی کی مثل حضرت میمونہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی اس باب میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمر سے بھی مروی ہے۔ اور ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کے ساتھ حج کیا آپ نے عرفہ کے دن روزہ نہ رکھا، اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے انھوں نے بھی روزہ نہ رکھا، اور حضرت عمر بھی تھے، انھوں نے بھی روزہ نہ رکھا، اور نہ میں نے روزہ رکھا، اور نہ میں اسکا حکم دیا اور نہ ممانعت فرمائی۔ اکثر علماء کا اسی پر عمل ہے کہ عرفات میں روزہ نہ رکھنا مستحب ہے، تاکہ آدمی میں دعا کرنے کی قوت باقی رہے۔ اور بعض علماء نے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھا۔ انتہیٰ بلاشبہ یہ وارد ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے سے ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ حدیث مختلو

یہی ہے کہ عرفہ کا روزہ مستحب ہے، مگر اُن حاجیوں کیلیے نہیں، جو دعا کرنے کی قوت اور اس میں کوشش کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مناسب ہے کہ کچھ وہ احکام بھی بتا دیئے جائیں جو عرفات میں ٹھہرنے سے متعلق ہیں جیسے لوگ ملکوں میں کرتے ہیں۔ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ علمائے احناف نے بیان کیا ہے کہ التعریف یعنی عرفہ کے روز کسی جگہ لوگوں کا جمع ہونا، تاکہ عرفات میں ٹھہرنے والوں سے مشابہت پیدا کریں، بے اصل ہے۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ سے اصول روایت کے سوا مروی ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے، اسلیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے بصرہ میں ایسا کیا تھا۔ ایسا ہی تبیین میں مذکور ہے۔ اور جامع صغیر برہانی میں ہے کہ علماء کا یہ قول کہ "التعریف" جیسے لوگ کرتے ہیں کچھ نہیں ہے، اس سے مشروع ہونے کی نفی مراد نہیں ہے، اسلیے کہ یہ تو دعا، تسبیح اور جنابِ باری میں تضرع و زاری کے لیے ہے۔ البتہ اسکے واجب کردانے اور سنت مراد لینے کی نفی ہے، جیسا کہ نجم الدین بلخی کی کتاب میں ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ وہ "التعریف" جسے لوگ کرتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ دراصل "تعریف" تو یہ ہے کہ تمام صلحاء و شرفاء بروزِ عرفہ شہر میں جمع ہو کر تکبیر و تہلیل پڑھیں، جسطرح حجاج عرفات میں پڑھتے ہیں، یہ کچھ نہیں ہے، یعنی یہ سنت میں سے نہیں ہے، لیکن یہ فعل فی نفسہ ایک عمدہ دینی، نیکی اور بھلائی میں سبقت کرنے کی بات ہے۔ یہ کافی میں مذکور ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے، اسلیے کہ عبادت گزار بندوں کی مشابہت ہے، لہٰذا انھیں ضرور اجر ملیگا۔ اسی طرح "سنن الہدیٰ" میں منقول ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ ذکر و تسبیح و تہلیل اور دعا میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ سب چیزیں ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مشروع ہیں۔ البتہ احرام کے لباس، تلبیہ اور تمام اُن آداب میں جو حجاج وقوفِ عرفہ کے وقت کرتے ہیں، اس میں کلام ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں وہیں کے ساتھ خاص ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ المرام، لیکن اسکے علاوہ اور عبادتیں، دعائیں، احکام وغیرہ فقہ کی کتابوں اور مناسک کے رسالوں میں مذکور ہیں، وہیں سے تلاش کرنا چاہیئے۔

اور یہ ہمارے اس مقصود کا آخری کلام ہے جسے ہم اس رسالہ میں لائے ہیں و آخر دعوٰنا اَنِ الحمد للہ ربّ العٰلمین و صلی اللہ علی سید المرسلین و امام المتقین محمد و آلہ و صحابہ و اتباعہ ہداۃ طریق الحق و محی علوم الدین آمین آمین آمین۔ تمام شد

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب ما ثبت من السنۃ فی ایام السنۃ مصنفہ راس المحدثین شیخ المحققین حضرت مولانا شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ مورخہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۹۔ اگست ۱۹۶۰ء سے شروع ہو کر آج ۲۱۔ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۶۰ء بروز چہار شنبہ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبولیت کے ساتھ کفارۂ سیئات فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔ فقیر غلام معین الدین النعیمی غفرلہٗ

فہرست مضامین ما النعم علی الامۃ ترجمہ ما ثبت من السنۃ